یانی ذیل سنگھ
سرندر سنگھ جوہر

گیانی ذیل سنگھ کی ولادت ۵ مئی ۱۹۱۶ء کو ریاست فرید کوٹ (پنجاب) کے ایک چھوٹے سے گاؤں کے ایک انتہائی غریب گھرانے میں ہوئی۔ ایک کچے مٹی کے گھر میں جنم لے کر ہندوستان کے سب سے بڑے عہدے پر پہنچنے کی داستان بڑی دلچسپ تو ہے ہی اس کے ساتھ ہی اس کے پیچھے ایثار و قربانی۔ تیاگ نیز غریب اور پسماندہ جنتوں کی خدمت کا جذبہ بھی پوشیدہ ہے۔ گیانی ذیل سنگھ نے یہ عہدہ طویل جدوجہد کے بعد حاصل کیا ہے یہ کوئی الہ دین کے چراغ کا کرشمہ نہیں۔ گیانی جی نے سترہ سال کی عمر میں سیاست میں قدم رکھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ اپنی زندگی میں آفتاب آزادی طلوع ہوتے ہوئے دیکھیں گے۔ انہوں نے عوام کی نمائندہ سرکار کے قیام کے لئے راجہ فرید کوٹ کے خلاف تحریک چلائی۔

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ملک آزاد ہو گیا لیکن گیانی ذیل سنگھ کو عوام کے حقوق کے حصول کے لئے تحریک جاری رکھنی پڑی مصائب کا دور ختم نہیں ہوا۔ جولائی ۱۹۴۸ء میں پیپسو کا قیام عمل میں آیا۔ اور لوگوں کی نمائندہ سرکار قائم ہوئی۔ گیانی ذیل سنگھ وزیر بنے اور انہوں نے قلیل عرصہ میں وہ کام کر دکھایا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

۱۹۷۲ء میں گیانی ذیل سنگھ پنجاب کے وزیر اعلیٰ بنے اور وہ پانچ سال سے زائد عرصہ تک اس عہدے پر فائز رہے۔ اس عرصہ میں انہوں نے پنجاب کی ترقی و فروغ کے لئے بھرپور کوشش کی اور پنجاب کو ملک کی اول نمبر کی ریاست بنا دیا۔

۱۹۷۷ء میں پنجاب میں جنتا اکالی سرکار بننے پر گیانی جی کو پھر تکالیف اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا لیکن انہوں نے بڑی مردانگی سے انہیں برداشت کیا۔

۱۹۸۰ء میں گیانی جی ہندوستان کے وزیر داخلہ بنے اور ۱۹۸۲ء میں صدر جمہوریہ کے عہدے کے لئے منتخب ہوئے۔ انسانیت میں ان کا یقین اٹل ہے۔ وہ تمام اہل وطن کو برابر سمجھتے ہیں۔

اس کتاب میں بڑی سادہ اور آسان زبان میں گیانی ذیل سنگھ کی داستان حیات بیان کی گئی ہے۔

گیانی ذیل سنگھ

پبلشرز اینڈ ایڈورٹائزرز

گیانی ذیل سنگھ

سالِ اشاعت : ________ ۱۹۹۱ء
مصنّف : ________ سریندر سنگھ جوہر
مترجم : ________ نند کشور وکرم
قیمت : ________ ۱۲۰ روپے
مطبع : ________ سنجیو آفسیٹ پرنٹرز

پبلشرز اینڈ ایڈورٹائزرز
جے-۶ کرشن نگر دہلی ۱۱۰۰۵۱

Giani Zail Singh

Price Rs 120

Publishers & Advertisers
J-6, Krishan Nagar, Delhi-110 051

ترتیب

سابق صدر جمہوریہ ہند گیانی ذیل سنگھ کی حیات و خدمات سے متعلق یہ کتاب انگریزی اور پنجابی کے معروف ادیب سریندر سنگھ جوہر نے ۱۹۸۳ء میں لکھی تھی جب کہ گیانی جی صدرِ جمہوریۂ ہند کے عظیم عہدہ پر رونق افروز تھے۔

یہ کتاب انگریزی اور پنجابی میں شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہے۔ لہٰذا اِس کتاب کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر اسے اُردو لباس پہنانے کا خیال پیدا ہوا لیکن بوجوہ اِس کی اشاعت کی منازل اُن کے عہدِ صدارت میں پایۂ تکمیل تک نہ پہونچ سکیں۔

اس لئے اب اِسے ترمیم و اضافہ کے بعد شائع کیا جا رہا ہے اُمید ہے کہ اُردو قارئین بھی اس کتاب کے مطالعہ سے گیانی جی کی زندگی کے دلچسپ واقعات اور حصول آزادی کے لئے ان کے ایثار و قربانی سے آگہی حاصل کریں گے اور اُنہیں موصوف کی عظیم المرتبت شخصیت کو سمجھنے میں مدد ملے گی جب کہ ان کی حب الوطنی سے بھرپور زندگی سے نوجوان نسل روشنی حاصل کرے گی۔

مترجم

نند کشور وکرم

جے-۶ کرشن نگر دہلی ۱۱۰۰۵۱

دیباچہ

۱۹۵۱-۵۲ء میں پیپسو سرکار کے محکمہ زراعت میں ایڈیٹر کے عہدے پر کام کر رہا تھا کہ مجھے پہلی بار گیانی جی سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ ہمیں زیادہ اناج اگاؤ تحریک سے متعلق ایک رسالے "کھیتی باڑی" کا خاص نمبر شائع کرنا تھا۔ اس سلسلے میں پٹیالہ میں ایک زرعی نمائش بھی لگائی جا رہی تھی۔ گیانی جی ان دنوں پیپسو میں محکمہ زراعت اور تعمیراتِ عامہ کے وزیر تھے اور انہیں اس نمائش کا افتتاح کرنا تھا۔

میں گیانی جی کے پاس رسالے کے لئے پیغام لینے کے لئے گیا تھا۔ وہ بڑی محبت سے پیش آئے اور بیٹھے بیٹھے پیغام لکھوا دیا۔ ان کے پاس کئی دوسرے لوگ بھی تھے۔ وہ ہر ایک کی بات بڑے توجہ سے سن رہے تھے اور مناسب کارروائی کے لئے ہدایات بھی دے رہے تھے۔

اس پہلی ملاقات نے مجھے بے حد متاثر کیا اور میرے دل میں گیانی جی کے بارے میں جاننے کی خواہش پیدا ہوئی۔ حصولِ آزادی کے لئے بے شمار افراد نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی تھیں مگر بہت کم لوگ ہوں گے جنہیں جیل میں شدید جسمانی اذیت برداشت کرنی پڑی ہوگی، اور جن کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا گیا ہوگا۔ گیانی جی ان افراد میں سے ایک ہیں جنہوں نے نہایت سخت جسمانی اذیتیں برداشت کیں۔

میں ۱۹۵۴ء میں پیپسو سرکار کی ملازمت سے حکومتِ ہند کی وزارت اطلاعات و

و نشریات میں آگیا۔ اس دوران گیانی جی سے کئی ملاقاتیں ہوئیں لیکن اُن کی یاد کے نقوش مدھم پڑ گئے۔

۱۹۷۲ء میں جب وہ پنجاب کے وزیرِ اعلےٰ مقرر ہوئے تو میں انہیں مبارک باد دینے کے لئے پنجاب ہاؤس نئی دہلی گیا۔ وہ مجھ سے اسی اپنائیت سے پیش آئے جس طرح پہلے پیش آتے تھے حالانکہ اب وہ ایک اہم ریاست کے وزیرِ اعلیٰ تھے مگر ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

اس کے بعد بھاشا وبھاگ کی تقاریب اور ادیبوں کی کانفرنسوں میں ان سے اکثر ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ اُن کی تقریروں نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا۔ اُن کا گوربانی کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ اس کی وجہ سے میرے دل میں اُن کے تئیں عقیدت بھی پیدا ہوئی۔

۱۹۸۰ء میں جب وہ حکومتِ ہند کے وزیرِ داخلہ بنے تو مجھے اس وزارت کا انفارمیشن افسر مقرر کیا گیا۔ تب گیانی جی کے ساتھ قربت بڑھ گئی اور ان کی زندگی کا قریبی مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ اسی وقت میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ گیانی جی کی زندگی کے واقعات کو ترتیب دوں تاکہ لوگوں کو اس سے روشنی ملے۔ لہٰذا میں بڑی دلچسپی سے اُن کی زندگی کے واقعات کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا۔

۱۹۸۲ء میں گیانی جی صدرِ جمہوریہ ہند بنے۔ اَب وہ وقت آگیا تھا کہ اُن کی زندگی کے واقعات کو شائع کر دیا جائے۔ تمام مواد کی ترتیب میں مجھے تین سال لگے۔ مجھے یقین ہے کہ آج کی نوجوان نسل گیانی جی کی زندگی سے بہت کچھ سیکھ سکتی ہے۔

میں ان سب دوستوں اور کرم فرماؤں کا شکر گذار ہوں جنہوں نے اس کتاب کے سلسلے میں میری مدد کی ہے

سریندر سنگھ جوہر

مکان نمبر ۲۲۵ سیکٹر ۱۵
فرید آباد (ہریانہ)

آغاز

گیانی ذیل سنگھ کی زندگی ایک پہاڑی ندی کی طرح ہے۔ جو بڑی تیزی سے رواں دواں ہے۔ اُس کے راستے میں پتھر، چٹانیں اور جھاڑیاں خواہ کچھ بھی حائل ہوں وہ ان سبھوں کو چیرتی ہوئی اپنی منزل کی جانب آگے بڑھتی رہتی ہے۔ گیانی جی بھی اپنی زندگی کے بام عروج پر پہنچ گئے ہیں انہوں نے وہ سب کچھ حاصل کرلیا ہے جس کی کوئی انسان تمنا کر سکتا ہے۔ لیکن گیانی جی جہاں آج پہنچے ہیں اس کے پیچھے تیاگ، تپسیا، عقیدت اور لگن کی ایک بڑی لمبی کہانی ہے۔

گیانی جی ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے گارے مٹی سے بنے ایک کچے مکان میں اپنی آنکھیں کھولیں۔ گھر میں شدید غربت تھی، اور دو وقت کی روٹی نصیب نہ ہوتی تھی۔ اُن کے پُرکھوں نے برسوں پہلے سکھ مذہب اختیار کیا تھا۔ بزرگوں میں سردار جبا سنگھ جیسے بہادر جرنیل تھے۔ جن کی آواز سے ہی دشمن تھرتھراتے تھے۔ اُن کے دادا سردار ہرداس سنگھ نے شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کے مبارک ہاتھوں سے "امرت" پی کر سکھ دھرم اختیار کیا تھا۔ وہ بندہ بہادر کی فوج میں شامل تھے۔ انہوں نے دشمن کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔ اور بجواڑے (ہوشیارپور) کی جنگ میں اپنی شجاعت و دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔

سردار جبا سنگھ بڑے بہادر تھے انہیں قلعے بنانے کا بھی بڑا شوق تھا۔ انہوں

نے امرتسر کی مقدس سرزمین پر ایک قلعہ کی بنیاد رکھی اور اس کا نام رام رونی رکھا۔ سردار جسا سنگھ نے بڑی کامیابی سے اس قلعہ کی حفاظت کی لہذا اُسے رام گڑھیا کے نام سے موسوم کیا جانے لگا اور قلعہ کا نام بھی رام گڑھیا قلعہ پڑ گیا۔ بعد ازاں پنجاب میں آباد وشو کرما ذات کے وہ سبھی افراد جنہوں نے سکھ مذہب اختیار کیا تھا رام گڑھیا کہلانے لگے۔ ان میں سے بہت سے افراد بڑھئی کا کام کرتے تھے یا ملک کے دفاع کے لئے فوج میں بھرتی تھے۔ مگر سبھی رام گڑھیا کہلائے۔

گیانی جی کے پر دادا سردار بدھ سنگھ نے بڑھئی کا کام ترک کر کے کھیتی باڑی کا پیشہ اختیار کیا اُن کے پاس گذر اوقات کے لئے زمین تھی لہذا آئندہ نسلیں بھی کاشتکاری ہی کرتی رہیں۔ اور کچھ افراد نے ملازمتیں بھی کر لی تھیں۔

گیانی جی کی زندگی ایک کھلی کتاب کی مانند ہے۔ جہاں سے بھی کھول کر کوئی بھی صفحہ پڑھیئے، ہر لفظ تاریخ کی تخلیق کرتا نظر آتا ہے۔ ان کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ ہر واقعہ کی خود بخود تاریخ بنتی جاتی ہے انہوں نے بڑی کم عمری ہی میں عوامی زندگی میں قدم رکھا تھا۔ ایک بار اس کارزار میں کود پڑے تو پھر مڑ کر پیچھے کی جانب نہیں دیکھا۔ اگر کہیں ایک قدم پیچھے بھی ہٹنا پڑ گیا تو پھر وہ چھلانگ مارتے ہوئے دو قدم مزید آگے بڑھ گئے۔ وہ ایک مجاہد آزادی، سماجی مصلح نیز پسماندہ طبقوں کے ہمدرد کی صورت میں نمودار ہوئے ہیں۔

انہوں نے ریاست فریدکوٹ کے حکمراں کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ کیونکہ دیسی ریاست میں شخصی حکومت قائم تھی۔ انہیں جنگ میں ایک تو شخصی حکومت کے خلاف، دوسرے برطانوی سرکار کے خلاف نبرد آزما ہونا پڑا۔ ان دونوں قوتوں نے مل کر عوام کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ لہذا ملک کو غیر ملکی تسلط سے آزاد کرانا اور ساتھ ہی ساتھ شخصی حکومت کو ختم کرنا تھا۔ راستہ بڑا دشوار تھا۔ مگر گیانی جی کے پائیہ استقلال میں کبھی لغزش نہ آئی۔

جب گیانی جی نے عوامی زندگی میں قدم رکھا تو ان کے پاس صرف تن ہی تن تھا، جو دیش کی خاطر قربان کیا جا سکتا تھا۔ دھن نام کی کوئی شے اُن کے پاس کبھی دیکھی یا سنی نہیں تھی۔ لیکن دل میں استقلال اور مستحکم ارادہ تھا جو انہیں جدوجہد کرنے کے

لئے جذبہ و جوش عطا کرتا رہا۔ ان کے پیچھے نہ تو کوئی طاقت تھی نہ سیاسی رہنماؤں سے ان کی کوئی جان پہچان تھی اور نہ انہیں اوپر اٹھانے والا کوئی دکھائی دیتا تھا۔

گیانی جی نے اپنی ابتدائی زندگی میں کئی طرح کے کام کئے۔ انہوں نے جوتوں کی مرمت کی، چارپائیاں بنیں، کھیتی باڑی کی، اپنے ہاتھوں سے چارپائیاں ٹھونکیں اور عوام میں رہ کر اور ان سے گفت و شنید کر کے ان کی زندگی کا سنجیدگی سے مطالعہ کیا اور ان کے مصائب و تکالیف کو سمجھا نیز ان کی دلی کیفیت کو سمجھنے کی بھرپور کوشش کی۔

بچپن ہی سے ان کا رجحان مذہب کی جانب تھا وہ تمام مذاہب کا مطالعہ کرنا اور اس میں وحدت و یکسانیت کے عنصر کو قبول و اختیار کرنا چاہتے تھے ان کی پیدائش ایسے گھرانے میں ہوئی تھی جہاں سکھ دھرم کا ماحول تھا۔ اور ہر وقت گوربانی کا پاٹھ ہوتا رہتا تھا۔ ان کے والد صاحب کو سکھ مذہب کا بھرپور علم تھا اور وہ ہر وقت عبادت میں منہمک رہتے تھے۔ لہذا گیانی جی کو سکھ دھرم کا علم وراثت میں ملا تھا۔ انہیں بچپن ہی سے سکھ گوروؤں کے آدرشوں، نظریات اور بنیادی عقائد سے متعلق تعلیم دی گئی تھی۔ ان اصولوں کا گیانی جی کے نازک دل پر بڑا اثر پڑا انہوں نے سکھ دھرم سے متعلق مذہبی صحیفوں اور گورو گرنتھ صاحب کا گہرا مطالعہ کیا۔ سکھ تاریخ کے بارے میں معلومات حاصل کر کے گیانی جی کے دل میں ایک نیا انقلاب رونما ہوا۔ انہوں نے سکھ تاریخ کی ورق گردانی شروع کی جو کہ لہو سے لت پت تھی۔ آج وہ جس خوش اسلوبی سے سکھ مذہب کی تشریح و توضیح کر سکتے ہیں ایسے شاید ہی کوئی سکھ دانشور کر سکے۔ سکھ دھرم کے گرنتھوں کے علاوہ گیانی جی نے گیتا، بائبل، رامائن، اور قرآن شریف کا بھی بڑی گہرائی سے مطالعہ کیا۔ وہ صرف پانچ برس کے بچے ہی تھے کہ وہ گورو گرنتھ صاحب کا پاٹھ کر سکتے تھے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ انہوں نے پنجابی، ہندی اور اردو زبان کی تعلیم حاصل کی۔

۱۹۳۸ء سے ہی گیانی جی کی پر مصائب زندگی کا آغاز ہو گیا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب انہوں نے کانگرس کی ایک شاخ فرید کوٹ میں قائم کی تھی۔ اس وقت دیسی ریاستوں میں سیاسی بیداری کے آثار بھی نہیں دکھائی پڑ رہے تھے نیز وہاں کسی سیاسی تنظیم کی بنیاد رکھنا اور کسی سیاسی سرگرمی کا آغاز کرنا بڑا دشوار کام تھا۔

کانگرس کا قیام ہی مہاراجہ کی نظروں میں سب سے بڑا جرم تھا لہذا انہیں مجرم قرار دیا گیا۔
مہاراجہ نے کانگرس کا قیام اپنے اور ریاستی حکومت کے خلاف چیلنج خیال کیا۔ جس شخص نے اس کام کی شروعات کی تھی اُسے اپنا سب سے بڑا دشمن تصور کرنے لگا۔ گیانی جی کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا۔ اُن پر طرح طرح کے تشدد کئے گئے۔ ۱۹۴۳ء تک انہوں نے زندگی کے پانچ سال قید و بند میں کاٹے۔ جیل سے رہائی کے بعد بھی انہیں چین سے نہ بیٹھنے دیا گیا۔ سی آئی ڈی نے اُن پر کڑی نظر رکھی۔ ان کا تعاقب کیا گیا۔ نیز انہیں طرح طرح کی دھمکی دی گئی اور انہیں ریاست چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔

۱۹۴۶ء تک گیانی جی پنجاب میں سکونت پذیر رہے اور پھر وہ فریدکوٹ واپس چلے گئے۔ اب اُن کے خیالات میں پختگی آچکی تھی۔ وہ گاندھی جی کے خیالات ونظریات سے متاثر ہو چکے تھے اور تحریک آزادی میں حصہ لینے کے لئے تیار تھے لہذا وہ جھنڈا ستیہ گرہ میں سرگرم ہو گئے۔ سارے فریدکوٹ کے عوام قومی پرچم کے عزت و احترام کی خاطر گیانی جی کے پیچھے چلنے لگے۔ انہوں نے ایک آواز سے کہا۔ "ہم قومی جھنڈے کی عزت کے لئے اپنی جان دے دیں گے۔" مہاراجہ نے ظلم وستم کی انتہا کر دی اور ریاستی پولیس حرکت میں آگئی۔ لوگوں پر زبردست مظالم ڈھائے گئے۔

مہاراجہ کی ظلم وتشدد کی اطلاع جب پنڈت جواہر لال نہرو کو ملی تو وہ خاص طور سے فریدکوٹ آئے۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے قومی جھنڈا بلند کیا۔ تبھی گیانی جی کا رابطہ بھی اُن سے قائم ہوا اور اسی دن سے ہی پنڈت نہرو کی نظر اس نوجوان اور باحوصلہ مجاہدِ آزادی پر مرکوز ہو گئی۔

پھر متوازی سرکار کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جو گیانی جی کی زندگی کا سب سے خطرناک واقعہ تھا۔ انہوں نے اپنی جان کی بازی لگا کر سیکریٹریٹ پر قبضہ کر لیا اور آزاد حکومت کا اعلان کر دیا گیا۔ گیانی جی کو بغاوت کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔ اور انہیں جیپ کے پیچھے باندھ کر گلیوں میں گھسیٹنے کی دھمکی دی گئی۔ تھوڑی دیر تک گھسیٹا بھی گیا لیکن بعد میں پولیس کو عقل آگئی۔ ۱۹۴۶-۴۸ء کے دوران پرجا منڈل کے صدر ۵۶-۱۹۵۴ء میں پیپسو پردیش کانگرس کمیٹی کے صدر اور بھارت سیوک سماج کے کنوینر رہے۔
۱۹۴۸-۴۹ء اور ۵۲-۱۹۵۱ء میں پیپسو سرکار کے وزیر مال اور زراعت و

پی ڈبلیو ڈی کے وزیر بنے۔

انہوں نے وزیر زراعت ہونے کے ناتے کھیت مزدوروں کے ساتھ ہونے والی سماجی اور اقتصادی ناانصافی کو ختم کیا اور چھوٹے کسانوں کی بھلائی کے لئے کئی اقدام کئے۔ آزاد ہندوستان میں پیپسو پہلی ریاست تھی جہاں ملکیت اعلیٰ کے حقوق کو کالعدم کیا گیا۔ جو کہ رجواڑوں کو ہی حاصل تھے انہوں نے ملکیت، زمین کاشت کرنے والوں کو دلوائی۔ سارے ملک میں ایک نئی مثال قائم کی۔ بسوے داری کو ختم کرنا گیانی جی کا وہ کارنامہ تھا جس کے لئے عوام ہمیشہ ان کے احسان مند رہیں گے۔

۱۹۵۶ء میں گیانی جی راجیہ سبھا کے ممبر چنے گئے۔ وہ پیپسو کے پنجاب میں ملائے جانے کے بعد ریاستی کانگرس کمیٹی کے نائب صدر بھی تھے۔ انہوں نے پارٹی کے کارکنوں میں ایک نئی روح پھونکی نیز ۱۹۵۷ء اور ۱۹۶۲ء کے پنجاب اسمبلی کے انتخابات کے دوران دن رات ایک کر کے کانگرس کی جیت کو یقینی بنایا۔ ۱۹۶۲ء میں وہ سردار پرتاپ سنگھ کیروں کی کابینہ میں وزیر بنائے گئے۔ مگر جب اسی سال اکتوبر میں چین نے ہندوستان پر حملہ کیا تو سارا ملک لرز اٹھا اس ناگہانی صورتِ حال پر گیانی جی نے وزارت سے استعفےٰ دیدیا۔ اور عوام کی بے چینی اور اضطراب کو دور کرنے کیلئے تحریک و ترغیب میں لگ گئے۔

۱۹۶۲ء سے ۱۹۷۲ء کے دوران گیانی جی نے ملک میں سر اٹھا رہی فرقہ وارانہ قوتوں کے خلاف ڈٹ کر جدوجہد کی۔ پنجاب کانگرس کے صدر ہونے کے ناتے انہوں نے کانگرس کے اصولوں اور نصب العین کا زبردست پرچار کیا۔ ۱۹۷۱ء کے لوک سبھا انتخابات اور ۱۹۷۲ء کے پنجاب اسمبلی چناؤ میں کانگرس کی جیت ہوئی اور گیانی جی کو بھی شاندار کامیابی ملی۔

مارچ ۱۹۷۲ء میں وہ اتفاق رائے سے پنجاب ودھان سبھا کے لیڈر منتخب ہوئے اور انہوں نے وزیر اعلیٰ کے عہدے کا حلف لیا وہ لگ بھگ ساڑھے پانچ برس پنجاب کے وزیر اعلیٰ رہے۔ اس عرصہ میں انہوں نے پنجاب کو ایک ایسی سرکار عطا کی جس کے دور میں پنجاب منظم اقتصادی ترقی کے راستے پر گامزن ہوا۔ انہوں نے پنجاب کی ترقی کی رفتار ہر لحاظ سے تیز کی۔ اور اُسے ہر میدان میں اوّل درجے کی ریاست

بنا دیا۔

گیانی جی کی وزارت اعلیٰ کے دور میں پنجاب کا فرقہ وارانہ اتحاد اس طرح قائم رہا جیسے انہوں نے سب مذاہب کے افراد کو ایک لڑی میں پرو دیا ہو۔ سب مذہبوں میں ہم آہنگی اور اتحاد قائم کرنے کا سہرا گیانی جی کے سر بندھتا ہے۔ ان کی زندگی مذہبی رواداری کی شاندار مثال ہے۔ اپنی پوری زندگی میں گیانی جی کا ذہن فرقہ پرستی سے کبھی آلودہ نہیں ہوا جہاں انہوں نے بڑی وسیع القلبی سے گورو گوبند سنگھ مارگ بنوایا وہاں رام تیرتھ کی ترقی و فروغ کے لئے بھی قابلِ قدر مدد کی۔ وہ آریہ سماج کی صدسالہ سالگرہ کی تقریب میں شامل ہوئے۔ اور ان کی امداد کی۔ بابا فرید، روی داس نیز بھائی جیتیا کی یاد منانے کے لئے ٹرسٹ قائم کئے، جین مت کے بانی مہاویر کی ۲۵۰۰ ویں سالگرہ کی تقاریب کی صدارت کی۔ اور اتفاق رائے سے ٹرسٹ کے چیرمین چنے گئے۔ یہ وزیر اعلیٰ کے عظیم کارنامے تھے جن سے نہ صرف انہیں شہرت ملی بلکہ ان کے اپنے دل کو تسکین و مسرت بھی ملی۔ گیانی جی کے ان کارناموں کی بدولت پنجاب میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی پیدا ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب ۱۹۷۷ء کے انتخابات ہوئے تو پنجاب میں کانگرس کو ۴۶ء۳۴ فی صد ووٹ حاصل ہوئے جبکہ ہریانہ میں ۱۴ فی صد اور ہماچل پردیش میں صرف ۱۶ فی صد ووٹ ملے تھے۔

گیانی جی کی وزارت اعلیٰ کے دور میں پنجاب میں برسوں کی اتھل پتھل کے بعد اقتصادی استحکام آیا اور ریاست میں ایک نئی طرز کی انتظامیہ دیکھنے میں آئی۔ انتظامیہ میں قابلیت اور انضباط لایا گیا۔ چاہے وہ ریاست میں پوری طرح بدعنوانیوں کو ختم نہ کر سکے مگر انہوں نے اسے جڑ سے نیست و نابود کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے پورے سماجی اور اقتصادی ڈھانچے میں تبدیلی لانے کی کوشش کی اور لوگوں کے دلوں میں ایک نیا جذبہ اور جوش پیدا کیا۔

گیانی جی نے پنجاب کی سیاست کو ایک نئے موڑ سے روشناس کیا۔ انہیں پوری طرح یقین تھا کہ پنجاب میں اتر پردیش، مدھیہ پردیش راجستھان وغیرہ دیگر ریاستوں کی سیاست کامیاب نہیں ہو سکتی اور پنجاب کو اپنی پالیسیاں نئے سانچے میں ڈھال کر اور اسے عملی جامہ پہنا کر کامیابی کی جانب گامزن ہوا جا سکتا ہے ان کا خیال تھا کہ پنجابیوں میں اتحاد و وحدت بنی رہنی چاہئے۔ اور چونکہ پنجاب سرحدی ریاست ہے لہذا یہاں پھونک پھونک کر قدم

اٹھانے کی ضرورت ہے۔

گیانی جی نے جس دانش مندی اور استقلال سے سرکار کی سماجی اور اقتصادی پالیسیوں کو آگے بڑھایا اس کی مثال کسی اور ریاست میں نہیں مل سکتی۔ انہوں نے اپنی ترقی و فروغ کی پالیسیوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ پنجابیوں کی ترقی کرنے اور بھرپور زندگی جینے کی خواہش گیانی جی کی پالیسیوں میں واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ انہوں نے اس راج کی رہنمائی کی جو ملک کی سبھی ریاستوں سے پیش پیش ہے۔ انہوں نے پنجابیوں کے احساسات و نظریات نیز خواہشات کی نمائندگی کے ذریعے ملک کے عوام کو بتا دیا کہ جہاں پنجابی ملک کے محافظ ہیں۔ وہاں بھرپور فصلیں پیدا کر کے وہ اناج کے ذخیرے بھی بھر سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنے اخلاقی اور تہذیبی فروغ و ترقی کے لئے بھی کوشاں ہیں۔

گیانی جی نے دیش میں زور پکڑ رہی فرقہ وارانہ قوتوں کو قابو میں لانے اور اُنہیں نیست و نابود کرنے کی ہر ممکن کوشش کی نیز ریاست پنجاب کو بام عروج پر پہنچا کر دوسری ریاستوں کے لئے مثال قائم کر دی۔

گیانی جی عوام ہی سے ابھرے ہیں۔ اور وہ عوام کے جذبات و احساسات سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ وہ لوگوں کے دل کی بات سمجھتے ہیں۔ انہوں نے عوام کی نبض پہچانتے ہوئے اُنہیں نئی منزل سے روشناس کرایا اور اُن کا جمہوری تنظیموں میں یقین اور مستحکم کیا۔ ان کی زندگی کا نصب العین عوام کی خدمت کرنا ہے چاہے وہ کسی عہدے پر فائز ہوں وہ عوام سے کٹ کر زندہ نہیں رہ سکتے۔ وہ عوام سے دور رہ کر اپنے کو ایسی مچھلی کی مانند محسوس کرتے ہیں، جسے اچانک پانی سے نکال کر ریت پر پھینک دیا گیا وہ عوام میں گھل مل کر زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان سے الگ رہنا ان کے لئے ممکن نہیں۔

وہ بلاشبہ ایک دوراندیش رہنما ہیں اور وہ ملک کی ترقی پسند قوتوں کی مکمل حمایت و نمائندگی کرتے ہیں۔ انہوں نے ان قوتوں کو مستحکم بنیادوں پر کھڑا کیا ہے اور ان کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائی ہے۔

۱۹۷۷ء میں ملک کی صورت حال یکسر ہی بدل گئی۔ مرکز اور کئی ریاستوں میں مخلوط سرکاروں کا قیام عمل میں آیا۔ گیانی جی کو پھر سے پُر مصائب زندگی کا سامنا کرنا پڑا نئے حکمرانوں میں انتقامی جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ اسی جذبے کے تحت گیانی جی پر ضرب کاری لگانا

چاہتے تھے۔ نئی سرکار نے انہیں ڈرایا دھمکایا اور اُن پر جھوٹے مقدمے دائر کئے نیز ہر طرح کے حربے استعمال کر کے انہیں اپنے نصب العین سے ہٹانے کی کوشش کی مگر گیانی جی ایسی مٹی کے بنے ہوئے تھے جس پر ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ بحیثیت وزیر اعلیٰ پنجاب ان کی کارکردگی کی جانچ پڑتال کے لئے گورداس سنگھ کمیشن مقرر کیا گیا۔ لیکن کمیشن کا قیام جس طریقے اور انتقام کے جذبے سے کیا گیا تھا اُس سے عوام کا اعتماد ایسے کمیشنوں سے اٹھ گیا۔ یہ کمیشن خود بھی غیر آئینی تھے۔ گیانی جی پر کئی الزامات لگائے گئے مگر ان میں سے سوائے انتظامیہ کے کاموں میں غفلت اور لاپروائی کے باقی سبھی الزام بے بنیاد ثابت ہوئے۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ سردار دربارا سنگھ کے الفاظ میں ۔ ۔ ۔ "لگاتار تعاقب کرنے، گواہوں کو تنگ کرنے، سیاسی انتقام لینے کے جذبے سے جھوٹے مقدمے بنانے کے علاوہ ——————
یہ سیاسی جانبدار کمیشن گیانی ذیل کے خلاف کوئی بھی الزام ثابت نہیں کر سکا۔ اس لئے کمیشن کی رپورٹ کو ہم نے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا ہے۔"

مرکز میں شریمتی اندرا گاندھی کے سبھی ساتھی ان کا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے کئی ساتھیوں نے بھی ان کے خلاف کام کیا، گواہیاں دیں ان کے مخالفوں کیساتھ مل گئے اور مواد اکٹھا کر کے نئی سرکار کو دیا۔ اسی طرح گیانی جی کے ساتھی بھی ان کا ساتھ چھوڑ گئے۔ ان کی اپنی پارٹی کانگرس کے رہنماؤں نے اُن کی پیٹھ میں چھرا گھونپا اور نئے حکمرانوں سے جا ملے۔ انہیں سیاسی میدان سے باہر نکالنے کی تدابیر کی گئیں ان کی عوامی زندگی کو خطرے میں ڈالا گیا نیز ان کی شخصیت پر حملے کئے گئے۔ مگر پوری ریاستی سرکار نے ان کا ساتھ نبھایا جس سے واضح ہوتا ہے کہ ریاست کے بڑے اور چھوٹے افسر اُن کے کتنے وفادار تھے انہوں نے اپنی ملازمتیں خطرے میں ڈال کر گیانی جی کا ساتھ دیا۔

یہ زمانہ گیانی جی کے لئے بڑی آزمائش کا زمانہ تھا وہ آزمائش کی اس گھڑی پر پورے اُترے۔ انہوں نے بڑے صبر و استقلال سے یہ ضرب کاری برداشت کی۔ ملک کے عوام کے ساتھ اُن کا پیار اسی طرح بنا رہا اور عوام نے بھی اُنہیں اپنا بھرپور پیار دیا جب جنوری ۱۹۸۰ء میں لوک سبھا کے انتخابات ہوئے تو گیانی جی کو ہوشیار پور حلقے سے شاندار فتح حاصل ہوئی۔ اور انہوں نے اپنے قریب ترین حریف سے ۱۲۵ ہزار زیادہ ووٹ حاصل کئے۔ ان کی جیت نے ثابت کر دیا کہ وہ اندرا ان کی پارٹی اُن کی پالیسیوں کے کارن پنجاب

میں کتنے مقبول ہیں۔

۱۴ جنوری ۱۹۸۰ء کو انہوں نے اندرا گاندھی کی کابینہ میں مرکزی وزیر داخلہ کی حیثیت سے حلف لیا

ہندوستان کا وزیر داخلہ ہونا کوئی پھولوں کی سیج نہیں۔ انہوں نے جن حالات کے دوران یہ عہدہ سنبھالا وہ اطمینان بخش نہیں تھے۔ انہیں دن رات محنت کرنی پڑی۔ کبھی ملک کے ایک کونے میں گڑبڑ ہو جاتی، اور کبھی کسی دوسرے کونے میں۔ ملک میں اقتصادی سماجی اور سیاسی حالات بگڑے ہوئے تھے ملک کے کسی بھی گوشے میں کوئی واقعہ ظہور پذیر ہوتا وہ فوراً وہاں پہنچ کر صورتِ حال کا جائزہ لیتے اور موقع پر ہی مقامی افسروں کو حالات پر قابو پانے کے لئے احکام جاری کرتے۔

کسی شخصیت سے کسی دوسری شخصیت کا مقابلہ کرنا مناسب نہیں ہوتا۔ مقابلہ ہمیں کسی فیصلے تک نہیں پہنچا سکتا۔ ہر شخص کی اپنی شخصیت ہوتی ہے اور ہر شخص کے کام کرنے کا اپنا انفرادی ڈھنگ ہوتا ہے۔ گیانی جی نہ تو سردار پٹیل ہیں، نہ ہی گووند ولبھ پنت۔ وہ اپنے طور پر دیش کے عظیم رہنما تھے۔ انہوں نے زندگی میں بہت اونچا مقام حاصل کیا تھا۔ وزیر داخلہ بننے سے پیشتر بھی انہیں انتظامی امور سے واقفیت تھی۔ انہوں نے جنگِ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ اور قابلِ قدر قربانیاں دی تھیں۔

کسی عظیم شخصیت کا مقابلہ کسی دوسری شخصیت سے نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ کوئی ریاضی کا سوال نہیں جس کے مطابق دو اور دو چار ہی ہوتے ہیں۔ صفِ اوّل کے رہنما مہاتما گاندھی، سبھاش چندر بوس، اور جواہر لال نہرو صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ آج ان جیسے عظیم رہنما کہاں ہیں؟ کیا آج مہاتما گاندھی ایسا رہنما ملک میں دکھائی دے سکتا ہے نہیں کبھی نہیں۔ اور مستقبل کے بارے میں کوئی کیا کہہ سکتا ہے؟ کل کیا ہوگا کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا مگر آج تو یہ سب رہنما تاریخ کا ایک حصہ بن چکے ہیں۔ وہ رہنما بنے اور ملک کی صورتِ حال کے مطابق حالات نے انہیں رہنما بنا دیا۔ تاریخ نے انہیں رہنما بنانے کے مواقع فراہم کئے۔ لیکن گیانی ذیل سنگھ ایسے رہبروں نے اپنی تاریخ خود لکھی ہے خود اس کی تخلیق کی ہے۔ تاریخ نے انہیں نہیں بنایا ہے گیانی جی جنگ آزادی کے ان مجاہدین میں سے تھے جنہوں نے قربانیاں کی ہیں۔ ان کے عہد میں ان ایسے رہنماؤں کا

ملنا ناممکن ہوگا۔ اب ہندوستان حصول آزادی کے لئے نہیں آزادی کو قائم رکھنے کے لئے نبرد آزما ہے۔ اب لڑائی، غریبی، ناخواندگی اور جہالت کے خلاف لڑی جا رہی ہے۔ مادرِ وطن کی پچاس فی صد آبادی غریبی کی سطح سے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے۔ اُسے اُوپر اٹھانے کی غرض سے زبردست کوشش کرنی پڑے گی۔ ایسے حالات میں وہ لوگ عوامی رہنما بن کر اُبھریں گے جو سماجی اور اقتصادی انصاف کے لئے جدوجہد کریں گے لوگوں کے معیارِ زندگی بلند کرنے کے منتہائے مقصود کو سامنے رکھ کر رہنماؤں کو میدانِ جنگ میں نبرد آزما ہونا پڑے گا۔ گیانی جی ایسے رہنماؤں میں سے ہیں جنھوں نے نہ صرف ملک کی جنگِ آزادی میں حصہ لیا ہے بلکہ ملک کے عوام کو مفلسی، بھوک اور بیماری سے نجات دلانے کے لئے کوشش کی ہے۔

گیانی جی وزیرِ داخلہ کی حیثیت سے کامیاب رہے یا ناکام اس کا فیصلہ ہر شخص اپنے طور پر کر سکتا ہے۔ جب گیانی جی وزیرِ داخلہ بنے تو وہ بڑا پُر آشوب دَور تھا انتظامی ڈھانچہ بگڑ چکا تھا۔ آسام میں زبردست کشیدگی پھیلی ہوئی تھی اور پنجاب میں رجعت پسند اور انتہا پسند قوتیں سر اٹھا رہی تھیں۔ دوسرے مسائل بھی ملک کے سامنے تھے۔

گیانی جی کے پاس انتظامیہ تجربہ وصلاحیت تھی، وہ وزیر اور وزیرِ اعلیٰ رہ چکے تھے۔ وہ ایک اعلیٰ پائے کے منتظم تھے انھیں پارلیمانی امور کا پوری طرح علم تھا آسام کے مسئلے کو ہی لیجئے۔ ان کی کوششوں کی بدولت تیل آسام سے باہر جانا شروع ہو گیا اسی طرح ملک کو جو ایک ارب روپے کا نقصان ہو رہا تھا ختم ہو گیا۔ انہوں نے سرکاری کارکنوں کو تحریک میں حصہ لینے سے روک دیا۔ ایک وقت تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ راج کے حکمراں ہی یہ تحریک چلا رہے ہیں۔ اور تحریک چلانے والے حکومت - اس سے پیشتر ایسا کبھی بھی نہیں ہوا تھا۔

گیانی جی نے انتظامیہ میں ڈسپلن پیدا کیا۔ اور سرکاری ملازمین کو قواعد کے مطابق کام کرنے کے احکام دیئے۔ اور مجرموں کے خلاف سخت کارروائی کی۔ پولیس کے ایک ڈی آئی جی کو جو پس پردہ تحریک چلانے والوں کی مدد کرتا تھا، معطل کیا گیا۔ گیانی جی کے یہ معمولی کارنامے نہیں۔

لیکن اُن کے ناقد بھی آج مانتے ہیں کہ گیانی جی نے جس اہلیت اور قابلیت سے

وزارتِ داخلہ کا کام کاج چلایا تھا ان حالات میں اس سے زیادہ ممکن بھی نہیں تھا۔

گیانی جی محنت، تیاگ قربانی اور ایثار کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ وہ پکے قوم پرست اور سیکولرازم کے حامی ہیں۔ نیز وہ امن، خوشحالی، ترقی اور یک جہتی کے آئینہ دار ہیں۔

ابتدائی زندگی

سندھواں، دہلی، بھٹنڈہ، فیروزپور ریلوے لائن پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ ریاست فرید کوٹ کا یہ گاؤں اب ترقی کر رہا ہے لیکن آزادی سے پہلے پنجاب کے گاؤں خصوصاً ریاستوں کے گاؤں کی اقتصادی اور سماجی حالت بڑی پسماندہ تھی۔ مالوے کے دیہات کی زندگی تو بہت ہی سست رفتار تھی۔ انگریز حکمرانوں اور ریاستی راجاؤں کو گاؤں کی ترقی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

سندھواں بھی عام ہندوستانی گاؤں سے کسی طرح مختلف نہ تھا کچے راستوں پر ریں ریں کرتی ہوئی بیل گاڑیاں گاؤں سے شہروں تک اناج لانے کے لئے استعمال کی جاتی تھیں۔ کسان خون پسینہ بہا کر جو اناج پیدا کرتا تھا۔ وہ مہاجن کے گودام میں پہنچ جاتا تھا۔ کبھی کبھی گاؤں کے قریب دہلی یا فیروزپور جانے والی ریل گاڑی سیٹیاں بجاتی اس کی بے حرکت زندگی میں ہلچل سی پیدا کر جاتی تھی۔ ریلوے اسٹیشن تو تھا نہیں لیکن جب ریل گاڑی گذرتی تو لوگ ریلوے لائن کے آس پاس اکٹھے ہو جاتے تھے اور شاید سوچتے تھے کہ یہاں بھی کوئی حرکت کوئی زندگی پیدا ہو سکتی ہے

جب کبھی شاہی خاندان کے کسی فرد کی کار سڑک پر دھول اڑاتی گذرتی تو گاؤں کے بچے موٹر آگئی موٹر آگئی کا شور مچاتے۔ بجلی کی روشنی تو بہت دور کی بات تھی سرسوں کے تیل کے دیئے جلا کر اندھیرے کو روشنی میں بدلنے کا اہتمام کیا جاتا اور آدھی رات مشکل

ختم ہوتی تھی کو کسان اپنا ہل اٹھا کر کھیتوں کی جانب روانہ ہو جاتا۔ لوگ چاند یا سورج کی روشنی سے وقت کا اندازہ لگاتے تھے اور اپنے کام کاج میں جٹ جاتے تھے یا پھر گوردوارے سے آرہی شبد کیرتن کی آواز وقت کا اندازہ لگانے میں مدد دیتی تھی۔ اگر صبح کوئی شخص پاٹھ کرتا ہوا گلی میں سے گذر جاتا تو باقی سوئے ہوئے لوگوں کی بھی نیند کھل جاتی۔ عورتیں مٹکیوں میں بلونی ڈال دیتیں اور جھاڑو اٹھا کر کچے کوٹھوں کی صفائی میں مصروف ہو جاتیں۔

لوگ زیادہ تعلیم یافتہ نہیں تھے اسے تھوڑا بہت پڑھا لکھا مانا جاتا تھا جو گوربانی کا پاٹھ کر لیتا یا جنگ میں گئے ہوئے کسی سپاہی کا آیا ہوا خط پڑھنے کے قابل ہوتا تھا۔

ہندوستان کے ہزاروں گاؤوں کی طرح سندھواں بھی ایک گمنام اور غیر معروف سا گاؤں تھا مگر ۱۹۸۲ء کی شروعات ہوئی تو سندھواں کا نام ہندوستان میں ہی نہیں ہندوستان سے باہر بھی مشہور ہو گیا کیونکہ اسی گاؤں کے ایک سپوت کو ہندوستان کی عظیم جمہوریہ کا صدر چنا گیا تھا۔ اسی سندھواں گاؤں میں ۵ رمئی ۱۹۱۶ء کو گیانی ذیل سنگھ کی ولادت ہوئی تھی۔ ۵ رمئی کو کارل مارکس بھی پیدا ہوئے تھے۔ یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ گیانی جی نے کارل مارکس سے کوئی اثر قبول کیا یا نہیں مگر ان کے دل میں بھی غریبوں کا درد ہے اور وہ بھی ایک ایسا سماج چاہتے تھے جس میں نابرابری نہ ہو اور اسی کے حصول کے لئے انہوں نے زندگی بھر جدوجہد کی ہے۔

سندھواں میں ایک جفاکش کسان رام سنگھ کا گھرانا آباد تھا جو دن رات محنت کر کے دھرتی کی کوکھ سے اناج پیدا کرتا تھا۔ رام سنگھ سردار بدھ سنگھ کے بیٹے تھے رام سنگھ کے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ جن کے نام سردار گورمکھ سنگھ، سردار بھگوان سنگھ، سردار تیجا سنگھ، سردار ہزارا سنگھ سردار کشن سنگھ اور شریمتی بھولی تھے۔ سردار بدھ سنگھ کھیتی باڑی کرتے تھے اگرچہ اس گھرانے کے پاس اڑھائی سو ایکڑ زمین تھی لیکن یہ پانچ بھائیوں میں بٹی ہوئی تھی لیکن اس پچاس ایکڑ زمین میں اتنا اناج پیدا کر لینا کہ آرام سے گذر بسر ہو جائے مشکل تھا۔ کھیتی کا طریقہ پرانا تھا اور پیداوار کا دارومدار بارش پر تھا۔

سردار رام سنگھ کے سب سے چھوٹے بیٹے سردار کشن سنگھ کی رفیقہ حیات شریمتی اند کور کے بطن سے تین بیٹے پیدا ہوئے جن میں سب سے بڑے سردار جاگیر سنگھ تھے منجھلے سردار ویر سنگھ اور چھوٹے گیانی ذیل سنگھ تھے۔ سردار جاگیر سنگھ کے بعد ایک بیٹی جوگندر کور پیدا ہوئی تھی۔

مئی کا مہینہ سخت گرمی کا مہینہ تھا۔ پنجاب کی لُو لوگوں کو گھروں سے باہر نکلنے نہیں دیتی تھی۔ ذیل سنگھ کی پیدائش گاؤں والوں کے لئے کوئی اہم واقعہ نہ تھا۔ ایک عام گھرانے میں ایک بچے کا جنم ہوا تھا۔ مگر رواج کے مطابق اولاد نرینہ کی پیدائش پر خوشی تو منائی ہی جاتی ہے۔ اور کچھ نہیں تو بچہ بڑا ہو کر کھیتی باڑی میں اپنے باپ کا ہاتھ ہی بٹائے گا۔ ماں اس بچے کو بے حد پیار کرتی تھی۔ کیونکہ ایک تو وہ بھائیوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ دوسرے خوبصورت بھی تھا۔ تین بیٹوں کی ماں کو اپنے آپ پر فخر کیوں نہ ہوتا۔ اب بھی اُن ماؤں کی زیادہ عزت اور قدر ہوتی ہے جن کے بیٹے زیادہ ہوتے ہیں۔ گاؤں کی عورتیں جب مبارکباد دینے کے لئے آتیں تو خوشی سے اُن کا دل جھوم اٹھتا اور فخر سے ان کی گردن اُونچی ہو جاتی۔

لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وہ ماں جس نے ذیل سنگھ ایسے بیٹے کو جنم دیا تھا تھوڑے ہی عرصے بعد راہی ملک عدم ہوگئیں۔ قدرت کو یہی منظور تھا۔ اگر آج وہ ماں زندہ ہوتی تو دیکھتیں کہ اس کے بطن سے جو بچہ پیدا ہوا تھا وہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کا صدر بن گیا ہے۔ آج تو سندھواں گاؤں کا ہر فرد و بشر پھولے نہیں سماتا مگر یہ خوشی ماں کی قسمت میں نہیں تھی۔

والدہ کی موت کے بعد ننھے ذیل سنگھ کی موسی بی بی دیا کور نے انہیں گود لے لیا اور انہیں ماں کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔

گیارہ بارہ سال تک کی عمر تک انہیں یہ محسوس بھی نہ ہوا کہ جس ماں کے سایۂ شفقت میں وہ پل رہے ہیں وہ اُن کی اصلی ماں نہیں موسی ہیں۔ موسی نے انہیں اپنے بیٹے کی ہی طرح پالا اور زندگی بھر پیار و شفقت سے پیش آتی رہیں۔ اور وہ بھی انہیں اپنی ماں ہی سمجھتے رہے۔

ہر ماں کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ اس کا بیٹا پڑھ لکھ کر کچھ بن جائے۔ اُن دنوں مائیں اپنے بیٹوں کے لئے یہ سوچتی تھیں کہ وہ بڑے ہو کر تحصیلدار، مجسٹریٹ یا تھانیدار یا پھر فوج میں لیفٹنٹ بن جائیں۔ اور اپنے خاندان کا نام روشن کریں۔ جب کبھی گاؤں کا کوئی نوجوان افسر بن کر اپنے گاؤں آتا تو اس کا کنبہ خوشی سے پھولا نہ سماتا بلکہ گاؤں کے بچے بچے کا سر فخر سے اونچا ہو جاتا۔

ننھے ذیل سنگھ کی ماں بھی شاید یہی سوچتی ہوگی۔ دوسری ماؤں کے ساتھ وہ بھی اپنے بیٹے کے بارے میں بات چیت کرتی ہوگی۔ مگر اس وقت کوئی نہیں جانتا تھا کہ تاریخ کا رُخ کیسے بدل جائے گا۔ سردار کشن سنگھ کی پچاس ایکڑ زمین ان کی ضروریات مشکل پورا کر پاتی تھی۔ وہ لوگ ایک کچے مکان میں رہتے تھے۔ سردار کشن سنگھ کا یہ چھوٹا سا کچا مکان بعد میں گیانی جی کے بیٹے نے پنڈت جیونا رام کے ہاتھ بارہ سو روپے میں بیچ دیا۔

سردار کشن سنگھ بڑے مذہبی آدمی تھے۔ گھر کا ایک کمرہ شری گورو گرنتھ صاحب کے لئے مخصوص تھا۔ جہاں صبح و شام گوربانی کا پاٹھ ہوتا۔ بچپن ہی سے ننھے ذیل سنگھ گوربانی اور سکھوں کی تاریخ سے واقف ہوتے رہے اور گوروؤں کی عظیم قربانی اور اصولوں کے لئے جان تک نچھاور کرنے کا جذبہ انہیں متاثر کرتا رہا۔ اب وہ لگ بھگ سات برس کے تھے ان کا ننھا دماغ آس پاس کے حالات کو دیکھ کر بہت دکھی ہوتا۔ ذات پات کا بھید بھاؤ کیوں ہے۔ کیوں انسان، انسان کا دشمن ہے؟ کیوں ہر طرف اُونچ نیچ کا ماحول بنا ہوا ہے۔ ان کے والد سردار کشن سنگھ رام گڑھیا ذات سے تعلق رکھتے تھے۔ اس ذات کے افراد کو پنجاب کے جاٹ کیوں کمتر سمجھتے ہیں۔ جبکہ اسی ذات سے تعلق رکھنے والے بھائی لالو جی کے گھر شری گورو نانک دیو جی نے رہ کر اونچ نیچ کے جذبے کو ختم کر دیا تھا۔ گورو نانک نے ملک بھاگو کے گھر کھانے سے اس لئے انکار کر دیا تھا کیونکہ وہ غریبوں کا لہو چوس کر دولت اکٹھی کرتا تھا۔ بھائی لالو محنت مشقت اور خون پسینہ کی کمائی کھاتا تھا۔ لیکن آج شری گورو نانک دیو جی کے پیروکار کس راستے پر چل رہے ہیں؟ شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج نے سخت الفاظ میں ذات پات کی مذمت کی تھی۔ "مانس کی ذات سبھی ایک پہچان بو" لیکن آج کوئی بھی انسان کو انسان نہیں سمجھتا۔ یہ ذات پات اور برادری کا کیا چکر ہے؟ گاؤں میں جاٹوں کے گھر ایک طرف شودروں کے گھر دوسری جانب اور رام گڑھیے اپنی الگ بستیاں بسائے ہوئے ہیں۔ گوردوارے جہاں ایشور کی عبادت کی جاتی تھی ہر ذات کے الگ الگ تھے۔ سماج نے یہ کیسی صورت اختیار کر لی تھی؟ اس کے لئے کون ذمہ دار ہے؟ بچہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جب تک سماج میں یہ ذات پات کے بھید بھاؤ ختم نہیں ہو جاتے۔ تب تک ملک کی بہتری و بہبود نہیں ہو سکتی۔ لیکن وہ اتنے کمسن تھے کہ وہ اس سلسلے میں کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ بس صرف

محسوس ہی کر سکتے تھے
وہ جب گوربانی میں درج ان الفاظ کو سنتے ۔

اول اللہ نور اُپایا قدرت دے سب بندے
ایک نور تے سب جگ اُپجیا، کون بھلے کو مندے

تو ان کی رُوح جھوم جاتی کہ عظیم ہستیوں نے ہمیں کیا نصیحت و ہدایت کی ہے اور ہم کن راستوں پر چل پڑے ہیں۔ ایک دن انہوں نے گورو گوبند سنگھ کی بہادری و قربانی کے حالات سنے تو ان کے دل میں بھی سچائی کے لئے ہر قربانی دینے کا جذبہ پیدا ہوا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے اُن کے دل سے موت کا خوف یکسر دور ہو گیا ہے۔ ان کی رگوں میں ایک نیا خون دوڑنے لگا ہے۔ اور ایک نیا طوفان ان کے دل میں برپا ہو گیا ہے۔ ایک نیا عزم و ارادہ پیدا ہوا جس میں کچھ کرنے کی کچھ کر دکھانے کی بے پناہ خواہش تھی۔

عام رواج کے مطابق کمسن ذیل سنگھ کی بھی چار پانچ برس کی عمر میں ہی منگنی کر دی گئی۔ اس وقت وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ منگنی کیا ہوتی ہے۔ اور شادی کسے کہتے ہیں تاہم وہ اپنے والدین کا اتنا فرماں بردار فرزند تھے کہ وہ اُن کی ہر خواہش کے سامنے سر جھکا دیتے تھے اُنہیں والدین یہی نصیحت کرتے رہتے تھے کہ چھوٹوں کو اپنے بزرگوں کا احترام و عزت کرنا چاہئے۔

اُن کا رشتہ شریمتی پردھان کور کے ساتھ طے کیا گیا تھا بچہ نہیں جانتا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے لیکن جب سماجی رسوم پوری کرنے کے لئے اسے چوکی پر بٹھایا گیا تو اس کے دل میں اس کا کارن جاننے کی خواہش پیدا ہوئی اُسے بتایا گیا کہ دنیاوی رسم ورواج کے مطابق منگنی اور شادی زندگی کے ضروری حصے ہیں۔ بقول گیانی جی ۔ "ہاں مجھے اتنا پتہ لگ گیا تھا کہ میں کسی بندھن میں باندھا جا رہا ہوں۔ بس اس سے زیادہ اور کچھ معلوم نہ تھا۔ میں نے سمجھا منگنی ہو گئی ہے، آئندہ جو ہو گا دیکھا جائے گا"۔

ذیل سنگھ کو گاؤں کے اسکول میں داخل کرا دیا گیا۔ وہ کچھ دنوں تک اسکول تو جاتا رہا لیکن اس کے والد اسے دنیاوی تعلیم دینا نہیں چاہتے تھے وہ تو اسے گوروؤں کے بتائے راستے پر چلا کر ایک اچھا مبلغ بنانا چاہتے تھے وہ چاہتے تھے کہ وہ سکھ مذہب کا پرچارک بن کر دُکھ درد سے پریشان انسانوں کو راحت پہنچائے۔ انہیں صحیح راستے پر

چلنے میں مدد کرے لہٰذا اُسے اسکول سے اٹھا لیا گیا۔ ——————— لیکن
اس کی حقیقی تعلیم کا آغاز ہو گیا۔ اس نے سکھ مذہب کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ گورو
گرنتھ صاحب کا پاٹھ بڑی باقاعدگی سے کیا۔ اس نے ہارمونیم بجانے میں مہارت حاصل کی
اور کیرتن کرنے کی تعلیم حاصل کر کے سکھ مذہب کے پیروکاروں کو اپنے کیرتن سے
محظوظ کیا۔ اس نے سکھ مذہب پر لیکچر دینے کی مشق بھی کی۔ اور اس میں مکمل مہارت حاصل
کی۔ اس طرح اس کی مذہبی تعلیم کی تکمیل ہوتی گئی۔

مذہبی اور پنجابی زبان کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد بچّے کو ہندی تعلیم حاصل کرنے کی غرض
سے سادھو پرم ہنس کے چیلے کے ساتھ لگا دیا گیا۔

استاد نے ذیل سنگھ کو بھرتری ہری، وچار ساگر، وچار مالا، بھاورس امرت
سار کتاولی اور پنج پستکاں کی تعلیم دی۔ ہندی کے علاوہ اس نے اُردو کی بھی تعلیم حاصل
کی۔ جب گیانی جی نے ملک کی آزادی کی جنگ میں شرکت کی اور ایک وسیع میدان میں
قدم رکھا تو انہوں نے انگریزی کی جانکاری بھی حاصل کی۔

جب اُنہیں پانچ سال کی قید سخت کی سزا سنا کر فرید کوٹ جیل میں بند کر دیا گیا تو رات
کو انہوں نے تیل کے دیئے کی روشنی میں انگریزی سیکھنے کی شروعات کی۔ سرسوں کا تیل
جو اُنہیں بالوں میں لگانے کے لئے ملتا تھا اُسے دیئے میں جلا کر وہ انگریزی پڑھتے رہے۔
اور اس طرح اپنی اس زبان میں اتنی لیاقت حاصل کر لی جو اُن کی سیاسی زندگی کی ضرورتوں
کو پورا کر سکتی تھی۔

ذیل سنگھ کا سکول جانا بند ہو چکا تھا مگر اپنے طور پر پنجابی، ہندی، اور اُردو کی
کتابیں پڑھتے رہے۔ اب وہ اپنے علاقے میں مذہبی گیت گاتے شبد کیرتن کرتے اور لوگوں
کو سمجھاتے کہ گورو نانک کی اصلی تعلیم کیا ہے۔ اُن کی آواز سُریلی نہیں تھی۔ اور عام کیرتن
کرنے والوں کی طرح وہ اونچے سُر بھی نہیں کھینچتے تھے لیکن ہارمونیم کے ساتھ جب وہ گاتے
تو سماں بندھ جاتا۔

اب ذیل سنگھ کا نام علاقے میں مشہور ہو گیا تھا۔ جہاں کہیں بھی "اکھنڈ پاٹھ" ہوتا
لوگ آکر اُن کے والد سے استدعا کرتے کہ کیرتن کے لئے اپنے بیٹے کو بھیج دیجئے۔ سردار
کشن سنگھ کی تمنا پوری ہو رہی تھی۔ جب کوئی آکر اُنہیں یہ کہتا کہ بچّے نے کیرتن کرنے میں

کمال کر دیا ہے، بچّہ بڑا ہونہار ہے، آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ آپ کے گھر میں ایسے بیٹے نے جنم لیا ہے تو ان کا دل خوشی سے جھوم اٹھتا۔ بچّے نے لوگوں کے دل میں سکھ مذہب کے تئیں جذبۂ پیار و عقیدت پیدا کیا ہے۔

سردار کشن سنگھ گیانی جی کو خدا کی امانت سمجھتے تھے۔ ہوا یوں کہ ذیل سنگھ کو چیچک نکل آئی اور حالت روز بروز بگڑتی ہی گئی بچنے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی تھی حکیم جواب دے گئے تھے۔ سارے گھر میں کہرام مچا تھا۔ سادھو لاہورا سنگھ جائفل کی مالش کر رہا تھا۔ امید اُسے بھی کوئی نہیں تھی لیکن وہ اپنا فرض انجام دے رہا تھا۔

سردار کشن سنگھ کو خالق دوجہاں پر پورا بھروسہ تھا۔ وہ عبادت گاہ میں گئے اور ماتھا ٹیک کر سچّے دل سے پرارتھنا کی: "اے میرے مالک اگر تو میرے بیٹے کو زندگی بخش دے۔ تو میں عہد کرتا ہوں کہ اُس سے کوئی دنیاوی کام نہیں لوں گا اور گورو مہاراج کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گا۔"

سچی دُعا قبول ہو گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے بچّے کا رنگ بدل گیا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں اور کچھ ہی دنوں میں وہ دوڑنے کھیلنے لگا۔ بقول گیانی جی میرے والد کو آخری دم تک یہی وشواس رہا کہ اُن کا بیٹا اُن کی پرارتھنا کی بدولت ہی موت کے منہ سے بچا ہے۔ پرماتما نے اس کی زندگی لوٹائی ہے

سردار کشن سنگھ نے زندگی بھر اپنا عہد نبھایا۔ جب تک وہ زندہ رہے انہوں نے اپنے بیٹے سے کوئی کام نہیں کرایا۔ وہ کیرتن کرتا رہا۔ مذہبی جلسوں میں تقریریں کرتا رہا اور گوروبانی سُنا سُنا کر لوگوں کو روحانیت کا پیغام دیتا رہا۔

گیانی جی کا سارا وقت اب گوربانی کے مطالعے اور اس کی تشریح اور تفسیر میں صرف ہوتا۔ انہوں نے محسوس کیا کہ گورونانک کے خیالات کو بہتر طور پر سمجھنے کے لئے دوسرے مذاہب کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ لہٰذا انہوں نے ہندو دھرم، ویدانت، اسلام اور مسیحیت سبھی کے بارے میں جانکاری حاصل کی۔ یہ جانکاری محض سرسری نہیں تھی۔ بلکہ انہوں نے سبھی مذاہب کا گہرا مطالعہ کیا اور ان کی شخصیت میں جو توازن، ٹھہراؤ، رواداری اور انسان پرستی ہے وہ اسی مطالعے کا نتیجہ ہے۔

♣

نیا موڑ

بھگت سنگھ کا تختہ ٔ دار پر لٹکایا جانا ملک کی تاریخ کا ایک اہم اور ناقابلِ فراموش واقعہ تھا۔ گیانی ذیل سنگھ کا گاؤں اس جگہ سے لگ بھگ تیس پینتیس میل دور تھا۔ جہاں بھگت سنگھ کی ارتھی جلائی گئی تھی اُن کی شہادت کی خبر گاؤں گاؤں پھیل گئی تھی۔ گاؤں میں جگہ جگہ لوگ بھگت سنگھ کی ہی باتیں کرتے تھے۔ اُس وقت گیانی جی کی عمر کوئی پندرہ سولہ برس تھی اور وہ سب کچھ سوچنے سمجھنے کا شعور رکھتے تھے۔ لیکن دوہری غلامی میں جکڑا ہوا ایک انسان سوائے یہ سوچنے کے کہ بھگت سنگھ کو کیوں پھانسی کی سزا دی گئی۔ اور کر بھی کیا سکتا تھا اس کا قصور کیا تھا؟ وہ تو صرف ملک کی آزادی کا خواہاں تھا وہ تو صرف جینے کا حق مانگتا تھا۔ لیکن کیا یہ حق مانگنے کی سزا موت ہے؟

مذہبی رجحانات رکھنے والے گیانی جی یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ یہ کیسا ظلم اور ناانصافی ہے۔ اُنہیں تاریخ کے ایسے بہت سے واقعات یاد آ گئے جہاں حق گوئی اور بے باکی کی قیمت اپنے خون سے چکانی پڑی۔ اُنہیں محسوس ہوا کہ بھگت سنگھ کی شہادت بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ آخر بھگت سنگھ بھی تو دسویں گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کا بھگت تھا۔

گیانی جی کے دل میں مذہبی جوش اور عقیدت کا بے پناہ جذبہ پہلے سے ہی موجود تھا۔ اب حب الوطنی کا جذبہ بھی بیدار ہو اُٹھا۔ سکھ مذہب نے اُنہیں آزادی کی زندگی بسر کرنے کا راستہ دکھایا۔

سِکھ دھرم نے اُنہیں سکھایا تھا کہ
ناانصافی اور ظلم کے سامنے جھکنا نہیں چاہیئے۔ اُن کے مذہبی عقائد و نظریات
پوری طرح پختہ ہو چکے تھے۔ گوردواروں کی آزادی میں حصّہ لینے والے بہادر
سکھوں نے اُن کی آنکھیں کھول دی تھیں اور اب بھگت سنگھ کی شہادت نے
اُن کے دل میں نئی مشعل روشن کر دی تھی۔ بھگت سنگھ کی قربانی و ایثار نے
ان کی زندگی کو ایک نیا موڑ عطا کیا اگر گوردواروں کی آزادی کی تحریک اُن
کے عین عالم جوانی میں شروع ہوتی تو وہ قربانی دینے والوں کی صفِ اوّل
میں شامل ہوتے لیکن اس وقت وہ چھوٹے تھے۔
"معلوم نہیں میرے دل میں کیسے خیالات پیدا ہو رہے تھے؟ ایک عجیب
سی بے چینی محسوس ہوتی تھی۔ اور اس سے مرے اندر یہ جذبہ ضرور پیدا ہو رہا
تھا کہ میں بھی کچھ کروں" گیانی جی نے بتایا۔
دن بیتتے گئے۔ سبھی گاؤں کے لوگ گیانی جی کے نام سے روشناس
ہو چکے تھے۔ اُن کے اُس وقت کے رجحانات کا اندازہ اس بات سے لگایا
جا سکتا ہے کہ اب وہ خود تلوار تیار کرنے لگے تھے۔ تلوار بنانے کی انہیں
کیا ضرورت پڑی یہ تو بنی بنائی مل سکتی تھی۔ تلوار سکھ مذہب کا ایک
لازمی حصّہ ہے لہذا وہ اُسے خود تو رکھتے ہی تھے لیکن تلوار بنانے کی اُنہیں
کیا ضرورت تھی۔؟ "میرا جی چاہتا تھا کہ میں اپنے ہاتھوں سے تلوار تیار کروں"
انہوں نے اس سلسلے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا۔
گیانی جی لوہے کو ڈھالنے سے لے کر میان تک پوری تلوار تیار کر لیتے
تھے۔
لوگ خصوصاً گھر کے افراد دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے تھے کہ آخر وہ کس
کے لئے تلواریں تیار کر رہے ہیں۔ گیانی جی کو تلوار خود حفاظتی کا ایک مظہر
دکھائی دیتی تھی جسے وقت پڑنے پر انصاف حاصل کرنے کی خاطر استعمال
کرنا وہ معقول و مناسب سمجھتے تھے۔
بھگت سنگھ کی شہادت نے اُنہیں کئی رات سونے نہ دیا۔ وہ

بھائی منی سنگھ اور بھائی متی داس کی شہادت کے دردناک حالات بیان کرتے اور اُن کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتیں۔ جب وہ بھگت سنگھ کی شہادت اور قربانی کا ذکر کرتے تو اُن کی آنکھیں سُرخ انگارہ بن جاتیں۔

اور پھر ایک دن۔ گیانی جی نے اپنے ہاتھوں سے ایک پستول بناکر سب کو حیران کر دیا۔ پستول بناکر اُنہیں ایسی خوشی ہوئی۔ جیسے اُنہیں ساری دنیا کی طاقت مل گئی ہو۔ انہوں نے پستول کیوں بنایا یہ تو وہ خود بھی نہیں بتا سکتے تھے لیکن اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُن کا رجحان کس طرف تھا۔

وقت تیزی سے گذر رہا تھا اور اُن کا دِل نئے راستوں کی جستجو میں لگا ہوا تھا گھر کے افراد سوچنے لگے کہ نوجوان کہیں بے راہ نہ ہو جائے لہٰذا اس کی شادی کر دی جانی چاہیئے۔ منگنی تو بچپن ہی میں ہو چکی تھی جب کہ اُنہیں معلوم بھی نہیں تھا کہ شادی کیا ہوتی ہے اور اس کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟ اس سے نہ صرف ایک نئے فرد کا اضافہ ہو جاتا ہے بلکہ اس کی پرورش و پرداخت کا بھی اہتمام کرنا پڑتا ہے۔ نوجوان ذیل سنگھ کی عمر سولہ برس کی تھی لیکن کیا وہ بیاہ کی ذمہ داریاں نبھانے کے قابل تھا؟

گیانی جی کے رجحانات نئی شکل وصورت اختیار کر رہے تھے۔ ان کے انقلابی خیالات آسمان کی بلندیوں میں محوِ پرواز تھے۔ اور وہ قوم وملک کے لئے جان قربان کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ جب والدین نے ان کے سامنے شادی کی تجویز رکھی تو انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ "میں شادی کے لیے قطعی تیار نہیں۔ میں یہ ذمہ داری نہیں نبھا سکوں گا۔" ان کے کورے جواب سے ماں باپ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اُن کا بیٹا ان کی حکم عدولی کرے گا۔ آج تک انہوں نے اُن کا ہر حکم مانا تھا اور اُن کی اطاعت میں رہ کر زندگی کے راستے میں آگے بڑھے تھے۔ مگر آج وہ اپنے بزرگوں کی خواہش کو پورا نہیں کر سکتے تھے۔ اُن کی بھی اپنی کچھ مجبوریاں تھیں جس شخص نے ملک کے لئے لڑنے مرنے کا تہیہ کر لیا ہو وہ ازدواجی زندگی کے بندھن میں کیسے بندھ سکتا تھا اُن کے دل میں ایک لڑائی جاری تھی لیکن

اُنہیں رہبری و رہنمائی کرنے والا کوئی دکھائی نہیں دیتا تھا۔

اُدھر والدین اور سگے سمبندھیوں نے شادی کی تاریخ مقرر کر دی۔ رشتہ داروں کو دعوت نامے ارسال کر دیئے گئے۔ ہر طرح کی تیاریاں ہونے لگیں۔ گھر میں بیحد غریبی تھی مگر رسم و رواج تو پورے کرنے ہی تھے۔ گھر میں سب سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے اُن کے بہن بھائی اُنہیں از حد پیار کرتے تھے۔ سب کو اس آخری بیاہ میں اپنے ارمان پورے کرنے کا شوق تھا۔ بہن بڑے ذوق و شوق سے کپڑے سلوا رہی تھی اور نئی بھابی کی پوشاکیں تیار ہو رہی تھیں۔ گھر میں خوشیوں کا ماحول تھا۔ شادی میں صرف دو دن رہ گئے تھے کہ گھر کا ماحول ایک دم بدل گیا۔ کیونکہ ذیل سنگھ کہیں دکھائی نہیں دے رہے تھے اور وہ قریب کے کسی گاؤں میں جا کر روپوش ہو گئے تھے۔ وہ وقت کو ٹالنا چاہتے تھے کہ شاید اُن کے والدین ان کی مجبوری کو سمجھ کر اُن کی بات مان جائیں۔ چاروں اطراف اُن کی تلاش ہونے لگی۔ ہر رشتہ دار کے گھر آدمی بھیجے گئے لیکن وہ کہیں دکھائی نہ دیئے۔ ماں باپ بہت متفکر تھے۔ بدنامی کا ڈر، پریشان نہ ہوں تو کیا کریں۔ بہر حال آخر وہ مل گئے۔ اور والدین نے بڑے لاڈ پیار سے اُنہیں سمجھایا کہ اس وقت انکار کرنا مناسب بات نہیں۔ لڑکی والے بیچارے کیا سوچیں گے ان کی عزت خاک میں مل جائے گی۔ لڑکے نے پھر بھی اُن کی بات نہ مانی حالانکہ اُن کا دل اندر سے بہت دُکھی تھا کیونکہ آج تک انہوں نے اپنے والدین کا حکم کبھی نہیں ٹالا تھا۔ وہ اُن کے ہر حکم کو حکم الٰہی مانتے تھے۔ ایک طرف دیش پیار جو قربانی مانگتا تھا اور دوسری جانب گھر کے بندھن اور جنجال۔

خیر ماں باپ بھی اپنی ضد پر اڑے رہے اور ~~جس سے~~ ذیل سنگھ کو گھوڑی پر چڑھنا ہی پڑا۔ بیاہ کی ساری رسوم پوری ہو گئیں اور اس طرح ۱۹۳۲ء میں اُن کی شادی بی بی پردھان کور کے ساتھ ہو گئی۔

بی بی پردھان کور ایک گھریلو عورت تھی۔ گھر کے کام کاج میں بڑی

مستعد اور ہوشیار، صبر و تحمل کا پیکر، شیریں زبان اور ملنسار۔ اُس نے کبھی بھی شہر کے شور و غل سے بھرپور ماحول میں رہنا پسند نہیں کیا۔

گیانی جی کی ازدواجی زندگی عیش و آرام کی زندگی نہیں تھی وہ اپنی رفیقۂ حیات کو وہ سب کچھ نہ دے سکے جس کی اُنہیں ضرورت تھی۔ جس شخص کو یہ بھی پتہ نہ ہو کہ وہ رات کہاں کاٹے گا۔ اور دن کہاں، اس کی گھریلو زندگی بھلا سکھی کیسے ہو سکتی تھی۔ شادی کے فوراً بعد ہی ملک میں انقلابی سرگرمیاں بہت بڑھ گئی تھی۔ انقلابی اپنی سرگرمیوں کے ذریعے انگریزی حکومت پر لگاتار حملے کر رہے تھے۔ اور کئی گروپ منظرِ عام پر آچکے تھے۔ گیانی جی ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کیرتن کرنے اور گوربانی سمجھانے کے لئے جارہے تھے۔ پردھان کور نے سمجھ لیا کہ اس کا شوہر اپنے راستے سے ہٹ نہیں سکتا اُسے بیڑیاں نہیں پہنائی جا سکتیں۔ اس نے اپنے آپ کو گھریلو کام کاج میں مصروف کر لیا جس سے اس کا دل بھی لگا اور گھریلو زندگی بھی خوش اسلوبی سے گذرنے لگی۔

آج جب گیانی جی اپنی زندگی کے بامِ عروج پر پہنچ چکے ہیں اور ملک کے صدر جمہوریہ ہیں تو بھی شریمتی پردھان کور راشٹرپتی بھون کے بجائے سندھواں گاؤں میں رہنا پسند کرتی ہیں۔ انہوں نے تعلیم حاصل نہیں کی لیکن زندگی کے نشیب و فراز سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ وہ جانتی ہیں کہ اُن کے شوہر کی کیا ذمہ داریاں ہیں اور اُنہیں کس طرح نبھانا ہے جب گیانی جی پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ تھے یا مرکز میں وزیرِ داخلہ تو بھی شریمتی پردھان کو کہیں بھی دکھائی نہیں دیتی تھیں۔ گیانی جی نے کبھی بھی اپنی بیوی یا گھر کے کسی فرد کو سرکاری کاموں میں مداخلت نہیں کرنے دی۔

دو الگ دھاروں میں بہنے کے باوجود دونوں میاں بیوی نے اپنے آپ کو اس سانچے میں ڈھال لیا ہے جس میں وہ ڈھلنا چاہتے ہیں۔ گیانی جی سیاست میں اُلجھے رہے اور اُن کی رفیقۂ حیات گھر اور بال بچوں کی پرورش و پرداخت میں مصروف رہیں۔

شادی کے بعد بھی گیانی جی کی مذہبی سرگرمیاں جاری رہیں۔ اُن دِنوں مذہبی پسِ منظر میں ہی سیاسی زندگی کا آغاز ہوتا تھا۔ اب گیانی جی اعلیٰ پائے کے مقرر بن چکے تھے اور اُن کی تقاریر سے عوام بڑے متاثر ہوتے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب ملک میں کئی مذہبی، سماجی اور اصلاحی تحریکیں چل رہی تھیں اُن میں سے ایک تحریک آریہ سماج کی تھی جس کے بانی سوامی دیانند تھے انہوں نے آریہ سماج کی بنیاد ۱۸۷۵ء میں رکھی تھی۔ ان کا نظریہ تھا کہ ہندو سماج میں تبدیلیاں لانے کے لئے ویدک اداروں کی اصلاح ہے لہٰذا انہوں نے سماجی تبدیلی پر بھی پورا زور دیا۔ انہوں نے ذات پات کے نظام کی بڑے زوردار الفاظ میں مذمت کی۔ اور برہمنوں کی عظمت ماننے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے دیوی دیوتاؤں کی پوجا کی بھی مخالفت کی اور صرف ایک خالق کائنات کی پرستش کرنے پر زور دیا۔

ایک بار ۱۹۳۲ء میں جب آریہ سماج کی تبلیغ اس وقت عروج پر تھی۔ پنجاب اور پنجابی ریاستوں میں جگہ جگہ پر آریہ سماجی عام اجتماعوں کا انعقاد کر کے سوامی دیانند کے خیالات و نظریات کی تشہیر کرتے اور لوگوں کو ان کے خیالات سے آگاہ کرتے۔ نیز آریہ سماج کے اصولوں پر عمل کرنے کی تحریک و ترغیب دیتے۔ آریہ سماج کو اپنے مقررین کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل تھی۔ اس کے مقررین کئی کئی گھنٹے تقاریر کر سکتے تھے۔ یہ مبلغ ٹھوس دلائل سے بھی عوام کا دل جیتنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ ایک بار بحث و مباحثہ میں پڑ گئے تو بھٹے گھنٹوں دلائل کی نذر ہو گئے۔

اسی طرح آریہ سماج نے فرید کوٹ میں بھی ایک جلسے کا اہتمام کیا۔ کئی دن پہلے ہی سے لوگوں کو بھاری تعداد میں شامل ہونے کے لئے مطلع کیا جاتا رہا۔ اس جلسے کی اہمیت و افادیت کا یہ ثبوت تھا کہ اس جلسے میں منتظمین نے سب مذاہب کے مقررین کو دعوت دی تھی اور ہر مقرر کو "مجھے اپنا مذہب کیوں عزیز ہے ؟" کے موضوع پر دلائل دے کر اپنے خیالات کا اظہار کرنا تھا۔

جلسے میں لوگ بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔ بہت سے لوگ نواحی گاؤں اور قصبوں سے بھی آئے ہوئے تھے، گیانی جی بھی تقاریر سننے وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ بڑی حیرانی کی بات تھی کہ مقررین میں سے کوئی بھی سکھ نہیں تھا جو اپنے مذہب کی خوبیوں اور اصولوں کے بارے میں لوگوں کو روشناس کرتا۔ علاقے میں سکھوں کی اکثریت تھی لیکن وہاں کوئی سکھ مقرر نہیں تھا جو سکھ دھرم کی نمائندگی کرسکتا۔

کچھ مقررین کی تقریروں کے بعد کسی نے سجھاؤ دیا کہ جلسے میں ذیل سنگھ سدھواں موجود ہے لہٰذا سکھ مذہب کے بارے میں تقریر کرنے کے لئے اُسے مدعو کیا جائے۔ منتظمین راضی ہوگئے لیکن گیانی جی کو بولنے میں ہچکچاہٹ ہو رہی تھی کیونکہ اس سے پیشتر انہیں اتنے بڑے مجمع میں بولنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اگرچہ انہیں مکمل یقین تھا کہ وہ حاضرین کو زوردار دلائل سے قائل کرلیں گے۔ اور ان کے سامنے اپنے خیالات پیش کرکے ثابت کرسکیں گے کہ انہیں اپنا مذہب کیوں عزیز ہے؟

آخر سامعین کے باربار زور دینے پر گیانی جی اسٹیج پر پہنچ گئے۔ انہوں نے زوردار تقریر کرتے ہوئے سکھ مذہب کی تشریح و توضیح کی۔ سکھ مذہب کے بنیادی اصولوں کو عوام کے سامنے رکھا۔ انہوں نے بتایا کہ سکھ مذہب میں ذات پات کی کوئی تفریق نہیں اور سب لوگ برابر ہیں۔ کوئی چھوٹا بڑا نہیں یہی وجہ ہے کہ انہیں اپنا مذہب بہت عزیز ہے۔

گیانی جی کو تقریر سن کر لوگ عش عش کر اُٹھے اور انہوں نے زور زور سے تالیاں بجا کر ان کے مؤثر خیالات و نظریات سے پسندیدگی کا اظہار کیا۔ غرضیکہ ہر طرف سے اُن کی تعریف و توصیف کی آوازیں آنے لگیں۔ ان کے احترام اور عزت میں اضافہ ہوگیا اور لوگوں نے اُنہیں اپنے کندھوں پر اٹھالیا۔ اُس دن کے بعد نوجوان ذیل سنگھ کا نام ہر شخص کی زبان پر تھا۔ وہ آج کے اجلاس کے ہیرو بن کر اُبھرے تھے اور جب وہ گھر پہنچے تو اُن کے دل کو بڑا سکون حاصل تھا انہیں محسوس ہو رہا تھا۔ کہ آج پہلی بار

انہوں نے کچھ حاصل کیا ہے لیکن عجز و انکساری کو انہوں نے کبھی بھی ترک نہیں کیا۔" میں نے کیا کیا ہے یہ تو سب کچھ اسی کے حکم سے ظہور پذیر ہوا ہے" اب انہیں اپنے مذہب پر بڑا فخر تھا اور یہ احساس فخر آج بھی اسی طرح قائم ہے۔ مذہب کے تئیں اُن کا اعتقاد و اعتماد زندگی بھر میں کبھی بھی متزلزل نہیں ہوا۔" میں نے جو کچھ بھی حاصل کیا ہے وہ اسی کے حکم سے ملا ہے ورنہ میں کس قابل ہوں"

ملک میں جنگ آزادی تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی ایک طرف تو گاندھی جی اپنی تحریک عدم تشدد چلا رہے تھے اور دوسری طرف انقلابی سردار بھگت سنگھ کے راستے پر چل کر ملک کی آزادی کے لئے لڑ رہے تھے۔ راستے الگ الگ تھے مگر منزل مقصود ایک تھی۔ منتہائے مقصود تھا حصول آزادی، غلامی کی زنجیروں کو توڑنا اور دیش کو آزاد ممالک کی صف میں کھڑا کرنا۔

۱۹۳۲-۳۳ء میں ملک کے عوام عالم جمود میں زندگی بسر کر رہے تھے سردار بھگت سنگھ کی شہادت کے بعد عوام کا عدم تشدد کے تئیں اعتقاد متزلزل ہو گیا تھا۔ دیش میں چاروں طرف غریبی، ناخواندگی، بے روزگاری پھیلی ہوئی تھی۔

بھگت سنگھ کی شہادت سے عوام کا خون کھولنے لگا تھا لیکن ابھی اُن ایسے مزید نوجوانوں کی ضرورت تھی جو ملک میں انقلاب لانے کے لئے آگے بڑھ سکیں۔ اُس وقت مہاتما گاندھی نے عدم تشدد کے ذریعہ جو بھی تحریک چلائی اس میں سکھوں نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اُن دنوں اکالی بھی کانگریس کا ایک حصہ تھے انہوں نے اپنی اوقات سے بڑھ چڑھ کر قربانیاں دیں جن بہادروں کو تختہ دار پر لٹکایا گیا ان میں سے ۹۰ فیصد سکھ تھے اور جنہیں کالے پانی بھیجا گیا اُن میں بھی اکثریت سکھوں کی تھی۔ اُن دنوں سکھوں کے رہنما ماسٹر تارا سنگھ تھے جو کانگرس تحریک میں حصہ لینے میں پیش پیش تھے اور عوام کو بھی آزادی کے لئے قربانیاں کر دینے کی تلقین و ہدایت کرتے تھے۔

ریاست فریدکوٹ کے انقلابی بھی پوری طرح سرگرم تھے۔ ۱۹۳۲ء میں گیانی ذیل سنگھ کا رابطہ جتھیدار رام سنگھ چاہل سے ہوا۔ جو اُن دنوں ریاستی اکالی دَل کے نائب صدر تھے اور بعد ازاں صَدر بھی بنے۔ جتھیدار رام سنگھ چاہل، سندھورا سنگھ اور گیانی ذیل سنگھ نے ریاست میں سماجی اصلاح کی تحریک چلائی۔ انہوں نے سادہ شادی کرنے اور فرسودہ رسم و رواج کو ترک کرنے اور سونے کے زیورات استعمال کرنے کے خلاف بڑے زور شور سے پراپگنڈہ کیا۔ نیز گوردواروں اور سماج میں اصلاح کرنا اور تحریک آزادی میں حصہ لینا اُن کی اہم سرگرمیاں تھیں۔

آگ سے کھیلنا

ایک عظیم تنظیم جس نے قابلِ تعریف خدمات انجام دیں "جگ پلٹاؤ دل" کے نام سے مشہور ہوئی۔ ۱۹۲۷ء میں پہلی بار نوجوانوں کا اجتماع امرتسر میں ہوا جن میں بڑا جوش و خروش تھا۔ ان نوجوانوں میں سردار ایشر سنگھ مجھیل، سردار آتما سنگھ شہید، شری چمن لال آزاد، سردار تیجا سنگھ سفری، سردار ارجن سنگھ، شری امیر چند گپتا وغیرہ شامل تھے۔ میٹنگ میں کئی طرح کے خیالات پیش کئے گئے جن پر مفصل بحث ہوئی۔ سب نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا اور آخر میں فیصلہ ہوا کہ جگ پلٹاؤ دل کی بنیاد رکھی جائے۔ اس تنظیم کا مقصد آزادئ وطن کے لئے کوئی بھی طریقہ کار اپنا کر جدوجہد کرنا تھا۔ تشدد اور عدم تشدد کی کوئی بھی تمیز نہیں برتی گئی۔ اس تنظیم کا صدر مقام بیاس ضلع امرتسر تھا۔

"جگ پلٹاؤ دل" کئی طرح کی اسکیمیں بناتا رہا لیکن وہ کوئی انوکھا قابلِ ذکر کارنامہ سر انجام نہ دے سکا۔ اس تنظیم کا دوسرا اجلاس مارچ ۱۹۳۲ء میں آنند پور صاحب میں منعقد ہوا جس میں تنظیم کی سرگرمیوں میں تیزی لانے کے بارے میں غور کیا گیا۔ میٹنگ کے دوران زوردار بحث ہوئی اور فیصلہ کیا گیا کہ بیلا سنگھ (ہوشیار پور) اور انوپ (مانو والا جالندھر) کو قتل کر دیا جائے انوپے نے ببر کیس میں انقلابیوں کے خلاف گواہی دی تھی معاملہ بڑا سنگین اور خطرناک تھا۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ سنت سنگھ مراری اور سردار امر سنگھ تیغ کو مئی کے مہینے میں ہتھیار حاصل کرنے کے لئے کشمیر بھیجا جائے۔

یہ دونوں کشمیر گئے جہاں ان کو ایک مستری دین محمد لوہار سے ایک پستول بارود اور ریوالور کی گولیاں مل گئیں۔

سردار امر سنگھ تیغ کسی دوسرے مسافر کے ساتھ اپنا اسلحہ رکھ کر کشمیر سے واپس آگئے۔

۳۔ جولائی ۱۹۳۲ء کو جگ پلٹاڈ دل کی ایک خصوصی میٹنگ امرتسر کے ایک پرانے ہسپتال میں بجلی میکنک بھائی جوند سنگھ کے کمرے میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس میٹنگ میں فیصلہ کیا جانا تھا کہ گورداسپور کے انقلابیوں کو بھی ساتھ ملا لیا جائے لیکن جب گورداسپور کا ایک انقلابی عجائب سنگھ میٹنگ میں حصہ لینے کے لئے امرتسر جا رہا تھا تو پولیس نے اُسے گرفتار کر لیا اور اس کا پستول بھی ضبط کر لیا۔ اس کے بعد بھائی جوند سنگھ کے گھر پر بھی چھاپہ پڑا جسے ایک رات پیشتر سانپ نے کاٹ لیا تھا اور دیسی ٹوٹکوں پر عمل کرتے ہوئے ایک معالج نے اس کے آدھے جسم کو گوبر میں دبا دیا تھا۔ جوند سنگھ نے انقلابی ادب نیز اسلحہ اپنے گھر سے باہر ایک دوست کے گھر بھیج دیا تھا بھائی جوند سنگھ اور کرتار سنگھ کو گرفتار کر لیا گیا لیکن بعد ازاں جوند سنگھ کو بیماری کی بنا پر رہا کر دیا گیا۔ امر سنگھ تیغ کی ملاقات بھائی جوند سنگھ سے ہوئی۔

سات بجے رات انقلابی ایک مقام پر اکٹھے ہوئے۔ امر سنگھ نے پوری روداد سنائی۔ گفت وشنید کے بعد آدھی رات کو انقلابی وہاں سے چلے گئے۔ امر سنگھ تیغ، بھائی بھگوان سنگھ اور بھائی آتما سنگھ پیدل ہی ترنتارن سرابلی دے بنگے لشن سنگھ کے پاس پہنچ گئے جو کہ اُن کی پارٹی کا ایک سرگرم رکن تھا اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتا تھا۔ رات کو بھائی کھڑک سنگھ کی قیام گاہ پر میٹنگ ہوئی جس میں ارجن سنگھ گرگج بھی شامل ہوا۔

بقول امر سنگھ تیغ ۴۔ جولائی کے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی۔۔۔:

گورداسپور میں حکومت کے خلاف ایک خطرناک سازش پکڑی گئی جس کا سلسلہ کشمیر تک پھیلا ہوا تھا۔ ایک خطرناک انقلابی ریوالور کے ساتھ گرفتار ـــ سازش کا سرغنہ ایک ادھیڑ عمر شخص بھگوان سنگھ ہے۔ پولیس بھائی بھگوان سنگھ

اور اس کے ساتھ آتما سنگھ کی گرفتاری کے لئے کوشاں ہیں — پنجاب میں تیسرا سازشں کیس۔"

امر سنگھ تیغ بڑے بہادر اور حوصلہ مند شخص تھے۔ وہ بھائی بھگوان سنگھ اور بھائی آتما سنگھ کے نام بدل کر بھائی ایشر سنگھ اور سنت جسونت سنگھ رکھ کر اُنہیں نرملے سادھوؤں کے روپ میں گھومتا گھماتا واڑہ وڑا کا گاؤں میں بھائی جنگا سنگھ کے گھر لے گیا۔ اُنہوں نے بڑا خطرہ مول لیا تھا۔ کیونکہ پولیس بڑی سرگرمی سے اُن کا تعاقب کررہی تھی۔ بھائی جنگا سنگھ ایک کھاتے پیتے خوشحال زمیندار تھے وہ کئی بار اکالی تحریک کے سلسلے میں جیل جاچکے تھے۔ اور علاقے میں اُن کو بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، امر سنگھ تیغ بھی علاقے سے اچھی طرح روشناس تھا اور 'جیتو کے مورچے'، کے سلسلے میں اُس نے نمایاں خدمات انجام دی تھیں۔ اس نے بھائی جنگا سنگھ سے التماس کی کہ وہ دو ہفتوں کے لئے دیش بھگتوں کو اپنے یہاں پناہ دیں بعد ازاں وہ اپنا انتظام خود کرلیں گے۔ اُنہوں نے گاؤوں میں یہ مشہور کردیا کہ اُنہیں اپنے گھر میں نرملے سادھوؤں سے گورو گرنتھ صاحب کا پاٹھ کرانا ہے لہٰذا اُن کے گھر میں گلاب سنگھ مسوانے والے کے دو چیلے سنت بابا ایشر سنگھ اور اُن کے ساتھی پاٹھ کریں گے۔

امر سنگھ تیغ کے الفاظ میں۔ "سردار جنگا سنگھ نے اپنے گھر کی صفائی کراکر کمہاروں سے نئے گھڑے منگواکر گھڑونجی پر رکھوا دیئے تھے۔ پاٹھ کے لئے ضروری اشیاء سردائی، بادام، دھوپ وغیرہ منگوالی تھیں۔ میں نے بھائی جنگا سنگھ کی جانب سے بھائی مُکھ سنگھ راگی کو خط تحریر کردیا تھا کہ اُن کے گھر میں پاٹھ کرایا جارہا ہے اور مسوانے کے سنت اس کام کو سرانجام دیں گے۔ پاٹھ کے آخری دن آپ کا راگی جتھا کیرتن کرے گا۔ اس چٹھی کا مقصد یہ تھا کہ سنت ایشر سنگھ اور سنت جسونت سنگھ کے قیام کا انتظام کردیا گیا ہے۔ میں واڑہ وڑا کا سے واپس آکر سنتوں کو ترنتارن سے ساتھ لاکر واپس وہاں پہنچ گیا تھا۔ ہماری اسکیم کامیاب رہی تھی۔ اس گاؤں میں سنتوں

کے پاٹھ کرنے کے بارے میں چرچا ہو رہا تھا۔ میرا بھیس بھی نرملے سادھوؤں والا تھا۔ میں ایسے دکھائی پڑتا تھا جیسے مالوے کے کسی ڈیرے کا سادھو ہوں۔ میری کمر میں سفید دھوتی، گلے میں بوسکی کا لمبا کرتا اور سر پر بھگوے رنگ کی پگڑی تھی۔ تیسرے دن پاٹھ شروع کر دیا گیا۔

اس طرح انقلابیوں کو پناہ مل گئی تھی اور کسی کو شک وشبہ نہیں ہوا۔ بھائی جنگا سنگھ کا گاؤں واڑہ دڑا کا کوٹ کپورہ سے چار میل کی دوری پر تھا اور ریاست فرید کوٹ میں واقع تھا۔ وہ بڑے پکے سکھ تھے اور اکالی تحریک کے سلسلے میں جیل بھی کاٹ چکے تھے، اُن کے دو ساتھی سردار سندھورا سنگھ اور سردار دلیر سنگھ متا ریاستی جیل میں بالترتیب سات سال اور چودہ سال کی قید کاٹ رہے تھے۔

سردار جنگا سنگھ کا گھر دیش بھگتوں، انقلابیوں اور مفرور افراد کا ایک اڈہ بن چکا تھا۔ کوئی نہ کوئی ان کے گھر میں ٹھہرا ہی رہتا تھا۔ اُن کی رفیقۂ حیات شریمتی پنجاب کور ایک بہادر اور دلیر خاتون تھیں۔ گو وہ پڑھی لکھی نہیں تھیں تاہم وہ اس بات سے پوری طرح آگاہ تھیں کہ اُن کے قرب وجوار میں کیا وقوع پذیر ہو رہا ہے وہ گھر میں آئے مہمانوں کی خود خاطر مدارات کرتیں اور اس میں اُنہیں بڑی خوشی کا احساس ہوتا وہ اپنے دیش پریمی شوہر کا پوری طرح ہاتھ بٹاتیں۔

اب جنگا سنگھ کا گھر مذہبی اور انقلابی سرگرمیوں کا آماجگاہ بن گیا تھا۔ دونوں وقت گوربانی کا کیرتن ہوتا اور سامعین بڑی تعداد میں کیرتن سننے کے لئے آتے۔ سنتوں کی خاطر بڑی عقیدت سے کی جا رہی تھی۔ شریمتی پنجاب کور خود اپنے ہاتھوں سے سنتوں کو دودھ پلاتیں۔ غرض کہ خوب رونق تھی اور ساتھ ہی انقلابی اپنی منزل کی جانب بڑھ رہے تھے۔

ایک دن سردار جنگا سنگھ نے امر سنگھ تیغ کو بتایا۔ سندھواں گاؤں کے بھائی گرشن سنگھ جی رام گڑھئے کے چھوٹے بیٹے ذیل سنگھ اور اس کے ساتھی اچھا کیرتن کرتے ہیں جسے سن کر حاضرین مسحور ہو جاتے ہیں۔ میں آج ہی

سردار کشن سنگھ جی کے گھر جاکر ذیل سنگھ کو لے آتا ہوں۔ وہ صبح و شام کیرتن کر کے گوربانی سُننے والے سکھ عقیدت مندوں میں سماں باندھ دے گا۔ امر سنگھ تیغ کو یہ بات جچ گئی اور اُسی دن سردار جنگا سنگھ سندھوال گاؤں سردار کشن سنگھ کے گھر گئے اس سلسلے میں اُن سے بات چیت کی۔ سردار کشن سنگھ اپنے بیٹے کی تعریف سُن کر بڑے خوش ہوئے، دوسرے دن صبح ذیل سنگھ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واڑہ دڑاکا گاؤں پہنچ گئے۔

نوجوان ذیل سنگھ اور انقلابیوں کی یہ پہلی ملاقات تھی اُسے معلوم نہیں تھا کہ یہ لوگ کون ہیں، کیا کرتے ہیں اور حصولِ آزادی کے لئے کیسے جدوجہد کر رہے ہیں۔ نوجوان ذیل سنگھ ہر بات سے بے خبر تھا لیکن وہ لوگ اس کے خیالات و رجحانات سے پوری طرح آگاہ تھے کہ وہ ملک کی آزادی میں کود نے کا حوصلہ رکھتا ہے اور حب الوطنی کا جذبہ اس کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔

قوم پرست انقلابی نوجوان ذیل سنگھ کو اپنے ساتھ ملانا چاہتے تھے کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ یہ نوجوان اُن کا قابلِ اعتماد ساتھی بن سکتا ہے اور ہر قربانی کے لئے تیار ہو سکتا ہے لیکن اس کے لئے شدید محنت اور کوشش کی ضرورت تھی۔

نوجوان ذیل سنگھ اور اس کے ساتھیوں ساون سنگھ اور کرتار سنگھ نے اپنے کیرتن سے حاضرین کو مسحور کر دیا۔ وہ تین چار دن تک اسی طرح کیرتن کرتے رہے اس دوران ذیل سنگھ انقلابیوں، سردار جنگا سنگھ، سردار جسونت سنگھ، سردار امر سنگھ تیغ، بھائی ایشر سنگھ کے ساتھ گھل مل گیا اور ان کی باتوں میں دلچسپی لینے لگا۔ وہ اُن کی باتوں کو بڑے شوق سے سُنتا اور ان پر غور کرتا کہ وہ دن بھر کیا کرتے ہیں۔ اور رات سونے سے پیشتر کیا باتیں کرتے ہیں، وہ کیا کھاتے پیتے ہیں۔ اور اُن سے کون کون ملنے آتا ہے اس کے دل میں بھی جذبات کا بحرِ بیکراں موجزن تھا لیکن ابھی انقلابیوں کو اس پر اعتماد نہیں تھا اور وہ اس پر پوری طرح یقین نہیں کر سکتے تھے لہذا نہ تو اُسے کوئی راز

بتایا جاتا اور نہ ہی اس سے کوئی ایسی فاضل بات کی جاتی جس سے اُسے یہ معلوم ہو سکے کہ اُن کی اصلی سرگرمیاں کیا ہیں؟

انقلابیوں کے امتحان لینے کے کئی طریقے تھے۔ جیسے رابطے میں آنے والے نئے شخص کے رجحانات کا مطالعہ کیا جاتا تھا کہ کیا وہ انقلابی ادب میں دلچسپی رکھتا ہے؟ کیا وہ کسی نشے کا عادی تو نہیں؟ کیا وہ ذہنی اور جسمانی اذیتیں برداشت کرنے کے قابل ہے. کیا وہ چند اذیتیں یا مصیبت آنے پر پھانسی کے پھندے سے ڈرتا تو نہیں۔ وہ پارٹی سے زیادہ کنبے کے افراد سے پیار اور اُنس تو نہیں رکھتا اور یہ کہ وہ پارٹی کے راز کسی نہ کسی دباؤ کے تحت بتا تو نہیں دے گا.

ان سوالات کے بارے میں غور وخوض ہو رہا تھا۔ اسی دوران ان انقلابیوں نے نوجوان ذیل سنگھ کو تین چار کتابیں' غدر کی گونج'، 'شہیدانِ وطن'، خون شہید وغیرہ مطالعہ کے لئے دیں۔ یہ کتابیں پڑھ کر ان کا خون کھول اٹھا جوں جوں وہ کتابیں پڑھتے اُن کا خون تیزی سے دوڑنے لگتا۔ اس طرح ان میں شہیدوں کے بارے میں مزید جاننے کی خواہش پیدا ہوگئی اور ان کے دل میں اپنی زندگی کو شہیدوں کے سانچے میں ڈھالنے کی تمنا پیدا ہوگئی اور بقول گیانی جی "مجھے شہیدوں کی زندگی نے بڑا متاثر کیا اور میں اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کے بارے میں سوچنے لگا۔ میرے دل میں ایک تڑپ سی پیدا ہوگئی۔"

اب نوجوان ذیل سنگھ اُوپر چوبارے پر جہاں انقلابی قیام پذیر تھے اکثر آنے جانے لگے تھے پہلے تو اُنہیں اوپر آنے نہیں دیا جاتا تھا لیکن جب اُنہیں سردار جنگا سنگھ نے بتایا کہ ذیل سنگھ ذہین اور قابلِ اعتماد نوجوان ہے اور اس سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں تو انقلابیوں کی تسلی ہوگئی تھی۔

ایک دن نوجوان ذیل سنگھ نے سنت جسونت سنگھ سے پوچھا "جن بہادروں اور دیش بھگتوں کی کہانی 'بندی جیون' میں شامل ہے۔ کیا کبھی اُن کے دیدار نصیب ہو سکتے ہیں۔ میں ان کا دیدار کر کے اپنے آپ کو انتہائی خوش

نصیب سمجھوں گا" نوجوان ذیل سنگھ کے دل میں دیش بھگتوں کے بارے میں مزید جانکاری حاصل کرنے کی خواہش تھی اور اس کی یہ خواہش روز بروز بڑھتی جارہی تھی۔ سنت جسونت سنگھ گہری سوچ میں مستغرق تھے اور انہوں نے اس نوجوان کو مزید کچھ بتانے کی ہمت نہ کی بس اتنا ہی بتایا۔ ہم تو صرف کڑاہ پرشاد کھانے والے سادھو ہیں۔ آپ اِن بڑے سنتوں سے پوچھئے۔ یہ اشارہ سردار امر سنگھ تیغ کی جانب تھا۔

تب انہوں نے تیغ جی کو مخاطب کرکے پوچھا۔" آپ مجھے کچھ دیش بھگتوں کے بارے میں بتائیے۔ کیا میں اُنہیں مل سکتا ہوں

تیغ جی نے اس کے جواب میں کہا۔" رات کو دیش بھگت ہمیں اکثر شرفِ دیدار بخشتے ہیں اگر انہوں نے اجازت دی تو تمہیں بتا دیں گے اور اگر انہوں نے منع کردیا تو پھر مشکل ہے۔

" آپ ضرور کوشش کیجئے گا"

" کل صبح نہا دھوکر سیدھے اُوپر آجانا اور ساری بات پوچھ لینا"

" اچھا جی "

اُس رات نوجوان ذیل سنگھ کو نیند نہ آئی وہ رات بھر دیش بھگتوں کے بارے میں سوچتے رہے۔ خصوصاً سردار بھگت سنگھ کی تصویر اُن کی آنکھوں کے سامنے گھومتی رہی۔ اور وہ ملک کے لئے جان قربان کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتے رہے۔ اگلے دن وہ صبح صبح سنتوں کے پاس چوبارے پر پہنچ گئے۔ شری گورو گرنتھ صاحب برانڈے کی بجائے کمرے میں سجا ہوا تھا وہ دیکھ کر حیران ہو گئے۔ اسٹول پر ایک موم بتی جل رہی تھی۔ تیغ جی نے اُن سے پوچھا ۔ کیا تم ان محبانِ وطن کی راہ میں چلو گے۔ جو وطن کو آزادی دلانے کے لئے سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔" پہلے تو ذیل سنگھ چپ رہے۔ لیکن جب تیغ جی نے دوبارہ کہا ۔ سوچ لے یہ راستہ بڑا کٹھن ہے۔ گھر والے تمہیں گھر سے نکال دیں گے۔ بھوکے مرو گے، در در کی ٹھوکریں کھانی پڑیں گی۔ جیل بھی ہو سکتی ہے اور پھانسی بھی۔"

یونین کا نام پٹیالہ اور پوربی پنجاب ریاستی یونین (پیپسو) ہوگا۔اس یونین

مجھے سب کچھ منظور ہے" ذیل سنگھ نے بڑی ہمت کا مظاہرہ کیا۔اس وقت نہ اس کے دل میں کوئی خوف تھا نہ ڈر۔

"اگر منظور ہے تو اس جلتی ہوئی شمع پر اپنا ہاتھ رکھو، تیغ جی نے کہا۔وہ خوش تھے کہ ایک نوجوان اُن کا ساتھی بن رہا ہے۔جس سے بہت سی امیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں۔لیکن تھوڑا سا اسے تذبذب بھی ہو رہا تھا کیونکہ ایک نیا شخص جس کے بارے میں ابھی پوری طرح جانچ پڑتال نہیں ہوئی تھی انقلابی تحریک میں شامل ہو رہا تھا۔کیا پتہ بعد میں وہ کوئی راز پوشیدہ رکھ سکے کہ نہیں، مار پیٹ، جسمانی اذیتیں اور دباؤ کے سامنے تو بڑے بڑے بہادر بھی ہمت ہار بیٹھتے تھے۔

نوجوان ذیل سنگھ نے فوراً اپنا ہاتھ جلتی شمع پر رکھ دیا۔وہ دیش پر قربان ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔اُن کا سارا خوف اور ڈر دُور ہو گیا اور وہ میدانِ جنگ میں کود پڑے۔سردار امر سنگھ تیغ نے ان کے ہاتھ کے نیچے سے موم بتی کھینچ لی اور ان کا چہرہ خوشی سے لال سُرخ ہو گیا۔ آج بھی گیانی جی کے بازو کے جلے ہوئے حصہ پر نشان دیکھا جا سکتا ہے۔ راقم الحروف نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔تیغ جی نے رِبوا اور گیانی جی کے گلے میں ڈال دیا گیانی جی کی آنکھوں میں چمک آگئی۔نئی چمک۔ انہوں نے گورو مہاراج کے حضور میں کھڑے ہو کر سچے دل سے انہیں حاضر ناظر جان کر عہد کیا کہ وہ ملک کی آزادی کے لئے تن من اور دھن قربان کر دیں گے۔دھن تو اُن کے پاس تھا نہیں جو وہ قربان کرتے لیکن تن اور من ان کا آزادئ وطن کے لئے اور بعد حصولِ آزادی اس کے استحکام اور سالمیت نیز اس کی ترقی و فروغ کے لئے وقف رہا۔

اب گیانی جی کے رجحانات میں تبدیلی آچکی تھی۔شہید بھگت سنگھ کی تصویر ان کی آنکھوں کے سامنے تھی۔ایک دن وہ سردار امر سنگھ تیغ اور بھائی ایشر سنگھ کو اپنے گھر سندھواں لے گئے بھائی کشن سنگھ کے گھر کا ماحول مذہبی تھا۔سیدھے سادھے لوگ زندگی سے

بڑے ہوئے تھے۔ آمدنی بہت کم تھی اور روٹی کا گذارا بھی بڑی مشکل سے چلتا تھا۔ زمین کی آمدنی برائے نام تھی لیکن یہ گھرانہ تھا بڑا آؤ بھگت کرنے والا۔ آنے جانے والوں کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ یہ وہ گھرانہ تھا جہاں سے کوئی کھائے پئے بغیر نہیں جا سکتا تھا۔ کشن سنگھ کا زیادہ تر وقت پوجا پاٹھ میں گذرتا تھا۔ سردار امر سنگھ تیغ کے الفاظ میں۔ "بھائی کشن پرانے خیالات کے سکھ تھے دیکھنے میں وہ بھائی لالو جی کی ہی مورتی تھے۔ وہ بڑے پریم سے اُٹھ کر ہم لوگوں سے ملے تھے ایک چھوٹے سے چوبارے پر ہمارے لئے چارپائیاں بچھادی گئی تھیں۔ ماتا جی نے بڑے پیار و شفقت سے ہمیں شربت وغیرہ پلانے کے بعد کھانا بھی تیار کر کے کھلایا شکر، گھی، لسی، آچار یہ تھیں اُن دنوں مالوہ کی سوغاتیں۔ وہاں کچھ دیر ٹھہر کر ہم باڑے کی جانب روانہ ہو گئے۔ بھائی کشن سنگھ ہمیں دور تک الوداع کہنے کے لئے آئے تھے۔ وہ بار بار" پھر بھی جلد درشن دیجئے گا "، کے الفاظ دہرا رہے تھے۔ وہ سنتوں، سادھوؤں کے بڑے عقیدت مند تھے، میں نے ایک رازدارانہ نگاہ گیانی جی پر ڈالی اور کہا۔ بھائی صاحب جی ست سنگ کا ہی فائدہ ہے۔ دُنیا دکھوں کا گھر ہے۔ آپ کا یہ بیٹا بڑا خوش قسمت دکھائی پڑتا ہے۔ اس کے ماتھے پر حکمرانی کی ریکھا ہے۔ ہم نے سنت دھرم داس جی ایسے مست ملنگ اور برہم گیانی کے درشن کئے ہوئے ہیں۔ علم قیافہ بھی کوئی شے ہے (دل میں کہ یہ لڑکا ہمارے چکر میں آگیا تو تخت پر تو نہیں تختے پر ضرور چڑھ جائے گا)

واڑے دڑاکا میں عام پاٹھ کی شروعات کئے ہوئے دس دن بیت چکے تھے۔ انقلابیوں کو کافی سکھ چین مِل چکا تھا۔ آرام ہی آرام کوئی پریشانی نہیں تھی۔ نہ تو اُن پر کسی کو شک وشبہ ہوا تھا۔ اور نہ فی الحال اُن کا کوئی تعاقب کر رہا تھا۔ بی بی پنجاب کور تن من سے اور بڑے صبر و تحمل سے انقلابیوں کی خدمت کرتی رہیں۔

واڑہ دڑاکے میں یہ لوگ کوٹ کپورے سے اخبارات منگوا کر پڑھا کرتے تھے۔ تاکہ وہ ملک کی صورت حال سے آگاہ رہیں۔ ویسے ملک میں پوری طرح

جمود تھا گرملک کے نوجوان دل ہی دل میں "تڑپ رہے تھے۔
ایک دن سردار امر سنگھ تیغ کوٹ کپورے جانے کے لئے تیار ہو رہے تھے۔ تاکہ اخبارات وغیرہ خود خرید کر لے آئیں۔ اس وقت سنت جسونت سنگھ جی ان کے پاس کھڑے تھے۔ تیغ جی نے اپنا ولایتی پستول الماری میں سے نکال کر اپنی قمیض کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔ وہ اب جانے کے لئے بالکل تیار تھے معلوم نہیں انہیں کیا سوجھی کہ وہ بھائی ایشر سنگھ کا ۳۸ بور کا پستول الماری میں سے نکال کر دیکھنے لگے۔ انہوں نے سنت جسونت سنگھ سے کہا کل انہوں نے اسے گریس اور تیل دیا تھا لیکن پھر بھی اس کا ٹریگر بڑا سخت ہے۔
یہ نرم ہونا چاہئے تاکہ وقت پر ٹھیک چل سکے۔ معلوم نہیں کیا وجہ ہے۔" اچانک اُن سے ریوالور کا ٹریگر دب گیا۔ جس سے وہ چل گیا۔ بڑے زور کا دھماکہ ہوا اور گولی سنت جسونت سنگھ کو لگ گئی۔ جس سے وہاں گھبراہٹ پھیل گئی کہ اب پتہ نہیں کیا ہوگا۔ صورت حال کا سامنا تو کرنا ہی تھا تیغ جی نے سنت جسونت سنگھ جی کو پلنگ پر لٹا دیا۔ ویسے وہ پوری طرح ہوش میں تھے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم تھا۔ کہ کل بھائی ایشر سنگھ جی نے ریوالور بھر کر رکھ دیا تھا۔ اور اُسے سیفٹی بھی نہیں لگائی تھی" "چلو کوئی خدشہ نہیں بچاؤ ہی ہو گیا ہے۔ تیغ جی نے آہستہ سے کہا۔ انہیں اپنی جان کی تو کوئی فکر نہ تھی لیکن اگر یہ راز کھُل گیا تو بہت بُری بات ہو گی۔ پولیس نے آکر چھاپہ مارا تو کیا ہوگا۔ انقلابی تحریک کو دھکا لگے گا۔
نیچے گیانی ذیل سنگھ جی ہر روز کی طرح کیرتن کر رہے تھے۔ ڈھولک، چمٹے اور ہارمونیم کی ملی جلی آواز میں سامعین ریوالور چلنے کی آواز نہ سُن پائے۔ کیرتن سننے والے عقیدت مند اپنی دھن میں مست تھے۔ لیکن گورو مہاراج کے حضور میں بیٹھے بھائی ایشر سنگھ کی آواز سُن کر انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ اوپر کوئی واردات ہو گئی ہے۔ انہوں نے بھائی جنگا سنگھ کو اوپر جانے کا اشارہ کیا۔ اوپر جاکر بھائی جنگا سنگھ نے تیغ جی سے پوچھا۔

"کیا ہوا۔"

"آپ کے سامنے زخمی پڑا ہے۔ خود دیکھ لیجئے۔"

"اب کیا ہوگا؟"

"پہلے آپ فوراً شراب دلا یئے۔"

بھائی جنگا سنگھ نے فوراً الماری میں سے شراب کی بوتل نکالی جو کہ غالباً اُن کے بھائی کی تھی جو کہ سرکاری ملازمت میں تھا۔ تیغ جی نے سنت جسونت سنگھ کو گلاس میں ڈال کر شراب پلا دی۔ انہیں نشہ چڑھ گیا اور انہوں نے مستی میں بسمل کا گیت گانا شروع کر دیا۔ وہ اپنا دکھ درد بھول گئے ؎

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

نیچے کسی کو پتہ نہ چلا۔ کیرتن کے خاتمے پر لوگ پرشاد لے کر اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے۔

اب انقلابی یہ سوچ رہے تھے کہ اب سنت جسونت سنگھ کو کسی ڈاکٹر کو کیسے دکھایا جائے۔ زخم گہرا تھا۔ سنت جسونت سنگھ کو ماتا پنجاب کور نے دودھ پلایا اور آشیرباد دی۔ انہیں نیند آ گئی۔ ماتا پنجاب کور نے اُن کی ٹانگ کو بغور دیکھ کر تیغ جی کو بتایا کہ گولی ٹانگ میں لگی تو ضرور ہے لیکن باہر نکل گئی ہے۔ گولی والی جگہ سے خون بہہ رہا ہے۔ تیغ جی نے پھاہا شراب میں بھگو کر زخم پر باندھ دیا۔

لیکن حالت پھر بھی بڑی نازک تھی۔ زخمی سیاسی مفرور تھا اس کے بارے میں اشتہار شائع ہو چکے ہیں اور پھر باقی کے ساتھی بھی مفرور تھے۔ لہذا سنت جی کی مرہم پٹی کرانی انتہائی ضروری تھی۔ نزدیک میں کوئی قابلِ اعتبار ڈاکٹر بھی نہیں تھا۔ ذیل سنگھ بہتری دوڑ دھوپ کر رہے تھے۔ انہوں نے ایسا حادثہ پہلی بار دیکھا تھا۔ ابھی انہیں انقلابیوں میں شامل ہوئے کچھ ہی دن ہوئے تھے۔ لیکن انہوں نے ہمت وحوصلہ

ہی ہی ا

نہ رہا اور بھائی جنگا سنگھ کا خط لے کر کوٹ کپورے ایک ڈاکٹر کو لینے کے لئے روانہ ہو گئے اور انہوں نے چار میل کی مسافت بڑی سرعت سے طے کر لی۔ لیکن تیغ جی کو انہیں بھیجنا اچھا نہیں لگا۔ نوخیز عمر لڑکے کو اس طرح بھیجنا مناسب نہ تھا انہوں نے بھائی جنگا سے کہا کہ وہ جا کر انہیں واپس بلا لائیں کیونکہ کوٹ کپورے کا ڈاکٹر سرکاری تھا اور سرکاری ہسپتال میں داخل کرانے کا مطلب سارا راز افشا ہو جانا اور سب کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو جانا تھا یہ کس پر یقین کیا جا سکتا ہے ہر کوئی اپنی جان بچانا چاہتا تھا۔ بھائی جنگا گیانی جی کو واپس بلا لائے۔ پھر اس مسئلے پر غور و فکر ہوا اور فیصلہ ہوا کہ زخمی کو مکتسر ڈاکٹر کہر سنگھ سندھو کے پاس لے جایا جائے۔

اگلے دن صبح تیغ جی مکتسر پہنچ گئے۔ ڈاکٹر کہر سنگھ سبکدوش فوجی تھے انہوں نے فوجی ملازمت خود ہی چھوڑی تھی اور اب دیش بھگتوں کی کھلم کھلا امداد کرتے رہتے تھے اور انہیں پناہ دیتے تھے۔ وہ بڑے حوصلہ مند شخصیت تھے اور ان میں حب الوطنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ جیتو کے مورچے میں گرفتار بھی ہوئے تھے۔ ان پر کئی طرح کے دباؤ ڈالے گئے۔ لیکن ان پر کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ اپنے راستے سے نہ ڈگمگائے ریڈ کراس کے زور ڈالنے پر انہیں رہا کر دیا گیا تھا۔ تیغ جی ڈاکٹر صاحب کو ملے۔ وہ ایک دوسرے سے پہلے ہی اچھی طرح واقف تھے۔ انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو پوری تفصیل سنائی اور درخواست کی کہ وہ بھائی جسونت سنگھ (اصلی نام بھائی آتما سنگھ) کا علاج معالجہ کریں۔ ڈاکٹر صاحب کا نجی ہسپتال تھا انہوں نے پہلے انکار کیا اور کہا۔ "میرا ابھی نیا نیا کام ہے۔ اگر ذرا بھی بات باہر نکل گئی تو میں تباہ و برباد ہو جاؤں گا۔ دشمن چاروں اطراف پھرتے رہتے ہیں۔ سرکار نے ہر طرف مخبر چھوڑے ہوئے ہیں۔ ڈر ہی ڈر ہے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔"

"لیکن اس وقت میں اور کہاں جا سکتا ہوں۔ زخمی درد سے تڑپ رہا ہے کچھ مہربانی کیجئے۔" تیغ جی نے منت کی۔

"آپ کو جتنے روپوں کی ضرورت ہے مجھ سے لے جایئے اور کوئی دیگر انتظام کر لیجیئے۔"

"ڈاکٹر جی اب تو یہ کام آپ ہی کو کرنا پڑے گا۔ اور کوئی چارہ نہیں"

"اچھا دیکھتا ہوں۔"

ڈاکٹر جی کے ان الفاظ سے تیغ جی کی ہمت بڑھی

"لیکن دیکھئے زخمی کو راتوں رات دن نکلنے سے پہلے پہلے آپ ہسپتال لے آیئے۔ کمپاؤنڈر کو بھنک بھی نہیں پڑنی چاہئے۔ معاملہ بڑا سنگین ہے۔"

"جیسے آپ چاہتے ہیں ویسے ہی ہوگا۔"

کمپاؤنڈر کو بتایا جائے کہ انہیں سوا چبھ گیا ہے۔ دو دوست ہنسی ہنسی میں کھیل رہے تھے۔

ڈاکٹر صاحب خطرہ مول لے کر سنت جی کا علاج کرنے پر رضامند ہو گئے تھے۔ تیغ جی واڑہ ڈڑاکا آ گئے۔ فیصلہ کیا گیا کہ سنت جی کو بیل گاڑی میں بٹھا کر ۱۸ میل کی مسافت طے کر کے انہیں مکتسر پہنچایا جائے۔ بھائی جنگا کی بیل گاڑی کا ایک بیل بڑا کمزور تھا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ راستہ ہی میں رہ جائے اور سارا معاملہ چوپٹ ہو جائے۔

شام ہو گئی تھی اور دھیمی دھیمی بارش پڑ رہی تھی۔ اگر بھائی جنگا سنگھ کسی اور سے بیل مانگتے۔ تو راز آفشا ہونے کا خدشہ تھا۔ ہر طرف خطرہ ہی خطرہ تھا۔ برسات میں جانے سے بھی لوگوں کو شک پڑ سکتا تھا۔ بھائی جنگا سنگھ نے کہا۔۔۔ اگر ہماری بیل گاڑی ایک بیل کے ساتھ چھ سات میل تک چلی جائے تو آگے چھیل والی سے میں اپنی بہن کے گھر سے دوسرا بیل لے سکتا ہوں۔ بھائی ایشر سنگھ نے فوراً جواب دیا۔

"آپ گڈے میں بیل جوڑیئے میں اپنے بازوؤں کے بل پر دوسرے بیل کو چلاتا چلوں گا۔"

بات سب کو جچ گئی۔ بیل گاڑی پر تربال ڈال کر نیچے گدا بچھا کر سنت جی کو لٹا دیا گیا۔ ماتا پنجاب کور نے کچھ پراٹھے اور ڈھیلیوں کا اچار ساتھ

باندھ دیا۔ تیغ جی نے پستول جیب میں رکھ لیا اور بھائی ایشر سنگھ نے ارداس کرنے کے بعد اپنے بازوؤں پر کپڑا لپیٹ کر بیل گاڑی کا جُوا اُٹھا لیا اور بیل گاڑی چل پڑی۔ اس وقت بارش بھی تیزی سے شروع ہوگئی تیغ جی اور گیانی جی بیل گاڑی کو پیچھے سے دھکیل رہے تھے۔ پھر گیانی جی کو آگے بیل کی جگہ جوت دیا گیا۔ اور وہ پوری طاقت سے گاڑی کو کھینچنے لگے۔ انسان بیل کا کام انجام دے رہا تھا۔ اس کے پس منظر میں سوائے جذبۂ حب الوطنی کے اور کیا ہو سکتا تھا۔ یہ گیانی جی کا آگ کے ساتھ پہلا کھیل تھا آگ کے انگارے انہوں نے اپنے ہاتھ میں پکڑ لئے اور وہ آگ پر چل رہے تھے۔ عجیب صورت حال تھی اُس وقت دیش پریم کے سوائے کچھ بھی ان کے سامنے نہیں تھا۔

چھیل والی پہنچنے پر انہوں نے چین کا سانس لیا۔ بھائی جنگا سنگھ کی بہن سے بیل لے کر گاڑی میں جوتا گیا اور پھر وہ آگے کی جانب چل پڑے۔ ۸ میل کا سفر طے کر کے دن چڑھنے سے پیشتر ہی وہ مکتسر ہسپتال میں پہنچ گئے۔ سنت جی کو ہسپتال میں داخل کرانے کے بعد سب نے سکھ کا سانس لیا۔ ایک منزل طے ہوگئی اور گیانی ذیل سنگھ جی بھی اس امتحان میں پاس ہوگئے تھے ان کی آنکھوں میں چمک اور دل میں اطمینان تھا۔ وہ پہلی بار آگ پر چلے تھے۔ اور اُن کے پاؤں نہیں جلے تھے۔

ڈاکٹر صاحب اُنہیں دیکھ کر بڑے حیران ہوئے اور کہنے لگے۔ آپ نے بڑی ہمت کی ہے۔ بارش اندھیرے اور خراب راستے کی پروا نہ کرکے آپ یہاں تک پہنچے ہیں۔

زخمی کی مرہم پٹی کر دی گئی۔ کوئی خطرے کی بات نہ تھی۔ سنت جی دودھ پی کر سو گئے۔ بھائی جنگا سنگھ بھی تھوڑی دیر کے لئے لیٹ گئے۔ تیغ جی اور بھائی ایشر سنگھ مستقبل کے بارے میں سوچنے لگے۔ دن کو بھائی ایشر سنگھ اپنے گاؤں واپس چلے گئے۔ تیغ جی وہیں اپنے ایک دوست ارجن سنگھ کے پاس قیام پذیر رہے۔ بھائی ایشر سنگھ جی اور تیغ جی کچھ دنوں تک سنت جسونت سنگھ جی کی تیمارداری کرتے رہے۔ تیغ جی مکتسر

سے ترنتارن گئے اور وہاں سے اپنے دوست بھائی کھڑک سنگھ سے کچھ روپے لے کر واپس مکتسر آ گئے۔ سنت جسونت سنگھ جی سے کہا گیا۔ کہ وہ رو بصحت ہونے پر بھائی ایشر سنگھ جی کے ساتھ سنگھ بیلے پہنچ جائیں۔ اڈہ بدل لینا ہی اچھا ہے۔

گیانی جی پہلے امتحان میں کامیاب ہوئے تھے وہ واپس سندھواں چلے گئے۔ ان کے دل میں جذبہ حب الوطنی ایک نئی شکل اختیار کر چکا تھا۔ کون جانتا تھا کہ اس رات بیل گاڑی کو ڈھکیلنے اور کھینچنے والا نوجوان ایک دن ہندوستان کا صدر بن جائے گا کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

وقت گذرتا گیا۔ اب وہ نوجوان ذیل سنگھ سے گیانی ذیل سنگھ کہلانے لگا۔ انہوں نے گورمکھی میں اتنی تعلیم حاصل کر لی تھی کہ اب انہیں تعلیم یافتہ سمجھا جانے لگا تھا۔ ایک داستان کا خاتمہ ہوا تھا۔ اور دوسری کا آغاز ہو رہا تھا۔

اس کے بعد گیانی جی کا رابطہ ان انقلابیوں سے ٹوٹ گیا۔ وہ الگ تھلگ ہو گئے۔ گیانی جی اور انقلابیوں کا راستہ الگ الگ ہو گیا منزل مقصود چاہے ایک تھی۔ وہ ایک ندی کے دو کنارے تھے جو مل تو نہیں سکے۔ لیکن اُن کے اندر بہہ رہا پانی مشترکہ کھیتوں کی آبیاری کر سکتا تھا۔ ۳۵-۱۹۳۴ کا زمانہ تھا جب گیانی جی نے فرید کوٹ کے مہاراجہ ہرِندر سنگھ کے خلاف جدوجہد کا آغاز کیا۔ ایک اصولی لڑائی کی بنیاد تھا تاریخ کے دوراہے پر دونوں نے اپنا اپنا رول نبھایا اور اپنے نظریات و خیالات کے مطابق اپنا رول ادا کیا۔ اس میں کہیں ذاتی دشمنی اور مخالفت دکھائی نہیں دیتی۔ گیانی جی کی جنگ ایک شخصی نظام حکومت کے خلاف تھی۔ جس کے تحت [illegible] عوام پر ظلم ڈھایا جا رہا تھا۔ اور لوگوں کو بنیادی حقوق سے محروم رکھا جا رہا تھا راجہ سے ذاتی مول لے کر بھلا انہوں نے کیا لینا تھا؟ ریاستی عوام کو راجاؤں کے چنگل سے آزاد کرانا اور ملک کو آزاد کرانا اُن کا منتہائے مقصود تھا۔

جب گیانی جی نے رجواڑہ شاہی کے خلاف لڑائی کی ابتدا کی تو ان کی والدہ نے انہیں بہت سمجھایا کہ بیٹے راجاؤں کے خلاف کبھی لڑنا نہیں چاہیئے۔ راجے تو رب کے روپ ہوتے ہیں۔ وہ ہمارے اَن داتا ہیں اُن کا احترام کرنا چاہیئے۔ وہ تو لوگوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ گیانی جی نے اپنی والدہ کے ارشادات سُنتے تو چپ سادھ لی لیکن ایک واقعہ رونما ہو گیا جس نے نہ صرف گیانی جی کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا بلکہ تاریخ کا رُخ بدل کر رکھ دیا۔

۳۴-۱۹۳۳ء میں راجہ ہرنیدر سنگھ نے دسہرے کے موقع پر شاہی دربار کا انعقاد کیا۔ شاہی محل میں بڑا اعلیٰ اور شاندار انتظام کیا گیا۔ لاتعداد معزز مہمانوں کو دعوت نامے بھیجے گئے۔ کئی رجواڑے اور اُن کے کارندے اعلیٰ افسر، اور بڑے بڑے بیوپاری اور زمیندار رسمِ تاجپوشی کی تقریب میں شرکت کے لیے آئے۔

گیانی جی کی والدہ نے کہا کہ وہ بھی ضرور جائیں ایشور انہیں خود راج پاٹ دے رہا ہے۔ انہوں نے اپنی والدہ کی حکم عدولی نہ کی اور سندھواں سے چل کر فرید کوٹ پہنچے وہاں بڑی رونق تھی اور محل دلہن کی مانند سجا ہوا ہوا تھا۔ لیکن کیا دیکھتے ہیں کہ امیر اور دولت مند تو ہال کے اندر ڈٹے ہوئے تھے۔ لیکن بیچارے غریب اور کسان باہر سڑکوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ بس راجہ صاحب انہیں درشن دیدیں۔ اور وہ اُن کی شان میں نعرے بلند کریں۔ انہیں ایسا ہی کرنے کا حکم ملا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے بھیڑ بڑھ گئی۔ تھوڑی سی ہلچل ہوئی۔ شور و غل مچ گیا۔ لیکن جوں ہی شور و غل ہوا پولیس نے لاٹھی چارج کر دیا۔ لوگوں کو مار پیٹ کر زخمی کر دیا گیا۔ گیانی جی نے نہ صرف یہ کہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ بلکہ انہیں بھی بید لگے۔ وہ مشتعل ہو اٹھے۔ اُن کی روح چیخ اٹھی — بھلا راجے حکومت کریں اور رعایا لاٹھیاں کھائے یہ کہاں کا انصاف ہے۔"

اُن کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا اور ہمیشہ کے لئے نقش ہو کر رہ گیا۔ راجہ کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ اور وہ دل میں آگ کے شعلے

بھڑکا کر گاؤں واپس آ گئے۔ اس واقعہ نے تاریخ کا رخ بدل دیا۔ رجواڑہ شاہی کو ختم کر کے ہی وہ چین کی سانس لیں گے۔ انہوں نے مصمم ارادہ کیا اور آیندہ چودہ پندرہ برس وہ اس منتہائے مقصود کے حصول کے لئے جدوجہد کرتے رہے اور آخر کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ اگر اُن کی والدہ زندہ ہوتیں تو وہ اُنہیں بتاتے کہ "ماں راجے رَب کا روپ نہیں ہیں، رعایا رب کا روپ ہوتی ہے۔"

۱۹۳۷ء میں ایک اور واقعہ رُونما ہوا۔ گیانی جی کے والد بھائی کشن سنگھ کا انتقال ہو گیا۔ اُن کے دل کو گہری چوٹ لگی۔ سارا کنبہ درد و کرب سے صیح اُٹھا۔ ہاہاکار مچ گئی۔ کنبہ کے سربراہ کا اس دُنیا کو چھوڑ کر جانا کنبے کے لامحدود دکھ اور غم کا باعث تھا۔ وہ والد جن سے گیانی جی نے بہت کچھ سیکھا تھا اُنہیں ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گئے تھے۔

بڑھتے قدم

جب جیتو کے مورچے میں شرکت کرنے والے کارکن رہا ہو کر آئے تو فریدکوٹ اکالی دل نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ مقامی اکالی مورچہ قائم کیا گیا جس کے صدر سردار رام سنگھ چاہل اور سیکریٹری سردار سندھورا سنگھ منی سنگھ والا مقرر کئے گئے۔ ابتدا میں فریدکوٹ اکالی دل نے مہاراجے کی حمایت کی۔ مہاراجہ نے عوام کی بھلائی کے لئے کچھ اچھے کام کئے تھے لہٰذا انہیں امید تھی کہ اگر مہاراجہ سے درخواست کی جائے تو اُن کے مطالبات منظور کر لئے جائیں گے۔ اس امید پر وہ مہاراجہ کی ہر پالیسی کی حمایت کرتے رہے۔ انہوں نے کوئی تحریک نہیں چلائی صرف مہاراجے کی حمایت کرتے رہے۔

گیانی ذیل سنگھ نے فریدکوٹ اکالی دل کی سرگرمیوں میں نمایاں حصہ لیا۔ ۱۹۳۷ء میں وہ اکالی جتھہ کے سکریٹری منتخب کئے گئے۔ اکالی دل میں بھی زبردست تبدیلی رونما ہوئی۔ اس وقت گیانی جی کا عالم شباب تھا اور دل میں حب الوطنی کا جوش ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اُن کا انقلابیوں کے ساتھ جو رابطہ قائم ہوا تھا اُس سے ان میں ہمت و حوصلہ کا غیر متزلزل جذبہ موجزن ہو گیا تھا۔ اُن کا پختہ خیال تھا کہ اپیل، درخواست یا التجا سے کچھ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی بڑی تحریک چلا کر ہی مہاراجہ کو راہ راست پر لایا جا سکتا ہے۔ ان کے دل میں رجواڑوں کے خلاف جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ایک شخصی حکومت کے اصول سے گیانی جی کا سمجھوتہ نہیں ہو سکتا تھا۔

گیانی جی کے سیکریٹری مقرر ہونے کے بعد صورت حال یکسر بدل گئی۔ انہوں نے کاشتکاروں کے مطالبات منظور کرانے کے لئے کوشش کی۔ ۱۷ ستمبر ۱۹۲۷ء کو انہوں نے سرگاپوری کوٹ کپورے میں ایک عظیم جلسہ کیا جس میں مقامی رہنماؤں کے علاوہ گیانی گورمکھ سنگھ مسافر اور سردار ایشر سنگھ مجھیل نے جوشیلی تقریریں کیں۔ لوگوں میں بے انتہا جوش و خروش تھا اور وہ اپنے مطالبات منوانے کے لئے مرمٹنے کو تیار تھے۔

گیانی ذیل سنگھ نے ایک گھنٹہ تک زبردست تقریر کی۔ سامعین نے بڑی خاموشی سے گیانی جی کو سنا۔ اس وقت جلسے میں تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ انہوں نے کسانوں کے مطالبات کی وضاحت کی اور بڑے سخت الفاظ میں مہاراج کو چیلنج کیا کہ ان مطالبات کو جلد از جلد مان لیا جائے اور صورتِ حال کو بگڑنے سے بچا لیا جائے۔ گورمکھ سنگھ مسافر اور سردار ایشر سنگھ مجھیل گیانی جی کی تقریر سے بے حد متاثر ہوئے اور انہیں اس نوجوان میں مستقبل میں عظیم رہنما بننے کی صلاحیتیں نظر آئیں۔ جلسہ میں مہاراجہ کی پالیسی کی مذمت کی گئی اور پکی سڑکیں تعمیر کرنے (پہلے صرف تیس میل پکی سڑکیں تھیں) گاؤں کو شہروں سے جوڑنے، فریدکوٹ اور کوٹ کپورے میں ہائی اسکول اور کالج کھولنے (پہلے ریاست میں صرف ایک ہائی اسکول اور دو مڈل اسکول تھے۔) تعلیم نسواں کا انتظام کرنے، گوردوارہ سرگاپوری کی رجسٹری اکالی جتھہ کے حوالے کرنے اور فصلیں تباہ ہونے کی وجہ سے کسانوں کو مالیہ معاف کرنے کے بارے میں تجاویز پاس کی گئیں۔

اجلاس کے خاتمہ پر اکالی کارکن امرتسر جاکر ماسٹر تارا سنگھ سے ملے اور ان سے استدعا کی کہ وہ ان کے مطالبات منظور کرانے کے لئے مقامی اکالی جتھے کی امداد کریں۔ لیکن ماسٹر جی نے ان اکالی کارکنوں کی اپیل پر کوئی دھیان نہیں دیا اور اسے نامنظور کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ فریدکوٹ کا مہاراجہ سکھ ہے لہذا اس کے خلاف کوئی تحریک نہیں چلانی چاہیئے۔ ماسٹر جی کے اس رویئے نے گیانی جی کو بڑا دکھ پہنچایا۔ کیونکہ وہ تن من

سے ایک قوم پرست رہنما تھے اور فرقہ پرستی کے کٹر دشمن۔ اُن کے لئے فرقہ وارانہ نقطۂ نظر سے سوچنا ناممکن تھا۔ انہوں نے ڈٹ کر کسانوں کے مطالبات کی حمایت کی۔ اُن کا کہنا تھا کہ کسان کسان ہے چاہے اس کا کوئی بھی مذہب کیوں نہ ہو؟ کیا ہوا جو مہاراجہ سکھ ہے یہ ایک مطلق العنان راجہ ہے۔ جس نے عوام کو اُن کے حقوق سے محروم کر رکھا ہے۔ عوام کے معقول و مناسب حقوق کو نہ ماننا زبردست ناانصافی ہے جسے کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا۔ ماسٹر تارا سنگھ کا یہ بھی خیال تھا کہ سکھ ریاستوں کے حکمراں اکالی تحریک چلانے کے لئے روپیہ فراہم کرتے ہیں۔ اس لئے ان راجاؤں کے خلاف کوئی تحریک چلانا ضرر رساں ثابت ہوگا۔ ماسٹر جی خود پنجاب کانگرس کمیٹی کے رُکن تھے۔ انہوں نے نوجوان اکالی کارکنوں کو صلاح دی کہ ریاست میں کانگرس کمیٹی قائم کر دی جائے۔ یہ بات ورکروں کو پسند آگئی۔

گیانی ذیل سنگھ نے اس سلسلے میں پہل کی۔ اور ہری کے کلاں مکتسر میں ایک شاندار کانفرنس کا اہتمام کیا جس میں علاقے کے متعدد کارکن شامل ہوئے۔ اب تک گیانی جی اپنی تنظیمی صلاحیت کا پوری طرح ثبوت دے چکے تھے۔ کانگرس میں بے شمار کارکن شامل ہو گئے۔ اُن دنوں کوئی شخص کانگرس اور اکالی دل دونوں پارٹیوں کا رکن بن سکتا تھا۔ دونوں مل کر ملک کی آزادی کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔ دونوں اپنی آزاد ہستی کو قائم رکھ کر ایک دوسرے کے ساتھ شانے سے شانہ ملا کر انگریزی سامراج کے خلاف نبرد آزما تھے۔

گیانی ذیل سنگھ نے ایک کانفرنس کوٹ کپورہ کے مقام پر منعقد کرنے کا اعلان کیا جس میں سردار سندھورا سنگھ ہمتی سنگھ والا، سردار گوربخش اور سردار جگا سنگھ ہری کے نے بھی انہیں تعاون دیا۔ ان سبھی رہنماؤں کو مہاراجہ نے اپنے محلوں میں بلایا اور کانفرنس کے انعقاد سے منع کیا۔ اُنہیں سخت وارننگ دی گئی کہ اگر وہ باز نہ آئے تو اُن کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی مگر گیانی ذیل سنگھ

اور اُن کے ساتھی بھلا کب ماننے والے تھے۔

اس سے پہلے بھی گیانی جی کو سُرگاپوری میں جلسہ کرنے پر وارننگ دی جا چکی تھی۔ جب انہوں نے ۱۰ تا ۱۲ ستمبر کو وہاں اجلاس کرنے کا اعلان کیا تو ریاست کے جوڈیشل سیکریٹری نے گیانی جی کو حکم دیا کہ

"بھائی ذیل سنگھ سیکریٹری اکالی جتھہ فریدکوٹ کو سب انسپکٹر پولیس فریدکوٹ کے ذریعہ اطلاع دی جاتی ہے کہ مذہبی اجتماع میں سیاسی تقاریر نہ کی جائیں ورنہ وہ اُن نتائج کے ذمہ دار ہوں گے۔ جو کسی بھی سیاسی تقریر سے پیدا ہوں گے۔ دربار کے خلاف مشتعل کرنے کے نتائج کے لئے وہی ذمہ دار ٹھہرائے جائینگے۔"

حکمرانِ ریاست کے اس حکم نامے کو ردی کی ٹوکری کی نذر کر دیا گیا۔ گیانی جی بھلا ایسے احکام کی کیا پروا کرتے تھے؟ اب وہ جان کی بازی لگا کر لوگوں کو اُن کے حقوق دلانا چاہتے تھے۔ کسانوں کی فلاح و بہبود اُن کا اہم مقصد تھا۔

۳۹-۱۹۳۸ء میں فریدکوٹ ریاست میں پرجا کانگرس کی تحریک زور پکڑ چکی تھی۔ اور لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں مہاراجہ کے خلاف تحریک میں شامل ہو رہے ہیں۔ لیکن مہاراجہ نے کسانوں کو ملکیت کے حقوق دینے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

گیانی ذیل سنگھ اور اُن کے رفیق کار مزید سرگرم ہو گئے۔ انہوں نے ۲۴ جولائی ۱۹۳۸ء کو قانون کی زد سے بچنے کے لئے زمیندار سبھا کی بنیاد رکھی۔ راجہ کی حکومت خوفزدہ ہو گئی اور تشدد پر اُتر آئی۔ سرکار نے ایک قانون رجسٹریشن آف سوسائٹیز ایکٹ ۱۹۳۸ بنایا جس کے تحت مستقبل میں کسی بھی سوسائٹی کو اُس وقت تک تسلیم نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اُسے اس نئے قانون کے ماتحت رجسٹر نہیں کرا لیا جاتا۔

گیانی جی نے اس سلسلے میں دوسرا راستہ نکال لیا۔ انہوں نے اگست ۱۹۳۸ء میں کانگریس کمیٹی قائم کر لی۔ اس کمیٹی کے صدر سردار جنگا سنگھ برج ہریکے

اور جنرل سیکریٹری خود گیانی ذیل سنگھ تھے۔ کمیٹی نے شروع ہی سے انقلابی مطالبات پر زور دیا۔ اس کے ذریعے کئی پوسٹر اور کتابچے شائع کئے گئے جن کا عنوان تھا — "دکھی جنتا کے دلی اُبال" اس موضوع پر ایک پوسٹر اکتوبر ۱۹۳۸ء میں شائع کیا گیا۔

نئی قائم کردہ کانگرس کمیٹی کے مطالبات اس طرح تھے — شہری حقوق پر پابندی کا خاتمہ، تقاریر کرنے اور جلسے جلوس منعقد کرنے کی آزادی، منتخب اسمبلی کا قیام، مزدوروں کے کام کے اوقات کا تعین، شہروں میں میونسپل کمیٹیوں کا قیام، ریاست کی جلد از جلد صنعت کاری شاملات دیہہ کی نیلامی بند کرنے اور کاشتکاروں کو اپنی پیداوار کو ریاست سے باہر بھیجنے کی آزادی۔

کانگریس نے کئی جلسوں کا اہتمام کیا اور اپنے ان مطالبات کو دہرایا۔ تحریک نے عوامی تحریک کی شکل اختیار کر لی۔ لوگ ہزاروں کی تعداد میں ان جلسوں میں شامل ہونے لگے اور مطالبات منوانے کے لئے زور دار آواز بلند کرنے لگے۔

۱۹۳۸ء کے قانون کے مطابق پولیس کانگرس کے جلسوں میں دخل دے سکتی تھی اور انہیں ختم کر سکتی تھی ——— لہٰذا بہت سے اجلاس مکتسر میں منعقد کئے گئے۔ جو کہ انگریزی علاقے میں واقع تھا، کمیٹی کا مرکزی دفتر بھی مکتسر ہی میں تھا۔

گیانی ذیل سنگھ اور دیگر رہنما کسی قانون سے ڈر کر اپنی سرگرمیوں کو دھیما نہیں کر سکتے تھے۔ آزادی کے پروانوں کو بھلا کس کا خوف تھا؟ ایک بار قدم اٹھایا تو پھر مڑ کر پیچھے کی جانب نہیں دیکھا۔ جدوجہد جاری رہی۔ گیانی جی کارکنوں کا حوصلہ بڑھاتے رہے۔ کئی جلسوں کا اہتمام کیا گیا اور اور زوردار آواز بلند کی گئی۔ رجواڑہ شاہی کی دھجیاں اُڑائی گئیں۔ کوٹ کپورہ میں ایک بھاری عوامی جلسے کے اہتمام کا منصوبہ تیار کیا گیا جس کی تیاری شروع کر دی گئی۔ ریاست سے باہر کے کئی رہنماؤں کو دعوت نامے ارسال

کیے گئے گاؤں گاؤں میں اس کی تشہیر کی گئی اور لوگوں کو اس میں شرکت کی ترغیب دی گئی۔ لوگوں میں زبردست جوش و خروش تھا۔

اس جلسے میں لوگوں نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی۔ گیانی ذیل سنگھ حاضرین کو پُرامن رہنے کی تلقین کر رہے تھے کہ کہر سنگھ پولیس انسپکٹر کئی سپاہیوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا اور غنڈوں کے ذریعہ لوگوں پر پتھراؤ کرا دیا۔ کئی کارکن اور جلسے میں شریک افراد بُری طرح زخمی ہو گئے افراتفری مچ گئی اور جلسے کی کارروائی ملتوی کر دی گئی۔ شہری حقوق کو پاؤں تلے روند دیا گیا۔ اور اس سے جبر و تشدّد کے دَور کا آغاز ہو گیا۔ یہی دیسی راجاؤں کی پالیسی تھی لیکن عوام نے ظلم و تشدّد کے باوجود بھی ہمّت نہیں ہاری اور ڈٹ کر مظالم کا مقابلہ کرتے رہے۔

ایک دوسری میٹنگ کا انعقاد کیا گیا۔ ڈھول اور کنستر بجا بجا کر شور و غل بپا کیا گیا۔ تاکہ لوگ رہنماؤں کی تقاریر نہ سُن سکیں۔ اس کے بعد منڈی کوٹ کپورہ میں گیانی ذیل سنگھ کی صدارت میں ایک اور جلسے کا اہتمام کیا گیا۔ اب گیانی جی شہری حقوق کے حصول کے لئے قربانی دینے پر تُل گئے تھے۔ پُرامن شہریوں پر غنڈوں نے پتھر برسائے۔ صورت حال بڑی تشویشناک ہو گئی۔ کئی کارکن گرفتار کر لئے گئے جس سے تناؤ میں مزید اضافہ ہو گیا۔

سنگین صورتِ حال کو مدِنظر رکھتے ہوئے پنجاب پردیش کانگرس کمیٹی نے لالہ اچنت رام کی صدارت میں ان میٹنگوں میں ہوئی گڑبڑ کے بارے میں جانچ کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی۔ جانچ کے بعد کمیٹی نے اپنی رپورٹ پردیش کانگریس کے صدر کے سامنے پیش کی۔ جس میں کہا گیا تھا کہ ریاستی حکومت نے غنڈوں کے ذریعے پُرامن جلسوں میں گڑبڑ پیدا کی۔ اس کے علاوہ رپورٹ میں ریاستی سرکار کی رپورٹ میں ریاستی سرکار کی شدید مذمت کی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ غیر قانونی وسائل کا اس طرح استعمال کرنا کسی مہذب سرکار کو زیب نہیں دیتا۔

اُدھر ریاست کے چیف سکریٹری نے حکم جاری کیا کہ کچھ عرصہ سے بعض خود غرض اور شرارتی عناصر ریاستی عوام کو مہاراجہ کے خلاف مشتعل کر رہے ہیں۔ وہ غلط اور بے بنیاد پراپیگنڈہ کرکے غیر قانونی صورت حال پیدا کر رہے ہیں۔ بحرم منڈی کوٹ کپورہ ایک پرانی اور ترقی یافتہ منڈی ہے لوگ قانون کی پابندی کرتے ہیں۔ لیکن کچھ خود غرض افراد صحیح تجارت کی راہ میں اڑچنیں ڈال رہے ہیں۔ اور ان کی اقتصادی زندگی کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو لیڈر کہتے ہیں جو ریاست کے باہر سے آکر ریاست کے امن کو تباہ کر رہے ہیں، وہ جلوس نکالتے ہیں، جلسوں کا انعقاد کرتے ہیں اور عوام کو بھڑکاتے ہیں۔ پُرامن لوگوں کو مہاراجہ کے خلاف بغاوت کرنے کے لئے اُکسایا جا رہا ہے۔ مذہبی تبلیغ کی آڑ میں ریاستی عوام کے دلوں میں نفرت پیدا کی جا رہی ہے۔ دولت اکٹھی کرکے غیر قانونی کاموں میں استعمال کی جا رہی ہے۔ گوردوارہ سرگاپوری ایک مذہبی مقام ہے جسے سیاسی مقصد کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ یہ سرگرمیاں اور کارروائیاں ناجائز ہیں اور ریاست کے امن و قانون کو تاخت و تاراج کرتی ہیں۔ لوگوں کو ایسی سرگرمیوں سے دُور رہنا چاہئے۔

آگے چل کر حکم نامے میں کہا گیا تھا کہ اب ریاست کے عوام کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ایسی غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث افراد سے محفوظ رکھیں ان کے پراپیگنڈہ سے سبھی افراد کو دور رہنا چاہئے لہٰذا اعلان کیا جاتا ہے کہ کوٹ کپورہ کی میونسپل حدود کے اندر بغیر اجازت کے کوئی بھی پبلک جلسہ نہ کیا جائے۔ کوئی بھی پبلک جلسہ نہ کیا جائے۔ کوئی بھی مذہبی جگہ سیاسی مقصد کے لئے استعمال نہ کی جائے۔ اگر کوئی عورت یا مرد ایسی غیر قانونی سرگرمیوں میں حصہ لے گا جس سے ریاست کا امن تباہ ہوتا ہو تو اُسے وارننگ دی جاتی ہے کہ وہ اس سے اجتناب کرے۔

اس حکم کا کانگرس اور پرجا منڈل کے کارکنوں پر کوئی اثر نہ ہوا کارکن میٹنگوں کا اہتمام کرنے میں جُٹ گئے۔ کئی مقامات پر جلوس نکالے گئے

جلسے کئے گئے نیز لوگوں کی مانگیں منوانے کے لئے زوردار مطالبہ کیا گیا۔
لیکن جلد ہی گیانی ذیل سنگھ اور سردار سندھورا سنگھ منی سنگھ والا کو گاؤں واندر جٹاں سے گرفتار کر لیا گیا۔ ریاستی سرکار حرکت میں آگئی اور لوگوں پر ظلم و ستم کا سلسلہ شروع کیا جانے لگا۔
گیانی ذیل سنگھ کی گرفتاری سے ان کی زندگی کا ایک باب شروع ہوا اور اُن کی زندگی میں ایک نیا موڑ آیا۔ ڈاکٹر سیف الدین کچلو صدر پنجاب پردیش کانگرس کمیٹی اور ماسٹر تارا سنگھ صدر اکالی دل کو اطلاع بھیجدی گئی۔ ریاست میں مکمل ہڑتال کی گئی۔ کئی مقامات پر احتجاجی جلسے منعقد کئے گئے۔
پنجاب پردیش کانگرس کمیٹی کی میٹنگ ڈاکٹر سیف الدین کچلو کی صدارت میں لاجپت رائے بھون میں منعقد ہوئی جس میں ریزولیوشن پاس کیا گیا کہ پنجاب پردیش کانگریس کمیٹی کی یہ میٹنگ فرید کوٹ ریاست کی اس پالیسی کی مذمت کرتی ہے۔ جس کے تحت کانگرسی (پرجامنڈل) کارکنوں پر جھوٹے فوجداری مقدمے بنا کر اُنہیں جیلوں میں ٹھونسا جا رہا ہے اور اُن پر شدید مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔
لوگ خود فیصلہ کر لیں کہ کس طرح فرید کوٹ سرکار سیاسی کارکنوں پر جھوٹے مقدمے بنا کر اُن پر ظلم کر رہی ہے۔ کمیٹی بہادر کارکنوں کو اذیتیں برداشت کرنے پر مبارکباد دیتی ہے۔
پرجا منڈل پر پابندی عائد کر دی گئی یہاں تک کہ اُنہیں عام جلسے کرنے کی بھی اجازت نہ دی گئی۔ ریاست کے باہر کے رہنماؤں کو تنبیہ کر دی گئی کہ وہ ریاست کے معاملات میں دخل نہ دیں۔
اس کے بعد جلد ہی دوسری جنگِ عظیم کا آغاز ہو جانے سے پرجا منڈل اور کانگرس کی سرگرمیوں میں تیزی آگئی۔

جیل یاترا

گیانی ذیل سنگھ اور سردار سندھورا سنگھ منی سنگھ والا جگا سنگھ، قاضی عبیداللہ مولوی سلیمان خوش محمد صوفی کو گرفتار کرکے فرید کوٹ جیل میں بند کر دیا گیا۔

اب یہیں سے گیانی جی کی جسمانی اذیتوں اور تکلیفوں کی داستان شروع ہوتی ہے۔ اس مرد مجاہد کی داستان جس نے ملک و قوم کے لئے سب کچھ داؤ پر لگا دیا۔ تیاگ اور قربانی کی یہ داستان بہت طویل ہے۔

اُس زمانے میں پنجاب کی جیلوں کی حالت بڑی خراب تھی۔ انگریزی علاقے میں کانگریس بحیثیت سیاسی پارٹی ایک تسلیم شدہ تنظیم تھی لیکن ریاست میں نہ تو سیاسی بیداری تھی اور نہ ہی کسی سیاسی پارٹی کو تسلیم کیا جاتا تھا امیر اور دولت مند، جاگیر دار اور اعلیٰ حکام کی نظریں ہر وقت مہاراجہ کی مہربانیوں پر ٹکی رہتی تھیں۔ اُنہیں نہ تو ملک کی آزادی کی جانب دھیان تھا اور نہ اُنہیں شہری حقوق کی فکر تھی۔ وہ تو اپنی خود غرضی سے راجاؤں مہاراجاؤں کی خدمت بجا لاتے تھے۔ اُن دنوں آزادی کے سورج کی کرنیں کہیں دکھائی نہیں دیتی تھیں جبکہ مہاراجہ کی خدمت کا صلہ اسی وقت مل جاتا تھا۔ مہاراجہ لوگوں کی زندگی بگاڑ اور سنوار سکتے تھے۔ سب کچھ اُن کی مرضی پر منحصر تھا۔ جاگیر دار کو دوسرے دن بھکاری بنایا جا سکتا تھا یا بھکاری کو مجسٹریٹ کے عہدے پر فائز کیا جا سکتا تھا جو شخص راجہ کی وفاداری کا دم نہیں بھرتا تھا اُسے کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا تھا وفاداروں کو جاگیریں بخشی جاتی تھیں جبکہ باغیوں کو چور اور ڈاکو تصور کیا جاتا تھا۔

ریاستوں میں سیاسی پارٹیوں سے تعلق رکھنے کو بہت بڑا جرم سمجھا جاتا تھا۔ آزادی کا نام لینے والوں کو بھی مجرم خیال کیا جاتا تھا۔ ریاست میں کانگریس کا دفتر قائم کرنے سے بڑا جرم کیا ہو سکتا تھا۔ کوئی بھی مالک مکان دفتر کھولنے کے لئے کمرہ کرایہ پر دینے کے لئے تیار نہ ہوتا تھا۔ زبردست مطالبہ ہونے کے باوجود بھی مہاراجہ فریدکوٹ کانگریس یا پرجا منڈل کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں تھا۔

جب گیانی جی نے فریدکوٹ میں کانگرس کی شاخ قائم کر دی تو اپنے آپ کو مصیبت برداشت کرنے کے لئے تیار کر لیا۔ آخر ملک کے لئے ہر طرح کی قربانی دی جا سکتی تھی۔ انہوں نے خود تکلیف دہ زندگی کو آواز دی تھی۔

دراصل گیانی جی کی والدہ نہیں چاہتی تھیں۔ کہ وہ سیاسی میدان میں کود پڑیں۔ وہ سیاست کو یونہی بیکاروں کا کھیل تصور کرتی تھیں جس سے نہ کچھ حاصل حصول اور نہ کچھ بننا بنانا۔ ان کا واضح نظریہ تھا کہ راجے رب کی مانند ہوتے ہیں، اُن کی پوجا کرنی چاہیئے۔ جب کبھی راجے مہاراجے اپنے محلوں سے باہر نکلتے تو لوگ سڑک کے دو اطراف کھڑے ہو کر اُنہیں سجدے کرتے، جھک جھک کر آداب بجا لاتے اور اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتے کہ وہ اُنہیں لمبی عمر بخشے خوشیوں بھری زندگی عطا کرے اور وہ ہمیشہ سلامت رہیں۔ گیانی جی کی والدہ بھی اُنہیں ہمیشہ یہی نصیحت کیا کرتی تھیں . . . . بیٹا جاؤ، جا کر راجہ کا آشیرباد لو، وہ ہمارا اَن داتا ہے اور اس کے ماتھے کی چمکتی لکیریں تمہاری تقدیر بدل سکتی ہیں۔

اس لئے جب گیانی جی نے سیاسی میدان میں قدم رکھا تو وہ بہت ناراض ہوئیں اور بھلا بُرا بھی کہا —" بیٹا تیرے لئے سوائے کال کوٹھری کے اور کچھ بھی نہیں تو زندگی بھر جیل میں سسکیاں بھرتا رہے گا۔ میں تجھے بد دُعا تو نہیں دے سکتی لیکن میرے اندر ایک ہوک سی اُٹھتی ہے۔ بیٹا بعد میں تجھے پچھتانا پڑے گا"

لیکن ہونی کو کون ٹال سکتا ہے ؟

گیانی جی جیل کی کال کوٹھڑی میں بند تو رہے مصیبتیں بھی برداشت کیں اور

جسمانی اذیتیں بھی سہیں لیکن کبھی انہیں پچھتاوا نہیں ہوا۔ جو کچھ بھی کیا دل کی آواز سمجھ کر کیا۔ ایک بار گیانی جی نے اپنی والدہ کی مرضی کے خلاف قدم اٹھا ہی لیا تو پھر ماں کی بچے کے لئے دعائیں ہی نکلتی تھیں۔۔۔ بیٹا اب میرے دودھ کی لاج رکھنا۔ ہمت و دلیری سے تکالیف برداشت کرنا اور کبھی معافی نہ مانگنا میری واہگورو سے یہی پرارتھنا ہے کہ وہ تیرے سر پر ہاتھ رکھے۔ اور تجھے تکالیف برداشت کرنے کی قوت عطا کرے۔ شہید کی موت مرنا بزدل کی موت سے کئی گنا اچھا ہے۔

"میں نے سب کچھ سنا اور آج کہہ سکتا ہوں کہ میری ماں کے ایک ایک لفظ نے مجھے طاقت عطا کی تھی۔ اور ایک پل کے لئے بھی میرے قدم نہیں ڈگمگائے۔ جیل میں رہا تو ماں کے الفاظ ہر وقت میرے کانوں میں گونجتے رہتے تھے۔" گیانی جی نے بتایا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کانگریس کی شاخ کا قیام مہاراجے کی نظر میں گیانی جی کا ناقابلِ معافی جرم تھا۔ انہیں عام پبلک جلسہ منعقد کرنے اور کارکنوں کی میٹنگیں کرنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ اس سے پیشتر وہ کارکنوں کی میٹنگیں شمشان گھاٹ پر کرتے رہے تھے۔ جب کسی کی موت واقع ہو جاتی تو سارے کارکن اکٹھے ہو کر جنازے کے ساتھ شمشان گھاٹ پہنچ جاتے۔ کچھ تو دھاڑیں مار مار کر بین بھی کرتے۔ مردے کو نذرِ آتش کیا جاتا تو کارکن ایک گوشے میں کھڑے ہو کر گفت و شنید کرتے، آئندہ کا پروگرام مرتب کرتے اور گذشتہ کارروائی پر روشنی ڈالتے۔ اس طرح وہ ایک دوسرے سے تبادلۂ خیال کرتے۔ کئی بار آدھی رات کو یہ دیکھنے کے لئے کہ مردہ پوری طرح جلا ہے یا نہیں۔ کارکن شمشان گھاٹ چلے جاتے اور ایک دوسرے سے رازدارانہ باتیں کر لیتے۔

انہیں ڈاکو کہا جاتا اور ان سے ڈاکوؤں ایسا برتاؤ کیا جاتا۔ انہوں نے مہاراجہ کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا تھا۔ یوں تو کوئی بھی حکمراں اپنی حکومت کی تباہی نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن راجہ فریدکوٹ تو دوسرے راجاؤں سے کئی قدم آگے تھا۔ اس کے لئے لفظ بغاوت کو ہی برداشت کرنا مشکل تھا۔

گیانی جی کو قصوروار ٹھہرایا گیا۔ اور امید بھی یہی کی جاتی تھی کیونکہ شیر کے منہ میں ہاتھ ڈالا تھا اور شیر کے منہ میں ہاتھ ڈالنے کا مطلب تھا اپنے ٹکڑے ٹکڑے کرانے کے لئے ہر لمحہ تیار رہنا۔ گیانی جی پر فوجداری مقدمہ عائد کیا گیا اور دفعہ ۴۰۶، ۴۰۸ اور ۴۰۴ کے تحت عدالتی کارروائی کا آغاز کیا گیا۔ اُن پر ملک کے خلاف بغاوت اور روپیہ پیسہ غبن کرنے کا الزام لگایا گیا تھا۔ حالانکہ روپیہ پیسہ کا خرد برد ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ گیانی جی کے پاس روپیہ پیسہ تھا ہی نہیں۔ اور نہ ہی انہوں نے اکٹھا کیا تھا۔ جھوٹا، من گھڑت اور بے بنیاد مقدمہ تھا۔ اُن پر یہ الزام بھی لگایا گیا تھا کہ انہوں نے گوردوارے کے لنگر کے لئے دولت اکٹھی کی تھی اور لنگر سیاسی کارکنوں کو کھلا پلا دیا تھا۔ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے عدالت میں مقدمہ چلایا گیا۔ مقدمہ لگ بھگ گیارہ مہینے چلتا رہا اور پانچ سال قید بامشقت کا حکم سُنایا گیا۔ اُن کے ساتھی سردار جنگا سنگھ برج ہریکے اور سردار سندھورا سنگھ منی سنگھ والا کو بالترتیب چار سال اور تین سال کی قید اور دو دو سو روپیہ جرمانہ کی سزا سنائی گئی۔

فرید کوٹ کی کال کوٹھڑی میں گیانی جی کو بند کر دیا گیا۔ جیل کی زندگی تکلیفوں اور دشواریوں سے بھری تو تھی ہی لیکن جس طرح اڑھائی روپیہ بطور جرمانہ وصول کیا گیا، اُس کی تفصیل سُن کر ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ اُن پر کیا گذری ہو گی۔ گیانی جی کے گھر کی تلاشی لی گئی۔ اُن کے بھائیوں کا اناج ضبط کر کے نیلام کر دیا گیا۔ ڈھول بجا کر لوگوں کو اکٹھا کیا گیا اور بولی دی گئی۔ لوگوں کو وارننگ دی گئی کہ اگر مستقبل میں کسی نے راجہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تو اس کے ساتھ اس سے بھی بدتر سلوک کیا جائے گا۔ خبردار ہو جاؤ۔

گیانی جی کے کنبے کے افراد نے تحقیر اور مصائب کے وار ہنس ہنس کر برداشت کئے۔

آج ہم تاریخ کے رخ کو دیکھ کر ہی کہہ سکتے ہیں کہ شکر ہے کہ گیانی جی

پر قتل کا الزام نہیں لگایا گیا۔ وہ بھی لگایا جا سکتا تھا اور جرم زبردستی ثابت کرکے سزائے موت بھی سنائی جا سکتی تھی۔ اگر انہیں تختہ دار پر چڑھا دیا جاتا تو آج تاریخ کا موڑ کچھ اور ہی ہوتا۔ لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ جیل کی کال کوٹھڑی میں پانچ سال کا طویل عرصہ کاٹنا بڑا مشکل کام ہے۔ تاہم گیانی جی کے لئے ہر چار دن کے پیچھے ایک دن جیل میں کاٹنے کے برابر تھا۔

گیانی جی کو کن حالات اور سیاسی صورت حال میں تکالیف برداشت کرنی پڑیں۔ یہ ایک بڑی دلچسپ داستان ہے وہ باقی کے سیاسی رہنماؤں سے الگ ہوکر کیسے ابھرے؟ کیونکہ نہ تو وہ پیدائشی رہنما تھا، نہ انہیں رہنما بنایا گیا تھا بلکہ انہیں رہنما کا رتبہ اُن کی قربانی کی بدولت حاصل ہوا تھا۔

گیانی جی کن حالات میں نیتا بنے، راجہ سکھ تھا۔ عوام کی اکثریت بھی سکھ تھی اور بغاوت کا علم بلند کرنے والا بھی سکھ تھا۔ ابتدا میں اکالیوں نے گیانی جی کو سمجھایا کہ وہ مہاراجہ کے خلاف کام نہ کریں لیکن انہوں نے اکالیوں کی بات کی جانب ذرا بھی دھیان نہ دیا کیونکہ ان کا سیکولرازم میں پورا وشواس تھا اور وہ اس اصول سے کبھی متزلزل نہیں ہوئے۔ اُن کی نظر میں ہندو سکھ اور مسلمان سبھی اللہ تعالیٰ کے بندے تھے۔ اُن کے حمایتی اور پیروکار سکھ کسان تھے۔ مسلمان کاشتکار تھے اور ہندو تاجر تھے۔

گیانی جی کے مخالفین پراپیگنڈہ کرتے تھے کہ وہ ایک سکھ راج کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ حالانکہ اس مہاراجہ کو شری گورو گوبند سنگھ جی نے خود نوازا تھا۔ لیکن گیانی جی نے اُن نظریات کی ڈٹ کر مخالفت کی انہوں نے سکھ رعیت کو واضح الفاظ میں بتایا کہ راجہ چاہے سکھ ہے لیکن اس کا راج تو شخصی ہے وہ انگریز حاکموں کا بڑا وفادار ہے۔ اُسے سکھ رعیت کی رتی بھر پروا نہیں اور وہ اسی کے راج میں انتہائی مظالم کا شکار ہو رہی ہے اور بڑی تکالیف میں زندگی بسر کر رہی ہے۔

سکھوں میں بے شمار عظیم رہنماؤں، شہیدوں اور انقلابیوں نے جنم لیا ہے اور اپنے اپنے میدان میں قابل قدر خدمات انجام دی ہیں لیکن ایسی

ایک بھی مثال نہیں ملتی کہ کسی نے سکھ راجے کے خلاف بغاوت کا پرچم بلند کیا ہو کوئی بھی سکھ راجاؤں کی حکومت کو جڑ سے نیست و نابود نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس میدان میں گیانی جی کو پیش رو کی حیثیت حاصل ہے۔

فریدکوٹ جیل کی حالت بڑی ناگفتہ بہ تھی۔ اگر اُسے اس سرزمین پر دوزخ کہا جائے تو کوئی مبالغہ آمیزی نہیں ہوگی۔

وہ سیاسی قیدی جو ان جیلوں میں بند تھے اُن کے ساتھ حیوانوں کی طرح سلوک کیا جاتا تھا۔ بنیادی ضرورت کی اشیا بھی انہیں میسّر نہ تھیں۔ نہانے دھونے کے لیے غسلخانوں کا اہتمام نہ تھا۔ پاخانے انتہائی بدبودار اور گندے تھے اور صفائی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ بڑی بھیانک صورتِ حال تھی۔ انسان کو انسان ہی نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اگر کسی قیدی سے کوئی معمولی سی بھی غلطی سرزد ہوجاتی تو اس کے ہاتھوں ہتھکڑی اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی جاتیں۔ بقول گیانی جی۔ "مجھے قطعی اُمید نہیں تھی کہ میں زندہ جیل سے رہا ہوجاؤں گا"۔ بہرحال گیانی جی نے یہ سب صعوبتیں اور اذیتیں بڑے صبر و تحمل سے برداشت کیں۔

کھانا انسانوں کے کھانے لائق نہیں ہوتا تھا۔ کھانا تو برائے نام تھا کیونکہ اگر وہ مہاراجہ کے کتوں کو بھی ڈالا جاتا تو بھی منہ موڑ لیتے۔

جیل میں گیانی جی کو کڑی مشقت کرنے پر مجبور کیا جاتا۔ آٹا پیسنا، کولہو چلانا اور تیل نکالنا تو روز کا معمول تھا۔ ایک بار اُنہیں قلعہ مبارک میں ستر فٹ گہری سرنگ کھودنے کی سزا دی گئی۔ انہوں نے مٹی کے ٹوکرے اپنے سر پر اُٹھا اُٹھا کر اُنہیں باہر پھینکا۔ کئی دن تک شدید مشقت کا کام جاری رہا مگر جب انہوں نے مٹی اکھاڑنے سے انکار کردیا تو اُنہیں بیڑیاں ڈال کر ساری رات کھڑا رکھا گیا۔

کچھ قیدیوں کو سخت جسمانی اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ سردار تارا سنگھ موڑ کو جن کی عمر ساٹھ برس سے زائد تھی۔ اتنی شدت سے مارپیٹ کی گئی کہ وہ اسے برداشت نہ کرسکے اور اُن کی موت ہوگئی۔ کوئی پوچھ تاچھ یا جانچ پڑتال نہیں کی جاتی تھی۔ مہاراجہ کا حکم ہی حکم الٰہی تھا۔

اُسے کیوں مارا پیٹا گیا ہے آخر اس کا قصور کیا تھا ؟ اس کا قصور یہ تھا کہ اُس نے گیانی جی کے خلاف جھوٹی گواہی دینے سے انکار کر دیا تھا۔ بعض قیدیوں نے احتجاج کیا۔ سردار دیال سنگھ نے جیل میں بھوک ہڑتال کی۔ اسے کال کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا۔ ایک اور قیدی جگل کشور کو جس نے ابھی عالم شباب میں قدم رکھا ہی تھا اور جو صرف ۱۸ سال کا تھا، اتنا مارا پیٹا گیا کہ اس کی بائیں آنکھ جاتی رہی اس کا قصور بھی یہی تھا کہ وہ گیانی جی کے خلاف گواہی دینے پر رضامند نہ ہوا۔

گیانی جی نے جیل میں سکھ مذہب کے علاوہ دیگر مذاہب کی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا۔ سکھ تاریخ کو بار بار پڑھا۔ ہندو مذہب کے گرنتھوں کا مطالعہ کیا۔ قرآن پاک شروع سے لے کر آخر تک پڑھا۔ گیانی جی کئی آئتیں زبانی سُنا سکتے ہیں۔ کیا یہ علم کا غیر معمولی حصول نہیں ؟

مذہبی علم ہر انسان کی وراثت ہے وہ کسی ایک فرد یا کسی ایک فرقے کی ملکیت نہیں۔ لیکن دنیا کے سبھی مذاہب کا مطالبہ گیانی جی کی عظیم کامیابی ہے۔

گیانی جی کو جب بھی وقت ملتا، وہ انگریزی کا مطالعہ کرتے۔ پہلے انہوں نے انگریزی نہیں پڑھی تھی۔ اُنہیں سر کے بال دھونے کے لئے جیل والوں کی جانب سے سرسوں کا تیل ملتا تھا۔ وہ کپڑے کی بتی بنا کر تیل کا دیا جلا لیتے اور اپنی کال کوٹھڑی میں روشنی کر کے انگریزی پڑھنے میں مشغول رہتے۔ اس طرح انہوں نے انگریزی زبان کا بنیادی علم حاصل کر لیا۔ انہوں نے اتنی انگریزی سیکھ لی جس سے وہ انگریزی سمجھ سکتے تھے۔ پڑھ سکتے تھے اور بول سکتے تھے۔ لکھنے کی زیادہ مہارت حاصل نہیں کی۔ ایک اسسٹنٹ جیلر گیانی جی کو انگریزی پڑھایا کرتا تھا قرآن شریف انہوں نے جیل کے ایک نمبردار سے پڑھا تھا۔ وہ مذہبی رجحان رکھتا تھا۔ اور بڑی خوشی کے ساتھ انہیں قرآن شریف پڑھاتا تھا۔ اُسے ایک سکھ کو قرآن شریف پڑھا کر انتہائی افتخار و مسرت کا احساس ہوتا تھا ایک مولوی نے ان کی اُردو کی تعلیم کو مکمل کرنے میں مدد کی۔ یہ سب کچھ چوری

چھپے کیا جاتا تھا۔ کیونکہ جیل کے قواعد کے مطابق لکھنا پڑھنا ممنوع تھا۔

گیانی جی نے جیل میں کئی دیگر کتابوں کا بھی مطالعہ کیا۔ ہندی میں تلک کی گیتا اور تواریخ ہند پڑھی پریت لڑی کے سردار گوربخش سنگھ کی تحریر کردہ کتابوں میں بھی خصوصی دلچسپی کا اظہار کیا اور اُن سے متاثر بھی ہوئے۔ بھائی ویر سنگھ کا انھوں نے گہرا مطالعہ کیا۔ یہ دونوں ادیب اس وقت آسمان ادب کے درخشندہ ستارے تھے۔ گیانی گیان سنگھ کی کتابیں تواریخ گورو خالصہ اور 'پنتھ پرکاش'، کئی بار پڑھیں۔ بھائی سنتوکھ سنگھ کے سورج پرکاش سے گیانی جی بے حد متاثر ہوئے۔

جیون شری گورو گوبند سنگھ جی ' وجے مکٹ '، اور ہنومان ناٹک بھی اُن چند معروف کتابوں میں سے ہیں جن کا گیانی جی نے جیل میں مطالعہ کیا تھا۔

پھر جیل کے اپنے قاعدے قانون تھے انہیں حکم دیا گیا کہ وہ مذہبی کتابوں کے سوا کسی اور کتاب کا مطالعہ نہ کریں۔ گیانی جی نے اپنے لکھنے پڑھنے کے بارے میں آواز بلند کی۔ ان کا خیال تھا کہ وہ راجہ کی نگاہوں میں چاہے کچھ بھی ہوں تاہم وہ ایک سیاسی قیدی ہیں اور اُنہیں کچھ حقوق حاصل ہیں۔ آخر میں اُنہیں گورو گرنتھ صاحب، شرمید بھاگوت گیتا بائبل اور دیگر مذہبی کتب پڑھنے کی اجازت مل گئی۔ گیانی جی نے پورانوں کا مطالعہ بھی کیا۔

جیل کی زندگی مشکلات سے بھری پڑی تھی اُسے صرف وہی شخص الفاظ میں بیان کر سکتا ہے جس نے یہ زندگی قریب سے دیکھی۔ قیدیوں کو بار بار یہ نصیحت کی جاتی تھی کہ وہ راجہ کے خلاف بغاوت نہ کریں۔ قیدیوں کی چھٹیاں کھول کر پڑھی جاتی تھیں اور صرف وہی خطوط جیل سے باہر جانے دیئے جاتے تھے جن میں "سب خیریت ہے"۔ تحریر کیا جاتا تھا۔ کاغذ پنسل رکھنے کی مناہی تھی۔ پھر بھی ایکبار گیانی جی نے ان کا انتظام کر لیا اور اپنی والدہ کو دکھ بھری کہانی لکھی کیونکہ وہ ہمیشہ بہت متفکر اور اُداس رہتی تھیں۔ وہ ساری ساری رات جاگتی رہتیں۔ اور پاٹھ کرنے میں منہمک رہتیں۔ گیانی جی

نے خط بھیج تو دیا لیکن بعد میں اُنہیں احساس ہوا کہ اُنہوں نے بیکار میں ماں کا دل دکھایا ہے۔ اور اُنہیں تڑپنے پر مجبور کیا ہے۔

جیل میں رہ کر گیانی جی کو یقین ہو گیا تھا کہ سختی مظالم اور جسمانی اذیتیں جسم کو نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ لیکن اُن کی رُوح کو زیر نہیں کرسکتیں بلکہ یہ تکالیف اور مظالم سہہ سہہ کر رُوح اور زیادہ طاقتور ہو جاتی ہے۔ یہی باتیں انہوں نے اپنی والدہ کو بھی تحریر کی تھیں۔

"میرے بارے میں کوئی فکر نہ کریں۔ بزدلوں کی طرح ڈر کر زندہ رہنے سے مرجانا ہزار گنا بہتر ہے۔ میں تمام دُکھ اور مصیبتیں برداشت کرتا رہوں گا۔"

جیل سے خط ایک جیل ملازم کی معرفت باہر بھیجا گیا جس سے گیانی جی کی دوستی ہو گئی تھی۔ ویسے جیل میں اُن کی دوستی جیل کے سبھی افسران سے ہو گئی تھی۔ ملازم نے وہ چِٹھی ڈائری میں رکھ لی۔ اور جب وہ باہر نکلنے لگا تو پکڑا گیا خط ضبط کر لیا گیا اور اسے سخت سزا دی گئی۔ داروغۂ جیل نے گیانی جی کو ڈانٹا تو نے کاغذ اور پنسل کہاں سے لئے ہیں، انہیں تو جیل کے اندر لانے کی بھی اجازت نہیں۔ تو نے جیل کے قوانین کی خلاف ورزی کی ہے۔"

"میں آپ کو نہیں بتا سکتا کہ میں نے یہ چیزیں کہاں سے حاصل کی ہیں"۔

"تجھے بتانا ہی پڑے گا۔"

"نہیں میں نہیں بتاؤں گا۔"

"تجھے کڑی سزا دی جائے گی۔"

"آپ جو چاہیں کریں لیکن میں آپ کو اس کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔ شاید میں نے جیل ہی میں سے لی ہوں۔"

"تم سراسر جھوٹ بول رہے ہو۔ تمہارا نیتا مہاتما گاندھی تو سچ بولنے کا پرچار کرتا ہے۔ تم اس کی تعلیم کے اُلٹ چل رہے ہو۔"

"میں سچ اور صرف سچ ہی بول رہا ہوں۔"

"تم مجھے اس شخص کا نام بتاؤ جس نے تمہیں یہ چیزیں لاکر دی ہیں۔"

"میں نہیں بتا سکتا۔"

داروغۂ جیل آگ بگولہ ہوگیا اور اس نے گیانی جی کو کڑی سزا سنادی۔
اس طرح کے واقعات ہر روز رونما ہوتے رہتے تھے۔ گیانی جی نے خط لکھنے کا ایک نیا طریقہ ایجاد کرلیا۔ انہوں نے کیکر کے داتن کے اندر خول بنایا اور ایک اصلی پنسل کو توڑ کر اس میں سے سکّہ نکالا۔ اور پھر اسے داتن کے خول میں فٹ کر کے لکھنے کا کام لینے لگے۔ بعدازاں انہوں نے داتن کی کھونٹی بنا کر اُسے دیوار میں ٹھونک دیا اور اس کے اوپر کپڑے ٹانگ دئیے۔ تاکہ کسی کو یہ شک نہ ہو کہ اُن کے پاس پنسل ہے۔ یہ طریقہ بڑا کامیاب ثابت ہوا۔ اس طرح گیانی جی خطوط کے علاوہ اپنی ڈائری بھی تحریر کرتے رہتے تھے۔ یہ اُن کی جیل کی زندگی کا ایک عجیب و غریب اور ناقابلِ فراموش واقعہ تھا۔
قیدیوں پر مظالم کا سلسلہ جاری رہا۔ اُن کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی۔ کئی بار گیانی جی کو دن میں پندرہ سولہ گھنٹے تک کام کرنے پر مجبور کیا جاتا لیکن کئی بار گیانی جی بھی داؤ مار جاتے اور جیل کے عملے کو بیوقوف بنا دیتے۔ وہ کھدر بُنتے تو ضرور مگر دو تین گز سے زیادہ نہیں۔ اُنہیں اٹھارہ سیر گیہوں پیسنے کے لئے دیا جاتا۔ وہ چکی تو ضرور چلاتے لیکن ایک سیر سے زیادہ گیہوں کبھی نہ پیستے۔
گیانی جی کے اس روّیے سے جیل کے حکام اُن سے بڑے ناراض تھے اور ان سے بدلہ لینے کی فکر میں تھے ان کے خلاف سازشیں کی گئیں تاکہ اُنہیں اپنے راستے پر چلنے سے روکا جاسکے لیکن وہ اپنی پالیسی میں کامیاب نہ ہوسکے۔ گیانی جی کے عزم و استقلال کے سامنے وہ ٹک نہ سکے۔
اب اُنہیں ڈنڈا بیڑی کی سزا دی گئی۔ اُن کے ہاتھ اور پاؤں بیڑیوں میں جکڑ دیئے گئے اور اُنہیں ایک ڈنڈے کے دو سروں سے باندھ دیا گیا۔ اب نہ تو گیانی جی چل سکتے تھے اور نہ لیٹ سکتے تھے۔ اُنہیں اس سزا سے تکلیف تو بہت پہنچی لیکن انہوں نے سی تک نہ کی اور سب تکالیف بڑی ہمت اور حوصلہ سے برداشت کرتے رہے۔ اس سے جیل کے حکام کا غصہ اور بھی بڑھ گیا اور انہوں نے گیانی جی کو تین ماہ تک اسی حالت

میں رکھا۔ ناانصافی کو روکنے والا کون تھا؟ ناانصافی اور ظلم کے خلاف بلند کی گئی آواز کو کچلا جا رہا تھا۔

پھر انہیں ایک اور سزا دی گئی۔ گیانی جی کو کولہو چلانے کا حکم دیا گیا۔ اُن کے ساتھ پانچ عام مجرم بھی اس کام میں لگائے گئے۔ تین تین قیدیوں کو دونوں اطراف پر کولہو پیلنے پر لگایا گیا۔ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ روزانہ تیل کی تین گھانیاں نکالا کریں۔ اس میں بھی گیانی جی نے ہوشیاری دکھائی انہوں نے گھانی میں پانی ڈال دیا جس سے اس کا ستیاناس ہو گیا۔ جیل کے حکام جل کر کوئلہ ہو گئے۔ غصّے کی کوئی انتہا نہ رہی تھی۔ جیل میں گیانی جی کے ساتھ اس طرح کا سلوک کیا جاتا رہا۔

ایک دن گیانی جی کی والدہ کو اُن سے ملنے کی اجازت مل گئی۔ گیانی جی کال کوٹھڑی میں بند تھے۔ باہر ماں سسکیاں بھر رہی تھی اور درمیان میں لوہے کا جنگلہ تھا۔ ماں اُن کے سر پہ ہاتھ پھیر کر آشیرباد دینا چاہتی تھیں لیکن جیل کے حکام کی سنگدلی کے سامنے اُن کی ایک نہ چلی۔ ماں بیچاری مجبور تھی۔ تاریخ کے صفحات ایک نئی شکل اختیار کر رہے تھے۔ آج کا تاریخ نویس اس طرح کے واقعات کو نظرانداز نہیں کر سکتا۔ یہ انتہائی ظلم تھا۔ ماں کی ممتا پکار رہی تھی مگر راجیہ کا قانون ممتا کا گلا گھونٹ رہا تھا۔

ماں نے دُور سے ہی اپنے سپوت کو آشیرباد دیا۔ "بیٹے معافی کبھی نہ مانگنا۔ اگر تم نے ایک بار یہ راستہ اختیار کر لیا ہے تو پھر اس پر ڈٹے رہنا۔ خاندان کو نیک نامی بخشنا اور اس کا نام روشن کرنا بیٹے خیر خیریت سے گھر لوٹنا۔ میں تمہارا انتظار کروں گی۔ میرے دودھ کی لاج رکھنا۔

لیکن افسوس ماں انتظار کرتے کرتے دم توڑ گئی۔ کیونکہ اس ملاقات کے تھوڑے عرصہ بعد وہ سخت بیمار ہو گئیں اور بچنے کی کوئی اُمید نہ رہی۔ گیانی جی کی زندگی کا عظیم ترین المیہ اُن کی والدہ کی موت ہے۔ اس واقعہ کو وہ کبھی بھی بھلا نہیں سکے۔ آج بھی جب وہ اپنی والدہ کی موت کے واقعات بیان کرتے ہیں تو اُن کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ اور وہ اپنے جذبات

پر قابو نہیں پا سکے۔ گیانی جی یکدم اُداس ہو جاتے ہیں۔ گیانی جی کے خود اپنے الفاظ میں۔

"موت اور شیطان نے مل کر سازش کی اور مجھ سے میرا سب سے بیش بہا خزانہ چھین لیا۔ میں جیل میں بند تھا لہٰذا وہ سکون سے مر نہیں سکیں انہوں نے تڑپ تڑپ کر جان دی۔ ان کے بیٹے کو پانچ سال کی قید کی سزا اُن کے لئے ناقابلِ برداشت صدمہ تھا۔ اس صدمے سے اُنہیں ایسے زخم لگے۔ جو مندمل نہ ہو سکے۔ انہوں نے کبھی کسی کا دل نہیں دکھایا تھا اور نہ ہی کسی کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی تھی۔ لیکن پھر بھی جب انہوں نے اس دُنیا کو چھوڑا۔ تو اُن کی رُوح بے حد دکھی اور مضطرب تھی۔ عام طور پر جب کسی سکھ عورت یا مرد کی موت واقع ہوتی ہے تو اس کی زبان پر واہگورو کا نام ہوتا ہے لیکن ان کے دل میں ذیل سنگھ ہی بستا تھا۔ انسان موت کے وقت جنّت کے بارے میں سوچتا ہے۔ مگر میری ماں کی نظریں جیل کی کال کوٹھڑی پر ٹکی ہوئی تھیں میں اپنی ماں کو تکلیف پہنچانے کا گنہگار ہوں مجھے پانچ سال قید کی سزا ہوئی۔ رہائی میں تین ماہ باقی تھے۔ میں نے ستاون مہینے فرید کوٹ جیل کی نذر کر دیئے تھے۔ کچھ خیر خواہوں نے سوچا کہ مہاراجہ کی سرکار باقی کے نوّے دن رحم کی بنا پر شاید معاف کر دے۔ انہوں نے راجہ کو درخواست پیش کی لیکن کسی نے اُن کی رحم کی درخواست پر توجہ نہ دی۔ راجہ رحم نام کی کسی شے سے واقف نہ تھا۔ میرے بڑے بھائی نے پیرول پر رہائی کے لئے درخواست دی لیکن وہ بھی نامنظور کر دی گئی۔ باغیوں کے لئے پیرول کیسی؟

"اگر وہ اپنے بیٹے کو ملنے کے لئے اتنی بے چین اور آرزو مند ہے تو وہ اس سے کہے کہ معافی مانگ لے۔"

کنبے کے افراد سے کہا گیا: "راجہ کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والوں کو صرف معافی مانگنے پر ہی رہا کیا جا سکتا ہے۔ پیرول کا کوئی سوال ہی نہیں اُٹھتا۔"

راجے سیاسی قیدیوں سے معافی نامے لکھوا کر بڑی مسرت محسوس

کرتے تھے تاکہ دوسروں کو سبق سکھایا جا سکے۔ گیانی جی پر بھی اسی لئے اخلاقی دباؤ ڈالا گیا کہ وہ معافی مانگ کر جیل سے باہر آجائیں۔ اُن افسران کو اس بات کا علم تھا کہ وہ اپنی والدہ سے بے انتہا پیار کرتے ہیں۔

گیانی جی کسی اور ہی مٹی کے بنے ہوئے تھے۔ اُن کے اندر لوہے کا دل تھا جو بڑے سے بڑا صدمہ بھی برداشت کر سکتا تھا۔ اُن کا منتہائے مقصود غریب اور پسماندہ افراد کو اُٹھانا تھا چاہے اس کے لئے انہیں کوئی بھی راہ اپنانی پڑے۔ انہوں نے قوم و ملک کے لئے اپنی عزیز ماں کی قربانی دے دی۔

گیانی جی کے الفاظ میں - میری ماں یہ آرزو دل ہی دل میں لے کر راہی ملک عدم ہوئی کہ وہ اپنے بیٹے سے آخری وقت بات بھی نہیں کر سکیں۔ تاہم اپنے پیچھے ایک ورثہ چھوڑ گئیں جس نے ہر وقت راجہ کے خلاف جدوجہد میں میری رہبری و اعانت کی۔ وہ میرے اندر ایک شمع روشن کر گئیں۔ جو کبھی بجھ نہیں سکتی۔ اُن کی آخری سانسیں ابھی باقی تھیں کہ اُن کے ہاتھوں میں کسی کا ہاتھ پکڑا کر کہا گیا کہ یہ ذیل سنگھ کا ہاتھ ہے تاکہ وہ سکون سے پران تیاگ سکیں مگر انہوں نے اس بات پر یقین کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ وہ میرے ہاتھوں کا لمس پائے بغیر موت کی آغوش میں جا سوئیں۔ آج میں جو کچھ بھی ہوں ان ہی کی بدولت ہوں۔ وہ کوئی وصیت چھوڑ کر نہیں گئیں لیکن ایسی جوت جگا کر گئی تھیں جو ہمیشہ میری رہنمائی کرتی رہی ہے۔

برسوں بیت گئے ہیں لیکن وقت کا گرد و غبار میرے دل سے میری عزیز ماں کی یاد نہیں دھندلا سکا جب کبھی میں اپنے گاؤں جاتا ہوں تو اُس جگہ کو ضرور سجدہ کرتا ہوں جہاں اُن کی چتا کو آگ لگائی گئی تھی۔"

اگر آج اُن کی ماں زندہ ہوتی تو دیکھتی کہ اُن کا بیٹا ان کی دعاؤں کی بدولت کس اعلیٰ رتبے پر پہنچ گیا ہے۔

فریدکوٹ سے جلاوطنی

۱۹۴۳ء میں قید کی میعاد ختم ہونے کے بعد گیانی جی کو فریدکوٹ جیل سے رہا کردیا گیا۔ یہ وہ سال تھا جب ہندوستان لاتعداد مسائل سے دوچار تھا۔ دوسری جنگ عظیم عالم شباب پر تھی اور انگریز ہر محاذ پر بری طرح شکست کھا رہا تھا۔ ساری دنیا ہی آگ کی لپیٹ میں تھی۔ دیسی ریاستوں کے حکمراں بڑھ چڑھ کر انگریزی سامراج کی مدد کررہے تھے اور ایک دوسرے سے زیادہ وفاداری دکھانے کی کوشش کررہے تھے۔

کانگرس کے سبھی بڑے رہنما جیلوں میں بند تھے۔ فریدکوٹ میں کوئی شخص بھی پرجا منڈل کی تحریک اور جدوجہد آزادی میں حصہ لینے کا نام بھی نہیں لیتا تھا۔ ایک طرح سے ان تحریکوں میں کوئی جان نہیں رہی تھی۔ ظلم و تشدد سے خوف زدہ ہوکر لوگوں نے خاموشی اختیار کرلی تھی۔ راجہ نے جبرواستبداد کا ایسا دور چلایا ہوا تھا کہ شہری حقوق کی کوئی بات بھی نہیں کرتا تھا۔ راجے اپنے آپ کو رعایا کا مالک تصوّر کرتے تھے اور جیسا اُن کا جی چاہتا تھا ویسا ہی کرتے۔ کوئی اُنہیں پوچھنے والا نہ تھا۔

انگریز سرکار پوری طرح دیسی ریاستوں کی مددگار تھی۔ اُن دنوں کانگرس کا نام لینا بھی جُرم تھا اور کانگریسیوں کو تو مجرم سمجھا ہی جاتا تھا۔

گیانی ذیل سنگھ سندھواں پہنچ کر ابھی اپنے اعزار اقارب سے مِل جُل ہی رہے تھے کہ پولیس نے اُن کا پیچھا شروع کر دیا۔ خفیہ پولیس کے آدمی اُن کے گاؤں کے آس پاس چکر کاٹتے رہتے۔ اور گاؤں میں آنے جانے والے ہر فرد اور گیانی جی سے ملنے کے لئے آنے والے ہر شخص پر نظر رکھی جاتی تھی۔ چہار اطراف خوف و دہشت کا دَور دورہ تھا۔ اُنہیں راجہ کا دشمن سمجھا جاتا تھا یہاں تک کہ اُن کے رشتہ داروں کو بھی شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ راجہ نے مصمّم ارادہ کرلیا تھا کہ وہ اپنی ریاست میں کسی قسم کی کوئی تحریک چلنے نہیں دے گا۔ پولیس کو سخت ہدایات جاری کی گئی تھیں کہ ریاست میں کسی سیاسی پروگرام کی اجازت نہ دی جائے اور اگر کوئی کوشش کرے تو تحریک سختی سے کچل دیا جائے۔

گیانی جی اپنے ارادے پر سختی سے قائم تھے۔ اُنہوں نے جو نشانہ ایک بار مقرر کرلیا تھا۔ اور جو کانٹوں بھرا راستہ اختیار کرلیا تھا، اُس سے اُنہیں اب کوئی ہٹا نہیں سکتا تھا۔ انہیں تمام دوستوں کی معرفت اطلاعات مِل رہی تھیں کہ اگر انہوں نے کسی قسم کی تحریک شروع کی تو اُنہیں ایسی جگہ پر پھینک دیا جائے گا۔ جہاں سے اُن کا ملنا بھی مشکل ہوجائے گا۔

گیانی جی نے بڑی سنجیدگی سے تمام صورتِ حال کا جائزہ لیا کہ راجہ کی جیل میں سڑنا چاہیے یا ریاست چھوڑ کر کہیں باہر چلا جانا چاہیے جہاں جدّوجہد آزادی میں حصّہ لیا جاسکتا ہو۔ اُنہوں نے متعدد بار اس مسئلے پر غور و فکر کیا اور آخر اس نتیجہ پر پہنچے کہ اُنہیں پنجاب جاکر جدّوجہد میں حصّہ لینا چاہیے۔ اور عوام کو انگریزوں کے خلاف بھڑکانا چاہیے۔ کام انتہائی مشکل تھا اور پنجاب میں مکمّل طور پر جمود چھایا ہوا تھا۔ سارے ملک ہی میں ۱۹۴۲ء کی ہندوستان چھوڑو تحریک کی ناکامی کی وجہ سے لوگوں میں نا اُمیدی پھیلی ہوئی تھی۔ لوگوں کے دلوں میں آزادی کے لئے تڑپ تو تھی لیکن ظاہری طور پر کوئی آواز بلند کرنے کی جرائت نہیں کر رہا تھا۔

بڑے غور و فکر کے بعد آخر کار اُنہوں نے ریاست سے باہر آکر پنجاب

میں قیام پذیر ہونے کا فیصلہ کیا۔ اگر اُن دنوں وہ ریاست ہی میں رہ جاتے تو تاریخ شاید کچھ دوسری ہوتی کیونکہ یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ اگر وہ ریاست میں رہتے تو راجہ ضرور اُن کے خلاف کوئی فوجداری مقدمہ دائر کرتا اور انہیں غیر معینہ عرصہ کے لئے جیل میں پھینک دیا جاتا۔

اب سوال یہ پیدا ہوا کہ گیانی جی کہاں جائیں اور کیا کریں ؟ تحریک کون سی شکل اختیار کرے۔ سی آئی ڈی میں کام کرنے والے ایک دوست نے اُنہیں جلد از جلد ریاست سے باہر چلے جانے کا مشورہ دیا کیونکہ حالات ایسے بنتے جارہے تھے کہ اُن کی جان کو بھی خطرہ لاحق تھا۔

آخر ایک دن گیانی جی اپنے گاؤں، اپنی ریاست اور اپنے کنبے کے افراد کو الوداع کہہ کر پنجاب کی راجدھانی لاہور کی جانب روانہ ہو گئے۔ اُن کے والدین پہلے ہی اس جہانِ فانی سے کوچ کر چکے تھے۔ لہذا وہ بڑے دکھ اور تکلیف کے ساتھ اپنے گاؤں کو چھوڑ رہے تھے۔ اُن کے بڑے بھائیوں، بہن اور رفیقۂ حیات کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اُن کا پیارا اُن سے جدا ہو رہا تھا۔ جانے دوبارہ کب ملاقات ہو۔ کون جانتا تھا کہ کل کیا ہوگا ؟ ناامیدی اور مایوسی کے بادل ہر ایک کے چہرے پر چھائے ہوئے تھے۔ بہر حال اُنہیں اطمینان تھا کہ گیانی جی ایک نیک کام کی خاطر گھر چھوڑ رہے ہیں۔

انہوں نے اس سرزمین کو خیر باد کہا جس پر کھیل کود کر وہ جوان ہوئے تھے۔ جس گھر میں اُن کی پرورش و پرداخت ہوئی تھی اور جہاں اُن کی سیاسی زندگی کا آغاز ہوا تھا۔ سب پیچھے رہ گیا۔ آگے کوئی متعین ٹھکانہ نہ تھا وہ کب گھر واپس آئیں گے۔ کوئی نہیں جانتا تھا۔ اُن کی غیر حاضری میں کنبے کا کیا بنے گا۔ زندگی منتشر ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔ اُن کا ایک ہی منتہائے مقصود تھا۔ راجے اور انگریزی سامراج کے خلاف جدّو جہد کرنا۔

۱۹۴۳ء کے آخر میں گیانی جی لاہور پہنچے۔ جو ایک بڑا مہنگا شہر تھا اور جہاں ایک دن بھی کاٹنا مشکل تھا۔ خیر جوں توں کرکے کچھ دن کاٹے۔ کچھ دوستوں کی صلاح سے وہ اکالی رہنما ماسٹر تارا سنگھ سے ملے۔ ماسٹر جی

نے اس حوصلہ مند اور باہمت دیش بھگت کے بارے میں بہت کچھ سُن رکھا تھا۔ انہوں نے ابتدائی جانکاری حاصل کرنے کے بعد گیانی جی کو مشورہ دیا کہ وہ مشنری کالج امرتسر میں داخلہ لے لیں۔ جس سے ایک تو اُن کی رہائش کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اور خرچہ چلانے کے لئے اُنہیں سولہ روپیہ ماہوار وظیفہ بھی مِل جائے گا۔ اس طرح وقتی طور پر گیانی جی کے مسائل حل ہو گئے۔

گیانی جی سکھ مشنری کالج امرتسر میں داخل ہو گئے۔ اس ادارے میں سکھ نوجوانوں کو مذہبی تبلیغ کرنے کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اُن دنوں گنگا سنگھ اس کالج کے پرنسپل تھے، بڑے سلجھے ہوئے، عالی المرتبت مقرّر جو سامعین کو گھنٹوں اپنی تقریر سے مسحور کر سکتے تھے۔ کچھ ہی دنوں میں انہوں نے گیانی جی کی صلاحیت اور قابلیت کا اندازہ کر لیا۔ اُن کا خیال تھا کہ گیانی جی ایک بہت اچھے مقرر بن سکتے ہیں۔ کیونکہ اُنہیں گوربانی کا مکمل گیان تھا۔
کچھ عرصہ انہوں نے کالج میں تعلیم حاصل کی۔ اس سے وہ مطمئن تو تھے۔ لیکن دل میں کچھ اور ہی لگن تھی۔ اُن کے دل میں آزادی وطن کی امنگیں ٹھاٹھیں مار رہی تھیں۔ وہ گھوم پھر کر کوئی ٹھوس سیاسی کام انجام دینا چاہتے تھے۔
اُنہیں جلد ہی موقع ہاتھ لگ گیا۔ ایک دن پرنسپل گنگا سنگھ نے اُنہیں اپنے دفتر میں بلا کر کہا ـــــ آپ کا شری گورو گرنتھ صاحب، گیتا، بائبل اور قرآن شریف کا گیان پایۂ تکمیل تک پہنچا ہوا ہے۔ آپ اُس سے زیادہ جانکاری رکھتے ہیں جتنی کہ آپ کو یہاں سے حاصل ہوئی ہے لہذا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ باہر جا کر مبلغ کی خدمت انجام دیں۔
"جیسا آپ کا حکم" گیانی جی نے جواب دیا۔ اس کے بعد گیانی جی نے تعلیم مکمل کئے بغیر اور سرٹیفکیٹ حاصل کرنے سے پہلے ہی کالج کو خیرباد کہہ دیا۔
کچھ عرصہ وہ امرتسر میں ہی قیام پذیر رہے پھر ہوشیار پور میں گورو ہرگوبند صاحب سے وابستہ گوردوارہ گرنا صاحب آ گئے۔
اب انہیں ۱۸ روپے مہینہ تنخواہ ملتی تھی۔ انہوں نے آتے ہی مذہبی امور میں

بڑھ چڑھ کر حصّہ لینا شروع کیا۔ مذہبی تبلیغ کے ساتھ ساتھ انہوں نے سماجی کاموں میں بھی حصّہ لیا۔ وہاں انہیں بود لاں کے بھائی گنگا سنگھ اور بھائی جے سنگھ کا ساتھ مِل گیا۔

اب گیانی جی اپنے گھر سے دُور رہ کر مذہبی تبلیغ کا کام کر رہے تھے۔ کنبے سے الگ تھلگ رہ کر زندگی گذارنا کوئی کم تکلیف دہ معاملہ نہیں تھا۔ اُن کا کنبہ ایشور کے سہارے جی رہا تھا۔ اُن کے کنبے کی ذمہ داری اُن کے بڑے بھائی کے سر پر آپڑی تھی۔ انہوں نے بڑے پیار سے گیانی جی کے بال بچوں کی پرورش و پرداخت کی۔ شانوں پر آپڑی ذمہ داری کو بڑی خوش اسلوبی سے نبھایا۔

گیانی جی نے پوری دلچسپی اور قابلیت کے ساتھ مذہبی تبلیغ کے کام کو انجام دیا۔ اُن کی تقاریر سے حاضرین بہت متاثر ہوتے تھے۔ وہ بولتے تو سامعین مسحور ہو اُٹھتے۔ جب وہ گوروؤں کی شہادتوں کا ذکر کرتے تو سننے والوں کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے۔

گیانی جی ایک طویل عرصہ تک کسی ایک مقام پر ٹک کر نہیں رہ سکتے تھے۔ اُن کا دل وہاں سے کہیں اور جانے کے لئے مچلنے لگتا لہٰذا وہ گرنا صاحب سے بھی کہیں اور جانے کے بارے میں سوچنے لگے۔

لیکن گیانی جی آج بھی اپنے گرنا صاحب میں بتائے ہوئے ایام فراموش نہیں کر پائے۔ وہاں کی ہر شے سے اُنہیں اُنس ہو گیا تھا۔ جب وہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے تو وہ ایک بار گرنا صاحب گئے تھے اور وہاں کے تعمیری کاموں میں دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔ لوگوں نے اُن کا پُرتپاک استقبال کیا۔ گیانی جی اُن کے پیار اور محبت سے بے حد متاثر ہوئے اور انہوں نے کہا۔

"میں تو چاہتا ہوں کہ اُس مقام پر کبھی اکیلا آؤں اور اپنے پُرانے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کروں اور اُن سے اپنے دُکھ سُکھ بانٹوں۔"

جب گیانی جی نے گوردوارے میں قدم رکھا تو اُن کا دل بھر آیا اور انہوں نے ایشور کا لاکھ لاکھ شکر کیا جس نے اُن پر انتہائی مہر و کرم کر کے انہیں یہ دن

دکھایا ہے۔ انہوں نے اُس چھوٹے سے کمرے کو بڑی حسرت بھری نظروں سے دیکھا جہاں وہ قیام کیا کرتے تھے۔ ان مقامات کو دیکھ کر اُن کی یادیں تازہ ہو گئیں۔

گرنا صاحب قیام کرنے کے بعد گیانی جی راولپنڈی پنجہ صاحب اور مکتسر میں قیام پذیر رہے اور اپنی مذہبی تبلیغ سے سکھوں کو سکھ تاریخ سے روشناس کرایا۔ نیز قوم و ملک کے لئے مرمٹنے کی تلقین کی۔

سکھ مذہب کا مبلّغ ہونے کے ناتے گیانی جی کو سکھوں کی ذاتی زندگی کا بغور مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ انہوں نے سکھوں کے رہن سہن، اُن پر پڑے اثرات، اُن کے اعتقادات اور جذبۂ حب الوطنی کے بارے میں بھرپور جانکاری حاصل کی۔ اُن کا لوگوں کے ساتھ رابطہ بڑھ گیا اور وہ اُن کے دکھ سکھ سے اچھی طرح روشناس ہو گئے۔

گیانی جی کی زندگی میں اس طرح کا بھی وقت آیا جب یہ خدشہ پیدا ہو گیا کہ وہ اپنے راستے سے متزلزل نہ ہو جائیں۔ ان کا حقیقی نشانہ تو ملک کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرانا تھا۔ نہ کہ مذہبی مبلغ بن کر نہ رہ جانا۔ وہ مذہبی ماحول میں رس بس گئے تھے اور اس میں سے نکلنا بڑا دشوار لگتا تھا۔ پرچارک کی سکھ مذہب میں بڑی قدر و اہمیت ہے۔ لوگ اُس کی بڑی آؤ بھگت کرتے ہیں اور مبلغ اس کام کو چھوڑ نہیں سکتا۔

پرنسپل گنگا سنگھ کہا کرتے تھے کہ سکھ مبلّغ کا کام نمک کی ایک کان کے مانند ہے ایک بار اس میں گھُس جاؤ تو باہر نکلنا مشکل ہو جاتا ہے لیکن گیانی ذیل سنگھ مذہبی ماحول کی اس نمک کی کان سے باہر نکل آئے۔ انہیں آگے اور کام کرنے کے لئے ایک وسیع اور عریض میدان ملا۔ غریبوں، محتاجوں اور مظلوموں کی خدمت کرنے اور ان کے دکھ درد دُور کرنے کا۔ اُن کے مقدر میں تو ملک کے کروڑوں پسماندہ افراد کی بہتری و خوشحالی کے لئے کام کرنے کی ذمہ داری لکھی تھی۔

۱۹۴۵ء میں دوسری جنگ عظیم کا خاتمہ ہوا۔ انگریزی سامراج اور اُس

کے حواری ممالک ابتدائی شکستوں کے بعد جب فتحیاب ہو رہے تھے۔ صورتِ حال قابو میں آگئی۔ انگلستان میں لیبر پارٹی کے برسرِ اقتدار آنے سے حالات مزید بدل گئے۔ حالات بڑی تیزی سے بدل رہے تھے لہذا ۱۹۴۶ء کے آخر میں گیانی جی واپس فرید کوٹ آگئے۔ مرکز میں عارضی حکومت کا قیام عمل میں آچکا تھا۔

گیانی جی کے سندھواں پہنچنے سے اُن کے کنبے کے افراد میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ لیکن گیانی جی کو بھلا سکھ چین کہاں نصیب تھا۔ ہندوستانی رہنماؤں کی انگریز حکمرانوں کے ساتھ آزادی وطن کے بارے میں گفت و شنید چل رہی تھی۔ ریاستوں میں بھی نمائندہ حکومت کے قیام کے بارے میں چرچا ہو رہا تھا۔ سارے ماحول میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ کیا ہونے والا ہے تاہم آفتاب آزادی طلوع ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔

فرید کوٹ اس طرح خواب خرگوش میں مبتلا تھا۔ وہاں تحریک آزادی کچل دی گئی تھی۔ راجہ عوام کے مطالبات ماننے کے لئے تیار نہیں تھا۔ وہ اپنی ضد پر اڑا ہوا تھا۔ راجہ نے ہر تحریک کو کچلنے کے لئے پولیس کو احکام دیئے ہوئے تھے۔

گیانی جی کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی گئی۔ اور سی آئی ڈی اُن کا تعاقب کرتی رہتی۔ اُن کے گھر آنے جانے والوں کو پریشان کیا جاتا۔ اُن کے رشتہ داروں کو زدوکوب کیا جاتا۔ حالات بڑے سنگین تھے۔ لیکن اب گیانی جی اپنی زندگی کے اس مقام پر پہنچ چکے تھے۔ جہاں سے پیچھے مڑنا تو درکنار پیچھے مڑکر دیکھنا بھی دشوار معلوم ہوتا تھا۔ گیانی جی کے استقلال اور مصمم ارادے کی پختگی نے اُنہیں آگے بڑھنے کی ترغیب دی۔

لیکن ایک دن گیانی جی حیران رہ گئے۔ جب اُنہیں راجہ کا یہ پیغام ملا کہ وہ آکر اُنہیں محل میں ملیں۔ اُن محلوں میں جن کی جانب آج تک دیکھنا بھی جرم تھا۔ خبر آناً فاناً سارے شہر میں پھیل گئی کہ راجہ نے گیانی جی کو محلوں میں مدعو کیا ہے۔ اب اہل کنبہ کے دِن پھر جائیں گے۔ راجہ اُنہیں ضرور

کوئی نہ کوئی عہدہ عطا کرے گا۔ گیانی جی کو راجہ سے ملاقات کے سلسلے لئے فوراً ہاں کر دینی چاہیئے۔ سبھی کی یہی رائے تھی۔

لیکن گیانی جی کسی اور ہی مٹی کے بنے ہوئے تھے۔ انہوں نے راجہ سے محلوں میں ملاقات کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

سب حیران رہ گئے۔ اُن کا خیال تھا کہ گیانی جی کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ کچھ دن بیت گئے۔ گیانی جی کے احباب نے انہیں سمجھایا کہ راجے سے ملنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ ملاقات محلوں سے باہر کسی اور جگہ بھی کی جا سکتی ہے۔ آخرکار سندھواں سے تین میل کی دُوری پر واقع بٹیر سنگھا والہ میں ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

راجہ اپنی پولیس گارد کے ساتھ بٹیر سنگھا والہ پہنچا جیپ کے پیچھے کچھ فوجی بھی تھے۔ کسی کو اس بات کی بھنک بھی نہ پڑنے دی گئی کہ ملاقات ہو رہی ہے۔ راجہ پورے جلال میں تھا۔ گیانی جی تن تنہا وہاں ملاقات کے لئے پہنچے۔ ان کے دل میں خوف بھی تھا کہ کہیں راجہ کوئی چال ہی نہ چل رہا ہو وہ انہیں مروا بھی سکتا تھا۔ یا انہیں ایسی جگہ لے جا سکتا تھا۔ جہاں ان کی ہوا بھی کسی کو نہ لگ سکے۔ ایک طرف راجہ کی بے انتہا طاقت تھی اور دوسری طرف کانگریس کا ایک معمولی سا کارکن لیکن دل میں استقلال، ارادوں میں پختگی اور خیالات میں استحکام تھا۔

راجے نے گیانی جی کے ساتھ مصافحہ کیا۔ ان دنوں یہ ایک اَن ہونی بات تھی۔ گیانی جی کے چہرے پر سنجیدگی کے آثار تھے۔ راجہ نے طویل خاموشی کے بعد بات کا آغاز کیا — گیانی جی آپ بڑے ہمت اور حوصلہ والے نوجوان ہیں۔ کیوں تحریکوں میں پڑ کر اپنا بیش قیمت وقت ضائع کر رہے ہیں۔ پہلے بھی پانچ سال جیل میں رہ کر آپ نے کیا حاصل کیا۔ آپ کی جوانی ڈھل رہی ہے۔ کوئی تعمیری کام کیجیئے اور اپنے کنبے کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی بسر کیجیے۔

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں پہلے تعمیری کام نہیں کر رہا؟ کیا ملک کی آزادی کے لئے جدوجہد کرنا کوئی کام ہی نہیں۔ جو راہ میں نے منتخب کی ہے میں اسی

راستے کو درست سمجھتا ہوں۔"

"گیانی جی میری سکھ ریاست ہے، جس پر گورو گوبند سنگھ جی کا کرم ہے آپ اسے نقصان مت پہنچائیے اور اسے تباہ و برباد کرنے کی کوشش نہ کیجئے۔ سکھ راجہ، سکھ ریاست اور آپ بھی پکے سکھ۔ آئیے مل کر بنیوں کو ختم کریں جو ہمارے خلاف متحد ہوئے ہیں۔ اور سکھ راج کو نیست و نابود کرنا چاہتے ہیں۔

گیانی جی مسکرائے اور کہا۔ "کیا ہوا اگر ہم دونوں سکھ ہیں۔ میں سکھ راج کے خلاف نہیں۔ ایک مطلق العنان حکومت کے خلاف ہوں۔ آپ نمائندہ حکومت قائم کیوں نہیں کرتے۔ عوام کو حقوق دے دیجئے۔ ہماری جنگ خود بخود ختم ہو جائے گی۔

گیانی جی میری بات سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ میری بات یوں ہی نہ گنوایئے ان پرجا منڈلی بنیوں کو کپڑا بُننے اور بھوکا مرنے دیجئے۔ اُن کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ ہونا چاہیئے۔ یہ چرخہ کات کات کر آزادی حاصل نہیں کر سکتے۔ آئیے ہم لوگ گلے مل کر سکھ راج کو بچائیں۔"

راجہ نے گیانی جی کے مذہبی جذبات و احساسات کو برانگیختہ کرنے کی کوشش کی۔ اُسے گیانی جی کے مذہبی رجحانات سے پوری آگاہی تھی۔

"میں پکا سکھ ہوں اور سکھ گورو میرے رہبر و رہنما ہیں۔ میں اُن کے آدرشوں پر کاربند ہوں۔ مجھے اپنے مذہب سے گہرا لگاؤ ہے۔ لیکن لوگوں کی نمائندہ سرکار کا قیام میرا پیدائشی حق ہے۔

شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج عوامی حقوق کی خاطر زندگی بھر نبرد آزما رہے۔ ہندو ہمارے سماج کا اہم حصہ ہیں۔ پرجا منڈل ہندو تنظیم نہیں ہے۔ سکھ اس کی بنیاد ہیں اور وہ اس تحریک کو آگے بڑھانے میں پیش پیش ہیں۔ ہندو سکھ دو بھائی ہیں اُن کے درمیان نفرت و حقارت پیدا نہ کیجئے۔ ہندو سکھ الگ نہیں کئے جا سکتے۔ ان کا ناخن گوشت کا رشتہ ہے۔ ہم صدیوں سے اکٹھے رہ رہے ہیں۔ میں مذہبی آزادی میں پورا یقین رکھتا ہوں۔ ہماری لڑائی سکھ حکمراں کے خلاف نہیں بلکہ اس کی

جبر و استبداد پر مبنی پالیسی کے خلاف ہے۔"
"آپ نے میری بات نہیں سمجھی۔ میں آپ کو اعلیٰ عہدے پر مامور کروں گا۔ اور آپ کا کنبہ عیش و عشرت کی زندگی بسر کرے گا۔"
آپ عوامی راج قائم کر دیجئے اور کسانوں کو زمین کا مالک بنا دیجئے۔ کوئی تحریک شروع نہیں کی جائے گی۔ میرا آپ کو یہی مشورہ ہے نہیں تو تحریک نئی شکل اختیار کرے گی۔ جس پر آپ کی پولیس اور فوج بھی قابو نہیں پا سکے گی۔"
"میں عوامی راج قائم نہیں کر سکتا۔ میری بھی کچھ مجبوریاں ہیں اگر میں نے اس جانب کوئی قدم اُٹھایا تو دوسرے راجاؤں کو بھی اس سلسلے میں کچھ کرنا پڑے گا۔ پھر وہ مجھے لعنت ملامت کریں گے۔"
"یعنی ہمارے راستے الگ الگ ہیں۔ ہم میں کوئی شے مشترکہ نہیں۔ میرا نصب العین صرف عوام کی نمایندہ سرکار کا قیام ہے۔ جو میں حاصل کر کے رہوں گا۔ اگر آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ تو آئیے الگ ہو جائیں۔ ہمارے راستے الگ الگ ہیں۔
ہماری یہ ملاقات خفیہ رہنی چاہیئے کسی کو اس کی بھنک تک نہیں پڑنی چاہیئے۔ ورنہ اس کے سنگین نتائج رُونما ہو سکتے ہیں۔
"میں وعدہ کرتا ہوں کہ یہ سب باتیں پوشیدہ رکھوں گا۔"
راجہ اپنے محافظوں کے ساتھ واپس چلا گیا۔ گیانی جی پیدل ہی چل پڑے۔ جیپ پر سوار ہونا قبول نہ کیا۔ گیانی جی نے راجے کے رعب و دبدبہ کی پرواہ نہ کی۔
گیانی جی گھر واپس آئے تو اُن کی آنکھوں میں فخر کی جھلک تھی، ماتھے پر چمک اور دل میں فتح و کامرانی کی مسرت۔
وہ جب تک ملک کے سیاسی میدان میں سرگرم رہے۔ انہوں نے اس ملاقات کا کبھی کسی سے ذکر نہیں کیا۔
یہ گیانی جی کی ایک عظیم فتح تھی کہ انہوں نے مذہب کی رو میں بہہ کر کوئی غلط قدم نہیں اُٹھایا ♣

جھنڈا ستیہ گرہ

۱۹۴۶ء میں پرجا منڈل فریدکوٹ نے اپنی سرگرمیاں تیز تر کر دیں۔ اس وقت گیانی ذیل سنگھ اُن اہم پیشرؤں میں سے تھے جنہوں نے پرجا منڈل کی باگ ڈور سنبھالی ہوئی تھی۔ ریاست فریدکوٹ کی صورتِ حال بڑی سنگین تھی رجسٹریشن آف ایسوسی ایشن ایکٹ مجریہ ۱۹۳۸ لاگو تھا جس کے تحت کوئی بھی شخص سرکار کے خلاف آواز بلند نہیں کر سکتا تھا۔ صورتِ حال کی تفصیل بیان کرتے ہوئے سردار ہردیو سنگھ وکیل برنالہ (نابھہ) پریذیڈنٹ ریجنل کونسل، پنجاب اسٹیٹس پیپلز کانفرنس نے کہا تھا کہ یہ بات ٹھیک ہے کہ کچھ حد تک فریدکوٹ کے راجہ کے عنانِ حکومت سنبھالنے کے بعد تھوڑی سی اَدھوری اصلاحات کی گئیں مگر اِن اصلاحات کا مقصد بیرونی دنیا اور انگریزی سرکار کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کے برابر ہے۔ لوگوں پر خصوصاً زمینداروں پر بہت بوجھ ڈالا گیا ہے۔ شہری حقوق کا کہیں نام ونشان نہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ زمینداروں کے ساتھ سوتیلی ماں ایسا سلوک کیا جا رہا ہے۔ اُنہیں ملکیت کے حقوق نہیں دیئے گئے ہیں۔ مال کے کاغذات میں انہیں مزارعہ دکھایا گیا ہے۔ زمین کا مالکِ اعلیٰ راجہ خود ہے۔

گاؤوں کی شاملات میں اور کھیتوں کی پگڈنڈیوں پر اُگے درختوں کو فروخت کیا جا رہا ہے۔ زمیندار اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ لیکن سرکار پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس پالیسی کی وجہ سے زمین سایہ دینے والے درختوں سے محروم

ہوتی جارہی ہے۔ درخت کامیاب کھیتی کے لئے بہت ضروری ہیں۔ لیکن یہاں تو قبرستانوں میں اُگے درختوں کو بھی فروخت کیا جارہا ہے۔

فاضل مویشیوں کو عام طور پر کسان اپنی پیداوار کی حیثیت سے بیچتے ہیں، ریاست کو چوتھا حصہ دیئے بغیر اُن کی برآمد کی اجازت نہیں۔معلوم ہوا ہے کہ اس کے لئے ریاستی سرکار ۴۰۷ روپے فی ویگن وصول کرتی ہے۔ گڑ جو مہنگے داموں فروخت ہوتا ہے، شراب بنانے کے لئے رکھ لیا جاتا ہے۔ یہ شراب ریاست سے ملحقہ علاقے کے بھاؤ سے سستے داموں پہ فروخت کی جاتی ہے۔

عوام دیہی جوہڑوں کا استعمال نہیں کر سکتے۔ مویشیوں کو پانی پلانے اور جوہڑوں میں سے مٹی نکالنا شدید جُرم ہے جس کے لئے سخت سزائیں دیجاتی ہیں۔"

یہ حالات تھے جن میں گیانی ذیل سنگھ کو جدّوجہد کرنی پڑ رہی تھی۔ پرجا منڈل نے عوام میں جوش و خروش لانے اور اُنہیں اپنے حقوق سے آگاہ کرنے کے لئے جلسے جلوسوں کا اہتمام کیا۔

۸ اپریل ۱۹۴۶ء کو چنبہ کے راجہ لکشمن سنگھ نے اسٹیٹ بنک آف فریدکوٹ کی شاخ کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر ایک عظیم الشان سرکاری تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ جب مہمانِ خصوصی تقریر کر رہا تھا تو پرجا منڈل کے کارکن پنڈت چیتن دیو کے بارہ سالہ فرزند چندر شیکھر نے ایک درخت پر قومی پرچم لہرادیا۔ پولیس نے چندر شیکھر اور اس کے ساتھی لڑکوں مدن لال موتھو رام وغیرہ کی خوب مرمت کی۔ بعد ازاں یہ لڑکے دانہ منڈی پہنچ گئے اور ایک درخت پر جھنڈا لہرانے کی کوشش کی لیکن پولیس نے جھنڈا چھین کر تار تار کر دیا۔ لڑکوں کی پٹائی کی گئی۔ اور پکڑ کر تھانے لے جایا گیا۔ اُنہیں سخت تنبیہ کی گئی کہ آئندہ وہ کوئی ایسی حرکت نہ کریں۔ رات کو انہیں رہا کر دیا گیا۔

دوسرے دن گیانی ذیل سنگھ کی قیادت میں شہر میں ایک جلوس نکالا گیا۔ پولیس نے لڑکوں کو گرفتار کر لیا۔ ان گرفتاریوں کے خلاف احتجاج کے طور پر سارے شہر میں ہڑتال کی گئی۔ پولیس نے پُر امن شہریوں پر لاٹھیاں برسائیں۔ اس واقعہ کے بارے میں تحقیق کرنے کے لئے پنجاب اسٹیٹس پیپلز

کانفرنس کی سب جنرل کونسل کے چیرمین نے سیٹھ رام ناتھ کی قیادت میں ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی - ۱۹؍اپریل ۱۹۴۶ء کو سیٹھ رام ناتھ نے اس بارے میں ایک بیان دیا "تحقیق کرنے سے پولیس کے مظالم کا بھانڈا پھوٹ گیا ہے۔ چندرشیکھر کی قیادت میں اگ بھگ اسّی لڑکوں نے فرید کوٹ میں جھنڈا لہرانے کا فیصلہ کیا اور اس ارادے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے وہ لوگ دانہ منڈی پہنچے - چندرشیکھر اور موتھو رام درخت پر جھنڈا لہرانے کے لئے اس پر چڑھ رہے تھے کہ اوپر سے پولیس آگئی اور لڑکوں کو گرفتار کر لیا گیا - اکٹھے ہوئے لوگوں پر لاٹھیاں برسائی گئیں اور انہیں تتر بتر کر دیا گیا - اس واقعہ کے بعد جب کچھ لوگوں نے دکانیں بند کرانے کی کوشش کی تو اُن پر لاٹھی چارج کیا گیا اور کئی افراد کو گرفتار کیا گیا - اس کے بعد سارا دن فوج شہر میں گشت کرتی رہی اور لوگوں کو دکانیں کھولنے پر مجبور کیا گیا۔

حالات روز بروز بگڑتے جا رہے تھے اور تحریک بتدریج زور پکڑتی جا رہی تھی - ۲۲-۲۱؍اپریل کو رام پورہ پھل میں مشہور قومی رہنما بابا کھڑک سنگھ کی صدارت میں ایک کانفرنس کے انعقاد کا اہتمام کیا گیا - اس عظیم شخصیت کا نام سُن کر لوگ بھاری تعداد میں کانفرنس میں شامل ہونے کے لئے آئے گیانی ذیل سنگھ بھی فرید کوٹ سے کارکنوں کا ایک بڑا گروپ لے کر وہاں پہنچے - انہوں نے کانفرنس کی تنظیم میں بھی حصّہ لیا - کانفرنس میں سردار پرتاپ سنگھ کیروں، ڈاکٹر سیف الدین کچلو پنجاب کانگریس کمیٹی کے صدر گیانی گورمکھ سنگھ مسافر اور برش بھان وغیرہ رہنماؤں نے بھی شرکت کی۔

بابا کھڑک سنگھ نے اپنے زوردار صدارتی خطبے میں کہا - "ریاستی حکمرانوں کی جانب سے اپنائی گئی جبر و استبداد کی پالیسی سے مجھے بے حد دُکھ ہوا ہے - انہوں نے ریاستوں میں بنیادی شہری حقوق بھی نہیں دیئے میں کسی بھی ریاست کی رعایا کی مانگ اور اس کے مناسب مطالبات کے لئے مورچہ لگانے کے لئے تیار ہوں۔"

کانفرنس میں فیصلہ کیا گیا کہ ۲۸ اپریل ۱۹۴۶ء کو فرید کوٹ میں ایک عام جلسے کا اہتمام کیا جائے۔

کانفرنس میں کئی تجاویز پاس کی گئیں جن میں ریاستی پرجا منڈل کے مطالبات کو دوہرایا گیا۔ کانفرنس انتہائی کامیاب ہوئی۔ اس میں لاتعداد افراد نے شرکت کی۔ ایسا معلوم پڑتا تھا جیسے بھیڑ کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہو۔ حاضرین اپنے مطالبات منوانے پر تل گئے تھے۔ صاف دکھائی دیتا تھا کہ انقلاب آنے ہی والا ہے۔ لوگوں کی آنکھوں میں سنہرے مستقبل کی کرنیں چمک رہی تھیں۔

ان حالات کو بیان کرتے ہوئے اخبار 'ٹربیون' کے ایڈیٹر راجا جنگ بہادر سنگھ نے ۲۲ اپریل کے شمارے میں تحریر کیا تھا۔ ابھی ابھی نابھ فرید کوٹ اور مالیر کوٹلہ سب ریجنل کونسل کی کانفرنس بابا کھڑک سنگھ کی صدارت میں جو ایک بے خوف مجاہد ہیں پھول منڈی میں منعقد ہوئی۔ ہر شخص جو دیکھ سکتا ہے کہ یہ سیاسی انقلاب جو انگریزی ہندوستان میں آچکا ہے وہ ریاستوں میں بھی آئے گا۔ جلوس، جھنڈا لہرانا اور کانفرنس کے نظریے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بغاوت جنم لے رہی ہے، لوگوں کے کھڑے بازو اور چمکتی آنکھوں میں وہ ارادہ، سنجیدگی اور جوش و خروش دکھائی دیتا تھا جس میں عوام النّاس کی فتح دکھائی دیتی ہے۔

انگریزی ہندوستان میں جس بغاوت کے آثار پرامن ڈھنگ سے سامنے آرہے ہیں اگر ریاستوں میں اس کے پھلنے پھولنے میں رکاوٹ پیدا کی گئی تو ایسی بیداری پیدا ہوگی جس سے عوام کے بجائے راجاؤں کو زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔

رام پورہ پھول منڈی میں منعقد کانفرنس میں پاس کی گئی تجویز کے مطابق ۲۸ مئی ۱۹۴۶ء کو فرید کوٹ میں ایک عام جلسے کے انعقاد کا اہتمام کیا گیا اس جلسے میں بھاری تعداد میں کارکن اور عام لوگ شامل ہوئے۔ کارکن دور دور سے آئے۔ کئی رہنماؤں نے اس میں شرکت کی۔ گیانی ذیل سنگھ اور سردار

ہردیو سنگھ نے اپنی زور دار تقاریر میں اپنے مطالبات کو دوہرایا لوگوں میں بڑا جوش وخروش تھا۔

اس موقع پر راجہ کی پولیس حرکت میں آگئی۔ اس نے متعدد غنڈے، نمبردار ذیلدار اور فوجی جو سفید کپڑوں میں تھے، جلسے میں افراتفری برپا کرنے کے اکھٹے کر دیئے۔ وہ لوگوں کو فرید کوٹ میں داخل کرنے سے بھی روکتے تھے۔ جو لوگ زبردستی داخل ہونے کی کوشش کرتے تھے اُنہیں ڈراتے دھمکاتے تھے اور لاٹھیاں، مار مار کر بھگا دیتے تھے۔ گیانی جی نے حکام سے گفت وشنید کی اور اُنہیں تلقین کی کہ وہ پرامن جلسہ میں رکاوٹ نہ ڈالیں لیکن پولیس تو امن تباہ کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ حالات بڑے سنگین تھے لہٰذا رہنماؤں نے ستیہ گرہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ لوگ قومی جھنڈے کی عزّت و توقیر کے لئے اپنی جانیں تک قربان کرنے پر تُلے ہوئے تھے اُنہوں نے مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ وہ راجے کی مطلق العنان حکومت ختم کر کے ہی دم لیں گے۔ انہوں نے 'کرو یا مرو' کا راستہ اپنالیا تھا۔

عوام کو حکم دیا گیا کہ وہ چار چار کے گروپ بنا کر ستیہ گرہ کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ پہلا جتھہ سردار ہیرا سنگھ کی قیادت میں ریاستی حدود میں داخل ہوا۔ انہوں نے پولیس اور مہاراجہ کے خلاف نعرے بلند کئے انہیں پولیس نے گھیر لیا اور بُری طرح مار پٹائی کی۔ سردار جی کو سر کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا گیا جو ایک حقارت آمیز فعل تھا۔ باقی جتھوں نے گرفتاری کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ اُنہیں بھی مارا پیٹا گیا اور گرفتار کرلیا گیا۔ کچھ لوگ بے ہوش ہو گئے۔ اور اُنہیں اُٹھا کر جنگل میں پھینک دیا گیا۔ ۲۲۵ کارکنوں کو گرفتار کیا گیا۔ جن میں ۱۵۰ کارکنوں کو بعد ازاں رہا کر دیا گیا۔ بقیہ ۷۵ کارکنوں کو جیل میں بند کر دیا گیا۔

پنجاب ریاستی پرجا منڈل نے ۲۸ اپریل کو واقعات کی تحقیق کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی جس کے اراکین تھے شری ہربنس لال، سردار ہرچرن سنگھ اور سردار چیت سنگھ۔

اس سے پیشتر سردار ہردیو سنگھ نے ان واقعات کے بارے میں کہا تھا ۲۸ راپریل کو فریدکوٹ میں ہونے والے جلسے میں تقریر کرنے کے لئے میں کئی دیگر پرجا منڈل کے کارکنوں کے ساتھ فریدکوٹ اسٹیشن پر اُترا تو ایک مجمع نے جو کہ بعد میں معلوم ہوا کہ ریاستی حکام نے خود اکٹھا کیا تھا۔ ہمیں گھیر لیا۔ جب ہم لوگ اسٹیشن سے باہر آئے تو اس مجمع نے پولیس کی مدد سے ریاستی پرجا منڈل کے کارکنوں کو پتھروں اور لاٹھیوں سے زخمی کر دیا۔ میرے کئی ساتھیوں کا خون بہنے لگا۔ بڑی مشکل سے انہیں ان حرکتوں سے باز رکھا گیا۔

"ہم آگے بڑھے تو پولیس اور غنڈوں نے بڑی بے رحمی سے ورکروں کی پٹائی کی ان میں آزاد ہند فوج کے سردار گلزار سنگھ، کامریڈ شری رام، لالہ سنت رام وکیل نابھہ اور سردار دیال سنگھ شامل تھے۔ ایک درجن سے زائد کارکن زخمی ہو گئے قومی جھنڈا اور گاندھی ٹوپیاں چھین کر نذرِ آتش کر دی گئیں اور لوگوں کو مرعوب کرنے کے لئے شہر میں فوج نے گشت کی۔

اس سلسلے میں روزنامہ ٹربیون نے اپنے ۳۰ راپریل ۱۹۴۶ء کے شمارے میں تحریر کیا تھا۔ لگ بھگ ایک سو افراد گرفتار کیے گئے پانچ افراد کی غنڈوں نے پٹائی کی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ غنڈے سرکار نے خود اکٹھے کیے تھے۔ سرکار نے جھنڈا لہرانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا۔ سب ڈیجنل سیاسی کانفرنس آج صبح منعقد ہونی تھی۔ پرجا منڈل کے ورکروں نے ریاست میں داخل ہونے کی کوشش کی لیکن غنڈوں نے انہیں ریلوے اسٹیشن پر ہی روک لیا۔ اُن غنڈوں نے جو شراب پیئے ہوئے تھے کانگرس کے کارکنوں پر پتھراؤ کیا جس سے پانچ افراد زخمی ہو گئے۔ جب جھنڈا لہرانے کی تمام کوشش ناکام ہو گئی۔ تب پرجا منڈل کے ورکروں نے چار چار کے جتھے بنا کر ریاست میں داخل ہونے کا فیصلہ کیا جنہوں نے ہاتھ میں قومی جھنڈا اُٹھا کر آگے بڑھنا تھا۔"

۱۷ رمئی ۱۹۴۶ء کو اس سلسلے میں ٹربیون نے پھر لکھا کہ — حال ہی میں وقوعہ پذیر حادثات سے خود بخود یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ فریدکوٹ کی

سرکار پنجاب میں سب سے زیادہ ظالم، رجعت پسند اور مطلق العنان حکومت ہے۔ غنڈہ گردی اور مظالم دوسری ریاستوں میں بھی ہوئے ہیں لیکن فریدکوٹ کے واقعات شدت سے بھرپور ہیں۔

حالات بڑے سنگین تھے۔ لیکن راجہ نے اپنی جابرانہ پالیسی ترک نہ کی۔ اُسے اپنی پولیس اور فوج پر غرور تھا۔ اس کی حکومت نے عوام کو ڈرایا دھمکایا اور اُنہیں تحریک آزادی میں حصّہ لینے کی ترغیب دی لیکن ہوا کا رُخ بدل چکا تھا۔ آزادی کا آفتاب طلوع ہونے ہی والا تھا۔ دوسو سال سے غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ملک ان زنجیروں کو توڑنے ہی والا تھا۔ اہلِ وطن کو للکارا گیا تھا۔ اور اس نے اس للکار کا مناسب جواب دیا تھا۔

پرجا منڈل کی ایک میٹنگ جیتو (نابھ) میں منعقد ہوئی۔ یہ ایک تاریخی اجتماع تھا جس نے فریدکوٹ کی تاریخ کو نیا رُخ دیا۔ گیانی ذیل سنگھ نے دن رات محنت کر کے اس میٹنگ کو کامیاب بنانے کی کوشش کی۔ انہوں نے کارکنوں کو تحریک و ترغیب دی اور میٹنگ میں شرکت کے لئے حوصلہ افزائی کی۔ میٹنگ میں بہ اتفاق رائے فریدکوٹ میں ستیہ گرہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ قومی جھنڈے کی مزید توہین برداشت نہیں کی جاسکتی تھی۔ ایک کونسل آف ایکشن تشکیل دی گئی جس کے صدر بابو برش بھان، نائب صدر لالہ سنت رام وکیل نابھہ اور سیکریٹری سردار ہردیو سنگھ تھے۔ کونسل کے دیگر ممبر تھے۔ گیانی ذیل سنگھ سندھواں، شری ہرہنس لال شری اوم پرکاش، سیٹھ رام ناتھ جیتو، سردار گوربخش سنگھ چاہل، سردار ہیرا سنگھ بھٹھل، پنڈت بجلا سنگھ، رام سود، پنڈت جے کرشن، شری دیس راج، سردار رنجیت سنگھ، سردار سمپورن سنگھ دھنولا سردار ہیرا سنگھ چناریا شری نہال سنگھ شری تکشک، ماسٹر شیام منوہر اور سردار تیرتھ سنگھ۔

فوراً کارروائی کا آغاز کیا گیا، بھرتی شروع کر دی گئی اور جتھے فریدکوٹ پہنچنے شروع ہو گئے۔ بیس ستیہ گرہیوں پر مشتمل پہلا جتھہ لالہ گوراں دتہ مل بھٹنڈہ کی قیادت میں آگے بڑھا۔ جب جتھہ ریاست کی حدود میں داخل ہوا تو

ستیہ گرہیوں سے جھنڈا چھین لیا گیا۔ پہلے ان لوگوں کی کوتوالی میں لے جاکر پٹائی کی گئی۔ بعد ازاں اُنہیں بسوں میں بھر کر شہر سے باہر چھوڑ دیا گیا۔
ہر روز ستیہ گرہیوں کے جھتے فریدکوٹ بھیجے جاتے۔ جنہیں مار پیٹ کر چھوڑ دیا جاتا۔ اُنہیں جسمانی اذیتیں دی جاتیں اور معافی نامے پر دستخط کرنے پر مجبور کیا جاتا۔ جتنے زیادہ مظالم ڈھائے جاتے۔ اتنا ہی لوگوں میں ہمت و حوصلہ کا اضافہ ہوتا جاتا۔ لوگ ریاست کے کونے کونے سے فریدکوٹ پہنچ رہے تھے لوگوں میں جوش سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ گیانی ذیل سنگھ گاؤں گاؤں گھوم کر عوام کو قومی جھنڈے کے تحفظ کے لئے جان قربان کرنے کی تلقین کر رہے تھے۔
۵ مئی کو ایک جتھہ سردار جیوا سنگھ مالیرکوٹلہ کی قیادت میں ستیہ گرہ کرنے کی غرض سے کوٹ کپورے کے لئے روانہ ہوا۔ جب یہ جتھہ ریاست کی سرحد میں داخل ہوا تو اُسے گھیر لیا گیا۔ ستیہ گرہیوں کی کرپانیں چھین لی گئیں اور اُنہیں کیسوں (بالوں) سے پکڑ کر گھسیٹا گیا۔ انہیں رات بھر پولیس اسٹیشن میں رکھا گیا۔ اور بعد ازاں نتھانے کے پل پر لے جاکر رہا کر دیا گیا۔
صورتِ حال سنگین ہوتی جارہی تھی۔ کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ عوام میں بڑا غم و غصہ تھا۔ غنڈے ستیہ گرہیوں کی دھڑا دھڑ پٹائی کر رہے تھے۔

"پنجاب پردیش کانگرس کمیٹی چیف سیکریٹری فریدکوٹ چانسلر چیمبر آف پرنسز اور انگریز ریذیڈنٹ کو تار دیئے گئے" کہ ــــ فریدکوٹ میں کارکنوں کو بڑی بے رحمی سے مارا پیٹا جاتا ہے۔ پرجا منڈل کے ورکروں کو گرفتار کر کے اُن کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا جاتا ہے۔ کچھ طلباء بھی گرفتار کئے گئے ہیں۔ قومی جھنڈے کو نذرِ آتش کیا گیا ہے۔ ہماری استدعا ہے کہ جانچ کمیٹی مقرر کی جائے جس میں پنجاب کانگریس کا نمائندہ بھی شامل ہو۔ زخمیوں کی ڈاکٹری جانچ کرائی جائے۔ اُنہیں سردار پرتاپ سنگھ کیروں سے ملنے کی اجازت دی جائے۔"

۹ مئی ۱۹۴۶ء کے ٹربیون میں رانا جنگ بہادر نے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا۔

"ہمارے دفتر میں دھڑا دھڑ اطلاعات مل رہی ہیں کہ ریجنل کونسل کا جو جتھہ فریدکوٹ میں شہری حقوق کے حصول کے لئے داخل ہوتا ہے، اُسے بڑی بے رحمی سے غنڈوں کے ذریعہ پٹوایا جاتا ہے، حکمرانوں کی جانب سے یہ جو دعوے کیا جاتا ہے کہ فریدکوٹ میں مکمل امن ہے، دونوں میں بہت فرق ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس کی جانچ پڑتال ہونی چاہیئے۔ ہم نے اپنا فوٹوگرافر کوٹ کپورے بھیجا تھا۔ اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جھتے کو غنڈوں سے بڑی بے دردی سے پٹائی کرائی جا رہی تھی پولیس ستیہ گرہیوں کو پکڑ کر لے جا رہی تھی۔ فوٹوگرافر نے تصاویر کھینچیں لیکن چلنے سے پیشتر اُس پر غنڈے ٹوٹ پڑے اُسے بھی بڑی بے رحمی سے پیٹا گیا اور گرفتار کر لیا گیا، اس نے بتا دیا تھا کہ وہ ٹربیون کا نمایندہ ہے۔ بعد میں ہمارا فوٹوگرافر رہا کر دیا گیا۔ اس نے نئی قمیض پہنی ہوئی تھی۔ اس کی پھٹی قمیض، کیمرہ اور اجازت نامہ پولیس نے رکھ لیے اب اس مسئلے کو یہیں چھوڑا نہیں جا سکتا۔ ہم حکومتِ پنجاب اور ریاستوں کے ریذیڈنٹ سے پُرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ فریدکوٹ پہنچ کر دیکھیں کہ کیسے شہری حقوق کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ اس مطلق العنان حکومت کو ختم کرنا چاہیئے۔"

پنجاب پردیش کانگریس کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ ۸ مئی ۱۹۴۶ء کو پروٹسٹ ڈے منایا جائے اور اسے "یوم فریدکوٹ" کا نام دیا جائے۔ لوگوں میں زبردست جوش و خروش تھا۔ سردار پرتاپ سنگھ کیروں سیکریٹری پنجاب کانگرس کمیٹی نے تمام اضلاع کی کانگرس کمیٹیوں کو مراسلے بھیجے کہ اس دن جلسے جلوسوں کا انعقاد کر کے زبردست احتجاج کا مظاہرہ کریں۔ پنجاب اور ریاستوں کے ہر شہر اور گاؤں میں فریدکوٹ دن منایا جانا چاہیئے۔

یومِ فریدکوٹ منایا گیا اور ہزاروں افراد نے جلسے جلوسوں میں شرکت

کی۔ فریدکوٹ میں کئے گئے شدید مظالم کی زبردست مذمت کی گئی۔ وائسرائے انگریز ریذیڈنٹ اور راجہ فریدکوٹ کو بذریعہ تار احتجاج کے بارے میں اطلاعات بھیجی گئیں۔ لوگوں نے اتحاد و ہم آہنگی کا زبردست مظاہرہ کیا۔

کل ہند ریاستی پرجا منڈل کے صدر پنڈت جواہر لال نہرو نے، جنہیں صورت حال کا پورا علم تھا۔ ایک پیغام میں کہا تھا۔ "آل انڈیا اسٹیٹس پیپلز کانفرنس نے۔ جو ریاستی عوام کی بڑی اکثریت کی نمائندگی کرتی ہے جہاں کہیں بھی ممکن ہوا ریاستی حکمرانوں کے تئیں دوستی کو پالیسی اختیار کی ہے۔ ہمارا مقصد آزاد اور متحدہ ہندوستان کے سلسلہ میں ریاستی عوام کے مفاد میں مکمّل نمائندہ سرکار کو قائم کرنا ہے اور یہ لازمی کرنا پڑے گا۔ ہمارے دل میں راجاؤں کے تئیں کوئی بُرا جذبہ نہیں ہے اور جہاں تک ہمارا تعلق ہے۔ راجے آئینی سربراہ کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں۔"

"یہ بات بالکل واضح ہے کہ آخر میں ریاستی عوام نے ہی خود فیصلہ کرنا ہے۔ ہمارے دوستانہ برتاؤ اور پالیسی کی خاطر راجاؤں نے اپنا ہاتھ نہیں بڑھایا۔

چاہے مستقبل کے بارے میں نیک خواہشات کا اظہار ضرور کیا گیا ہے۔ ہم اس وقت انقلاب کی دہلیز پر کھڑے ہیں اب ایک انقلاب ضرور آئے گا۔ تاہم ہمارے مستقبل پر اس بات کا ضرور اثر پڑتا ہے کہ یہ انقلاب امن اور بھائی چارے کے ذریعہ رونما ہوتا ہے یا کسی اور طریقے سے۔ آیندہ کچھ مہینوں میں ریاستوں اور پورے ہندوستان میں ایک مسئلے کا حل تلاش کرنے کا امکان ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تبدیلی چاہے رونما بھی ہو جائے تب بھی ریاستوں میں اس کی رفتار مدھم ہی رہے گی۔ ہندوستان میں اتنی زیادہ ریاستیں ہیں اور ان کے روپ اتنے مختلف ہیں کہ سب کے لئے یکساں اصول تشکیل دینے ممکن نہیں، تاہم یہ بات واضح ہے کہ رجواڑے قومی زندگی کے بہتے پانی سے الگ تھلگ رہے وہ بدبودار تالاب بن کر نہیں رہ سکتے۔ خصوصی صورتِ حال پر غور و خوض کیا جاسکتا ہے لیکن پورے ہندوستان

میں یکسانیت جمہوریت اور ترقی ہونا ضروری ہے۔
جہاں تک چھوٹی ریاستوں کا تعلق ہے اُن کے لئے آزمائش کی گھڑی ہے۔ یہ اُن کے لئے آخری موقع ہے اگر یہ ریاستیں بڑی سرعت سے آگے نہ بڑھیں اور انہوں نے اصلاحات نہ کیں تو اُن کا خاتمہ ہو جائے گا۔ متوقع ہے کہ وہ فوراً جہاں بھی ممکن ہو ایک دوسری سے مل کر تنظیم بنائیں اور ریاستی تنظیم میں شامل ہو جائیں۔ ایسی تنظیم میں شمولیت فخر کی بات ہو گی۔ لیکن اس کا بنیادی مقصد ہے جمہوریت اور ترقی۔
جو واقعات فریدکوٹ میں رونما ہوئے ہیں یا ہو رہے ہیں میں اُن کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ لیکن مجھے اتنا معلوم ہے کہ وہاں کئی دنوں سے ہڑتال ہے۔ اس سے وہاں کے عوام کا فریدکوٹ سرکار کے خلاف ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے۔ میں اسٹیٹس پیپلز کانفرنس کے سیکریٹری شری ڈی این کاچرو کو فریدکوٹ میں ہونے والے واقعات کی جانچ پڑتال کرنے کے لئے بھیجنے کی پیشکش کی گئی تھی لیکن وزیر اعلیٰ نے اطلاع دی ہے کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں میں نے اُسے بتایا ہے کہ کسی بھی واقعہ کو چھپانا مناسب نہیں کوئی وجہ نہیں کہ وہ کاچرو کے وہاں جانے سے خوفزدہ ہوں۔ اس کے بعد اس نے مجھے تار ارسال کیا کہ اگر کاچرو آئے گا تو اُسے ریاست میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔ ہر کوئی اپنا اپنا اندازہ لگا سکتا ہے۔ فریدکوٹ ریاستی سرکار پوری طرح نااہل اور بوسیدہ ہے۔ لہٰذا جتنی جلدی اس کا خاتمہ ہو جائے، اچھا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہاں کا راجہ اس وقت کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے جبکہ اس کی رعایا مصیبتیں برداشت کر رہی ہے۔ راجہ کچھ بھی کر رہا ہو اور اس کا وزیر اعلیٰ کچھ بھی کرنے کی سوچ رہا ہو۔ وقت آگے بڑھتا جائے گا۔ اور ہم بھی وقت کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے جائیں گے۔"
اُس دن ہر جگہ جلسے منعقد کئے گئے جن میں سردار پرتاپ سنگھ کیروں اور ڈاکٹر سیف الدین کچلو نے تقاریر کیں اور لوگوں کو قومی جھنڈے کی

شان کو ہر حالت میں قائم رکھنے کی تلقین کی۔ گیانی ذیل سنگھ نے بھی اس دن کئی مقامات پر تقریریں کیں اور زوردار الفاظ میں عوام سے کہا کہ قومی جھنڈے کی توہین کی گئی تو یہ اُن کے لئے شرمناک بات ہے۔ ان کے لئے یہ زندگی اور موت کا سوال ہے لہذا جدوجہد کرنے کے لئے کمر کس لیجئے آخرکار جیت اُن ہی کی ہوگی۔ اگر انہوں نے فتح حاصل کر لی، جو وہ یقیناً حاصل کریں گے تو دوسری ریاستوں کی مظلوم اور کچلی ہوئی رعایا ان کی جانب دیکھے گی اور اُن کے نقش قدم پر چلے گی۔ انہوں نے عوام سے اپیل کی کہ وہ کثیر تعداد میں اس جدوجہد میں حصہ لیں اور اپنی ایکتا اور اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے فتح و کامرانی کی جانب آگے بڑھیں۔

ریاست کے سبھی شہروں میں ہڑتال کی گئی۔ اس سے پیشتر ۲ مئی ۱۹۴۶ء کو پنجاب اسٹیٹ اسٹوڈنٹس کانگرس نے ڈاکٹر ستیہ پال کی صدارت میں ایک میٹنگ کا انعقاد کیا جس میں ریاست فرید کوٹ کی ناگفتہ بہ صورت حال پر غور و خوض کیا گیا۔ میٹنگ میں طلباء اور عورتوں کے ساتھ کئے گئے نازیبا سلوک کے خلاف مہاراجہ فرید کوٹ کی مذمت کی گئی۔ رجواڑہ شاہی کی جبر و استبداد کی پالیسی پر سخت غم و غصہ کا اظہار کیا گیا۔

یوم فرید کوٹ منائے جانے کے بعد تحریک مزید شدت پکڑ گئی۔ پنجاب کے گوشے گوشے سے جتھے جیتو میں اکٹھے ہوئے تاکہ وہاں سے فرید کوٹ میں داخل ہوسکیں۔ اُن جتھوں نے کوٹ کپورہ اور گونیانہ منڈی میں اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کیا۔ گیانی ذیل سنگھ نے جان توڑ محنت کرکے ان ہڑتالوں کو کامیاب کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے ستیہ گرہیوں کے لئے خورد و نوش کا بھی انتظام کیا۔ وہ پولیس کے مظالم سے محفوظ رہنے کے لئے پوشیدہ رہ کر کام کرتے رہے۔

لوگوں کو ستیہ گرہ میں شرکت کی ترغیب دینے کے لئے اشتہار تقسیم کئے گئے۔ لوگوں نے زبردست جوش و خروش دکھایا اور کارکنوں

کو پورا تعاون دیا۔ کچھ دنوں ہی میں راجہ کے خلاف جذبۂ نفرت میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا جس سے خوفزدہ ہوکر وہ جبر و استبداد پر اُتر آیا۔ اس نے ایسے مظالم ڈھائے جس کی مثال ہندوستان کی جنگ آزادی کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ قومی رہنماؤں کو زبردست دکھ ہوا۔ اور سارے مُلک میں ایک آگ سی لگ گئی۔

پنڈت نہرو صورت حال سے پوری طرح آگاہ تھے۔ انہوں نے پنڈت کاچرو اور چھ دیگر رہنماؤں کو ہدایت کی کہ وہ فرید کوٹ پہنچ جائیں۔ وہ لالہ اچنت رام کے ساتھ ۸ مئی کو فرید کوٹ پہنچ گئے۔ سخت گرمی پڑ رہی تھی لو جسم کو چیر رہی تھی۔ باہر مُنہ نکالنا دشوار ہو رہا تھا۔ پھر بھی لوگوں نے ان کا پُرتپاک استقبال کیا راجہ کی حکومت اور پولیس کی پر زور مذمت کی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پولیس نے عوام کو رہنماؤں کے نزدیک نہ جانے دیا اور لوگوں کی مار پٹائی کی۔

جب پنڈت کاچرو اپنے ساتھیوں سمیت ریلوے اسٹیشن پر اُترے تو اُنہیں حکم دیا گیا کہ وہ شہر میں داخل نہیں ہوسکتے۔ یہ لوگوں کی جائز سرگرمی پر ایک اور پابندی تھی۔ راجہ کے خلاف جذبات بھڑک اُٹھے، لیڈروں کو جلد از جلد ریاست چھوڑنے کے لئے کہا گیا۔ اُنہیں ریاست چھوڑنی پڑی اور وہ وہاں سے بھٹنڈہ پہنچ گئے۔ سی۔آئی۔ڈی نے اُن پر کڑی نگاہ رکھی۔

پنڈت کاچرو نے پنڈت جواہر لال نہرو کو فوراً تار ارسال کیا۔ پنڈت جی غصّہ سے آگ بگولہ ہو گئے۔ اور اعلان کیا — " میں پہلے بھی فرید کوٹ میں وقوعہ پذیر واقعات کے بارے میں بیان دے چکا ہوں۔ تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ فرید کوٹ کے حکام شرمناک مظالم ڈھا رہے ہیں۔ شری دوارکا ناتھ کاچرو کو جنہیں میں نے جانچ پڑتال کے لئے بھیجا تھا ریاست کی حدود میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی۔ کُل ہند ریاستی پرجا منڈل اس معاملے کو اپنے ہاتھوں میں لے لے گا۔ اور تب تک اس کی پیروی نہیں
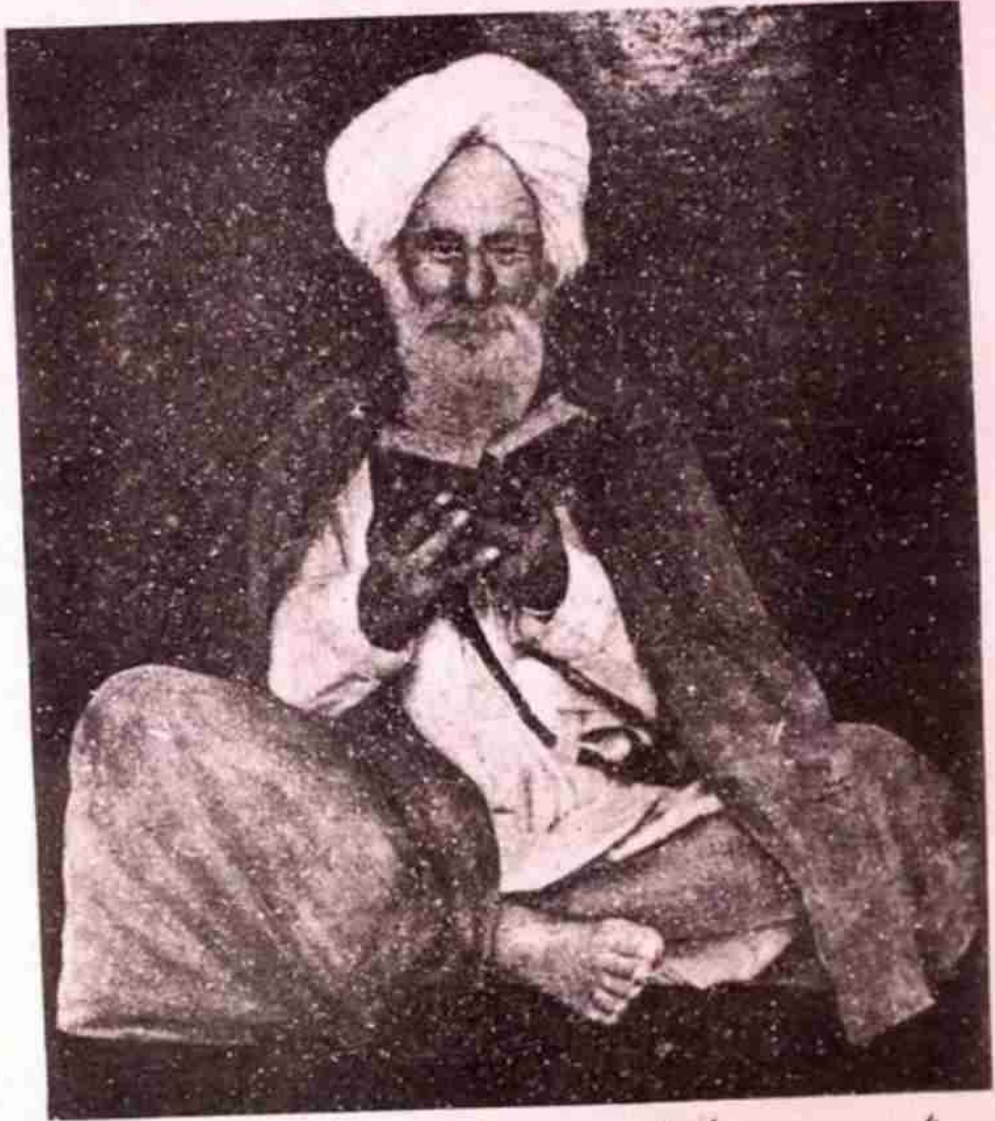
گیانی ذیل سنگھ کے والد محترم ۔ بھائی کشن سنگھ

گیانی ذیل سنگھ عنفوان شباب میں
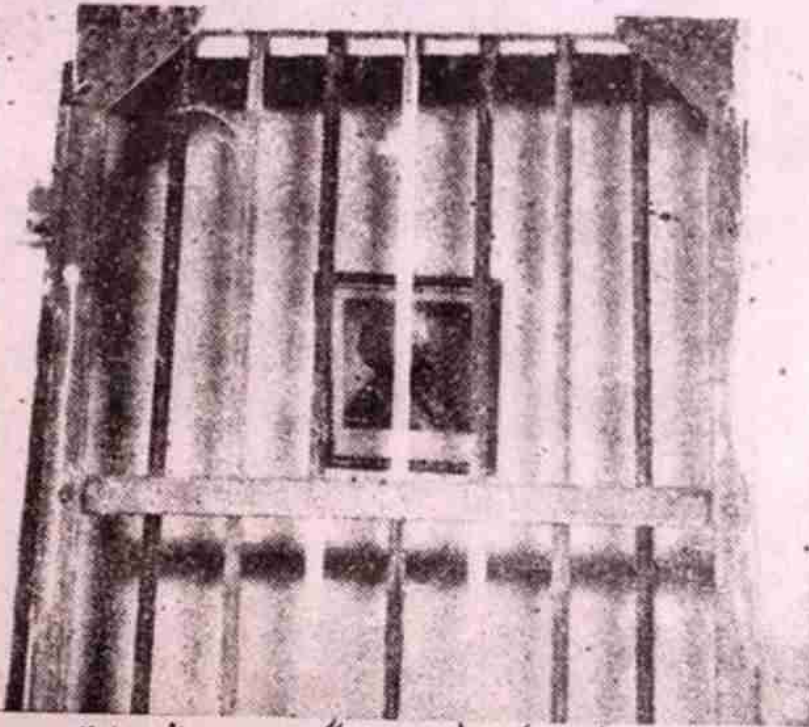
فرید کوٹ جیل کی کال کوٹھری جہاں گیانی جی پانچ سال قید رہے

جب گیانی ذیل سنگھ پنجاب کے وزیر اعلےٰ بنے تو فرید کوٹ جیل میں وہ چکی دیکھی جو وہ قیدی کے طور پر چلایا کرتے تھے۔
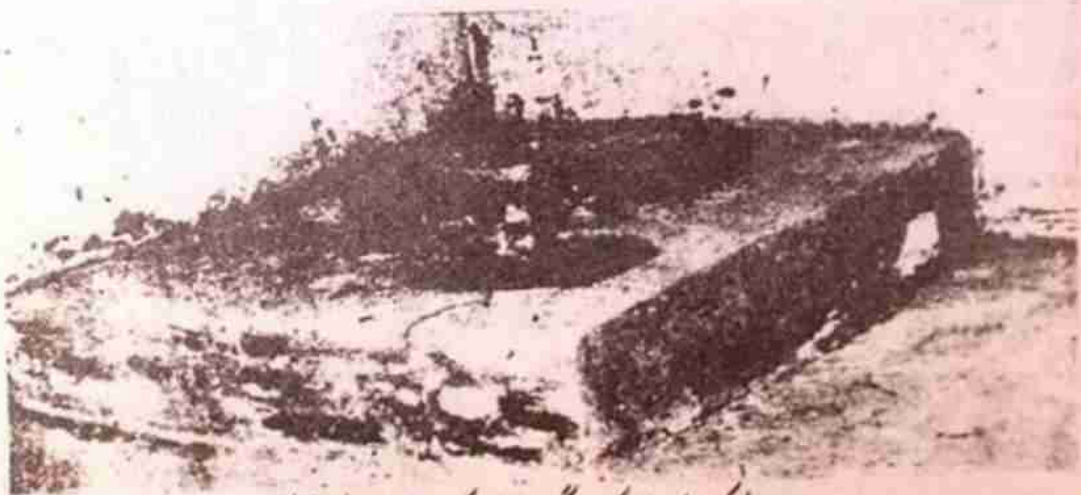
ایک اور چکی جو گیانی جی کو چلانی پڑتی تھی

شری گوروگرنتھ صاحب کا پاٹھ کرتے ہوئے

نئے پنجاب کی تعمیر میں
گیانی جی کی کارکردگی
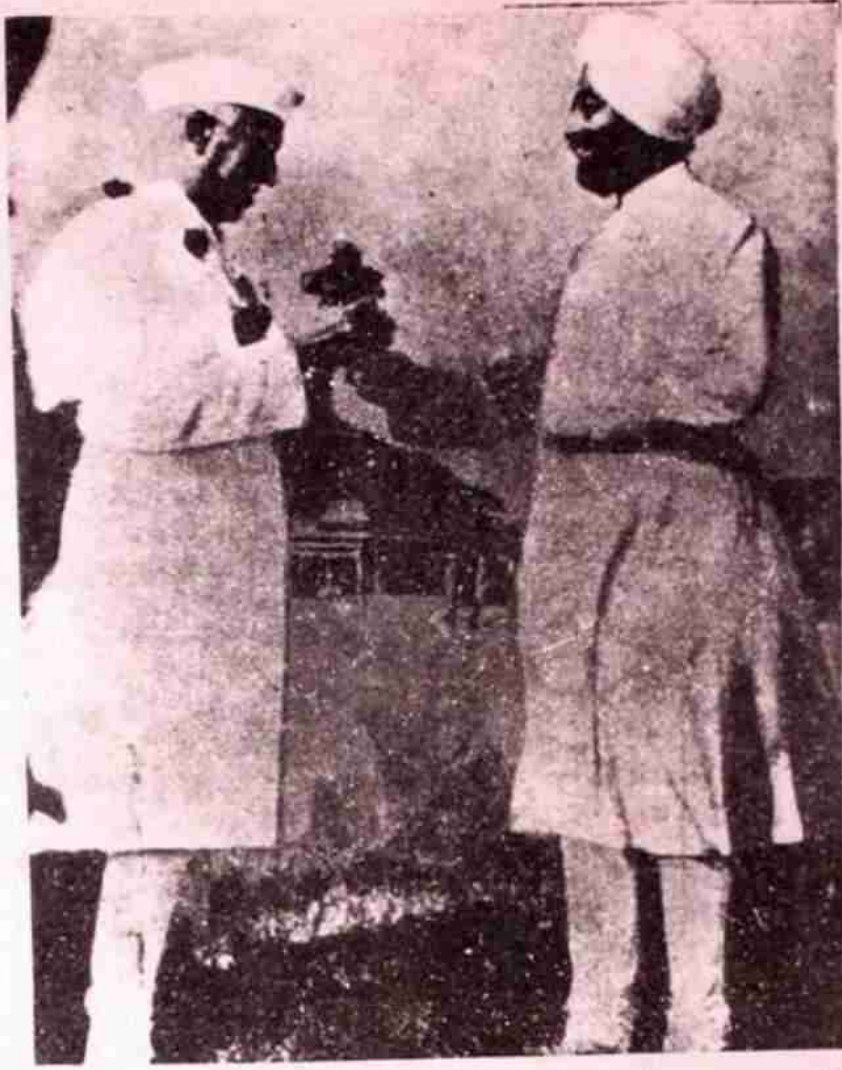
گیانی ذیل سنگھ شری جواہر لال نہرو کا سواگت کرتے
ہوئے، دونوں گلاب کے پھولوں کے رسیا

گورو گوبند سنگھ مارگ پر مہان یاترا کا ایک منظر

گیانی ذیل سنگھ کو پنجابی یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کا اعزاز عطا کیا

گیانی ذیل سنگھ پنجابی ادیبوں کے ساتھ، اُن کے ساتھ شیخ عبداللہ
اور گیانی گورمکھ سنگھ مسافر کھڑے ہیں

صدر جمہوریہ ہند کے عہدے کا حلف لیتے ہوئے

گیانی ذیل سنگھ
اور
سابق صدر جمہوریہ ہند
نیلم سنجیو ریڈی
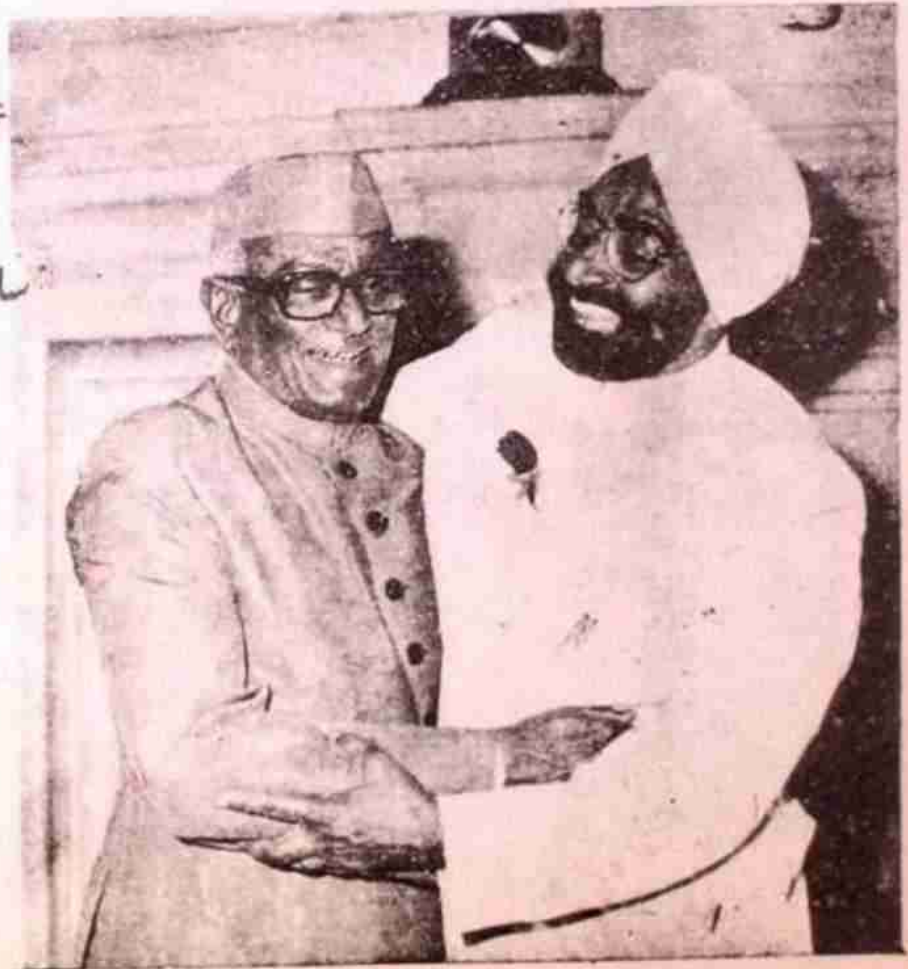
مجاہدینِ آزادی کا استقبال کرتے ہوئے

گیانی جی اور وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی

چھوڑے گا۔ جب تک کہ اس کا حل نہیں نکل آتا۔ ہم خاموش تماشائی نہیں رہ سکتے۔ جبکہ ہمارے بھائیوں کے ساتھ ایسا سلوک ہوتا ہے۔ میں نے چیف سیکریٹری کو درج ذیل تار ارسال کیا ہے۔

" ریاست فریدکوٹ کے افسران کے شرمناک اور غیر انسانی سلوک کی اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ کانگریس صاحب کی اس صورتِ حال کے بارے میں جانچ پڑتال کے لئے آمد پر آپ کی جانب سے عائد کردہ پابندی کو سراہا نہیں جا سکتا۔ جب تک تازہ خبروں اور ریاستی سرکار کی زیادتیوں کی غیر جانبدارانہ تحقیق نہیں کرائی جاتی اور اُن زیادتیوں کے مرتکب افسران کو سزا نہیں دی جاتی۔ داخلے اور شہری آزادی پر عائد پابندی کے احکام واپس نہیں لئے جاتے۔ تب تک ہم جدّوجہد جاری رکھیں گے اور اگر ضرورت پڑی تو میں بذاتِ خود فریدکوٹ آؤں گا۔ ازراہِ کرم جلد از جلد جواب مرحمت فرمایئے۔"

پنڈت جی نے مزید کہا — ریاست کے ہر افسر کو چاہے وہ کتنے ہی بڑے عہدے پر کیوں نہ فائز ہو مجرم ثابت ہونے کی صورت میں سخت سے سخت سزا دی جائے۔ فریدکوٹ کی صورت حال سے دیگر ریاستوں کے بگڑ رہے نظم و نسق کا علم ہوتا ہے۔ اگر ——————
—————— ان ریاستوں کے نظم و نسق میں اصلاح نہیں کر سکتے: تو ہمیں خود اصلاح کرنی پڑے گی۔ اور اگر وہ نہ سُدھرے تو اُن کا صفایا کر دیا جائے گا۔ ہم اُس ہندوستان میں رہ رہے ہیں جو آزادی کے دہانے پر کھڑا ہے۔ ہر جانب سے مقبول عوام تحریکیں جنم لے رہی ہیں۔ اب نہ تو ظلم و ستم برداشت کیا جائے گا اور نہ ہی انسانی حقوق کی توہین۔ ریاستوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ عہدِ وسطیٰ کی روایات ختم ہو چکی ہیں۔ اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اب بھی اُنہیں روایات پر چلتے ہیں اُن کا صفایا ہو جائے گا۔"

چاروں طرف آگ بھڑک اُٹھی تھی۔ اور صورتِ حال ہر لمحہ بگڑتی جا رہی

تھی۔ ستیہ گرہی جتھوں کو دھوپ میں کھڑا ہونے کے لئے مجبور کیا جاتا تھا۔ پنڈت راجیشور دیال کے جتھے کو نئی تعمیر شدہ سڑک پر کڑکتی دھوپ میں ۲۷ گھنٹوں کے لئے بٹھایا گیا۔ رات کو وہ اسی طرح بھوکے بیٹھے رہے جس سے پنڈت راجیشور پرساد بیمار ہو گئے۔

تحریک زور پکڑتی گئی۔ لوگوں میں جوش و خروش کا اضافہ ہوتا گیا۔ ستیہ گرہیوں کی حالت بڑی خراب تھی۔ اُن کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا اور معافی ناموں پر دستخط کرنے کے لئے مجبور کیا جاتا۔

ریاستی حکومت پوری طرح سے سختی برتنے پر تُلی ہوئی تھی۔ پراپگینڈہ کرکے لوگوں کو گمراہ کیا گیا۔ ریاستی چیف سکریٹری نے پرجا منڈل کے کارکنوں کے خلاف یہ بیان دیا کہ اُسے اطلاع مِلی ہے کہ پرجا منڈل کے کچھ شرپسند کارکنوں نے ایک پوسٹر چھپوایا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ وہ فریدکوٹ میں ایک جلسۂ عام کا انعقاد کریں گے وہ باہر سے فریدکوٹ میں داخل ہوکر یہاں کے امن کو برباد کریں گے۔ جب کچھ افراد ریلوے اسٹیشن پر اُترے تو انہیں مقامی پرجا منڈل، سناتن دھرم سبھا، انجمن المسلمین اور خالصہ دیوان کے منتظمین نے استدعا کی کہ وہ شہر میں داخل ہوکر یہاں کے امن کو تباہ و برباد نہ کریں۔ انہیں حالات کو نہ بگاڑنے کی اپیل کی گئی باہر کے لوگوں نے مقامی شہریوں پر حملے کئے۔ اور اُنہیں مارا پیٹا۔ امن قائم کرنے کے لئے دفعہ ۱۴۴ لگا دی گئی لیکن اس کا کچھ اثر نہ ہوا اور انہوں نے جلسہ منعقد کرنے کی کوشش کی۔ انہیں دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کرنے کے جرم میں گرفتار کرلیا گیا۔ گرفتار شدگان میں ۱۳۵ باہر کے افراد تھے۔ پولیس نے گولی نہیں چلائی اور نہ ہی کوئی فرد زخمی ہوا۔

ستیہ گرہیوں کے خلاف سرکار نے جھوٹا پراپگینڈہ کیا اور کہا گیا کہ سکھ راجے کے خلاف ہندو جدوجہد کر رہے ہیں۔ ستیہ گرہیوں کا کوئی اثر نہیں اور لوگ اس میں کوئی حصّہ نہیں لے رہے۔

ہندو صرف سکھ راجے کو بدنام ہی کر رہے ہیں۔ اور سکھوں کے درمیان

پھر تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی جو صدیوں سے بھائیوں کی طرح رہ رہے ہیں۔ لوگوں میں جھوٹی اور بے بنیاد افواہیں پھیلائی گئیں۔ گیانی ذیل فرقہ وارانہ جذبات کو کبھی نہیں بھڑکا سکتے۔ آزاد ہند فوج کے کرنل گلزار سنگھ نے راجے کی اُن شرمناک حرکتوں کی شدید مذمت کی۔

حالات مزید بگڑ گئے۔ راجہ اپنی ضد پر قائم رہا دوسری جانب عوام کے طوفان کو روکنا مشکل تھا۔ ایک عوامی تحریک جنم لے چکی تھی۔ سمندر کی لہریں کناروں سے ٹکرا رہی تھیں۔ "ٹربیون" نے ۱۲ مئی کے شمارے میں اپنے خیالات کا اس طرح اظہار کیا۔ "چیمبرز آف پرنسز کا چانسلر ریاستوں میں جمہوریت اور انسانی حقوق بخشنے کے لئے کاربند ہے اور اس نے اعلان کیا تھا کہ یہ حقوق دلائے جا رہے ہیں۔ مگر ریاست فرید کوٹ نے اس کی دھجیاں اڑا دی ہیں۔ سرکار نے پرجا منڈل کی جائز تحریک کو کچلنے کے لئے ایسی زیادتیاں کیں کہ پنڈت نہرو کو بھی شدید اور بھرپور بیان دینے کے لئے مجبور ہونا پڑا ہے۔

"فرید کوٹ کے جن افراد کو جیلوں میں ٹھونسا گیا ہے، اُنہیں اپنے اعزا و اقارب سے بھی ملنے نہیں دیا جاتا۔ ریاست میں پولیس اور غنڈوں کی حکمرانی ہے۔ اور ساری ریاست کی ناکہ بندی کی گئی ہے۔ پنڈت نہرو اور پنجاب پردیش کانگرس کے ذمہ دار نمائندوں کو بھی ریاست میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی۔ فرید کوٹ سرکار پوشیدہ طور پر کارروائیاں کر رہی ہے اور ایسے بیان جاری کئے جاتے ہیں جو جھوٹے، بے بنیاد اور لغو ہوتے ہیں۔

"پنڈت جی خود فرید کوٹ جانے کی بات سوچ رہے ہیں۔ یہ موقع ہے کہ لارڈ ویول اور نواب بھوپال اس معاملے میں مداخلت کریں اور دیکھیں کہ فرید کوٹ شاسن کالعدم کر دیا جائے۔ غنڈوں کو گرفتار کیا جائے شرمناک مظالم کے مرتکب افراد کو سزائیں دی جائیں۔ سیاسی قیدیوں کو رہا کیا جائے۔ زخمیوں کو معاوضہ دیا جائے۔ دفعہ ۱۴۴ واپس لے

لی جائے اور فریدکوٹ ریاست میں جمہوریت کی بنیاد رکھی جائے۔
سارے ملک میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ اکالی دل کے صدر بابو لابھ سنگھ نے بیان دیا۔

"عرصہ دراز سے سکھ ریاستوں کے سکھ باشندے ریاستوں میں نمائندہ سرکار کے قیام کی اور سکھوں کے نمایندوں کو گوردواروں کا انتظام سونپنے کی مانگ پریس اور جلسوں کے ذریعے پیش کر رہے ہیں مگر سکھ حکمرانوں نے اس بارے میں معمولی اقدام کئے ہیں۔ جب کہ ریاستوں میں سکھ مذہب قائم رکھنے کے لئے شرومنی اکالی دل کی جانب سے کافی مدت سے جدوجہد چل رہی ہے۔ اب کچھ عرصہ سے ہندوستان میں سیاسی صورتِ حال بدل جانے کی وجہ سے ریاستوں میں نمایندہ حکومت کے قیام کا مطالبہ زور پکڑ رہا ہے لہذا میں شرومنی اکالی دل کی طرف سے سکھ راجاؤں سے پُر زور مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ موجودہ حالات کے مطابق اپنی رعایا کی جائز مانگوں کو ہمیشہ ساتھ دینے والی رعایا کا اعتماد حاصل کریں۔ میں ریاستی پرجا کو یقین دلاتا ہوں کہ شرومنی اکالی دل اُن کے ساتھ ہے۔"

اس بیان سے سب شکوک و شبہات دور ہو گئے کہ یہ تحریک فرقہ وارانہ ہے۔ تحریک تو قومی پرچم کی عزت و شان رکھنے کے لئے چلائی گئی۔

پنجاب پردیش کانگرس کے صدر ڈاکٹر سیف الدین کچلو نے فریدکوٹ کے چیف سیکریٹری کو تار ارسال کیا کہ — "ہمارے دفتر میں فریدکوٹ میں وقوعہ پذیر مظالم کے بارے میں بھیانک اور دل دہلا دینے والی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں۔ اخبارات میں بھی خبریں شائع ہو رہی ہیں خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ستیہ گرہیوں کو بری طرح پیٹا جاتا ہے شہری آزادی کو بُری طرح پاؤں تلے روندا گیا ہے اور ہمارے قومی پرچم کی توہین کی گئی ہے۔ پردیش کانگرس کی جانب سے مقرر کردہ جانچ

کمیٹی کے اراکین کو فریدکوٹ میں داخل نہیں ہونے دیا گیا۔ اگر شکائتیں سچی ہیں تو کانگرس انہیں برداشت نہیں کر سکتی۔ جلد از جلد ملاقات ضروری ہے۔ ازراہ کرم ملاقات کے لئے وقت مقرر کر کے اطلاع ارسال کریں۔ اُسے ضروری سمجھا جائے۔ بے صبری سے جواب کا انتظار ہے۔"

تار کی نقل انگریز ریذیڈنٹ لاہور کو بھی بھیجی گئی۔ اب راجہ تھوڑا ڈھیلا پڑ گیا۔ اس پر چہار اطراف سے دباؤ پڑ رہا تھا۔ ۲۵ مئی ۱۹۴۶ء کو ڈاکٹر سیف الدین کچلو، ڈاکٹر لہنا سنگھ، شری رام ناتھ اگروال، شری اجنت رام اور شری چاندی رام ورما راجہ سے گفت و شنید کرنے فریدکوٹ پہنچ گئے۔ ان کا ریاست فریدکوٹ کے افسروں نے پرتپاک استقبال کیا چونکہ سختی سے بات نہیں بنی تھی لہذا اب انہیں رویہ بدلنا پڑا ڈاکٹر کچلو نے بڑی تفصیل سے بات چیت کی۔ سمجھوتہ کے آثار واضح طور پر دکھائی دینے لگے۔ کونسل آف ایکشن کے ممبر بھی پہنچ گئے۔ آخرکار سمجھوتہ ہوگیا اور فیصلہ ہوا کہ

"تمام سیاسی قیدیوں کو رہا کر دیا جائے گا۔ ۱۹۳۸ء کا رجسٹریشن ایکٹ واپس لے لیا جائے گا۔

کوٹ کپورے گو بنیانہ سڑک کو کھلی سڑک قرار دیا جائے گا۔

ان سرکاری افسروں کے خلاف کارروائی کی جائے گی جنہوں نے عوام پر ظلم ڈھائے ہیں۔

شاملات کی زمین نیلام نہیں کی جائے گی۔

اس سمجھوتہ سے رعایا کا وقار بڑھ گیا۔ لگتا تھا کہ دونوں فریق مطمئن ہیں لیکن افسوس ابھی معاہدے کی سیاہی خشک بھی نہیں ہوئی تھی کہ ریاستی سرکار بنا کسی وجہ کے سمجھوتے سے منکر ہوگئی۔ سیاسی کارکنوں میں ناامیدی اور غصے کی لہر دوڑ گئی لیکن عوام میں جوش و خروش پیدا ہوگیا۔

اب رعایا کے لئے اس حالت کو برداشت کرنا مشکل تھا۔ سیاسی رہنما

حرکت میں آگئے اب وہ شرمناک واقعات دیکھ کر چپ نہیں رہ سکتے تھے ۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے خود راجے کو عریضہ بھیجا کہ ۲۷ مئی کو فریدکوٹ کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے آئیں گے ۔ راجہ نے اس کے جواب میں اُنہیں مطلع کیا کہ ریاست میں اُن کے داخلے پر پابندی عائد ہے اگر انہوں نے ریاست میں داخل ہونے کی کوشش کی تو ان کے ساتھ مجرموں ایسا سلوک کیا جائے گا ۔

پنڈت نہرو کو پابندی کی بھلا کیا پروا تھی ۔ وہ قومی جھنڈے کی شان اور وقار کو بچانے کے لئے یہ خطرہ مول لے سکتے تھے ۔ لہٰذا انہوں نے بھی فریدکوٹ جانے کا مصمّم ارادہ کرلیا اور اعلان کردیا کہ وہ ۲۶ مئی کی رات کو دہلی سے چل کر ۲۷ مئی کی صبح کو فریدکوٹ پہنچ جائیں گے ۔

پنڈت جی کی فریدکوٹ میں آمد کی خبر نے لوگوں میں جوش و خروش پیدا کردیا ۔ ریاست کے گاؤں گاؤں میں خبر پھیل گئی کہ پنڈت جواہر لال نہرو فریدکوٹ آرہے ہیں ۔ عظیم رہنما کے استقبال کی تیاریاں شروع ہوگئیں ۲۶ مئی ہی سے عوام فریدکوٹ میں اکٹھا ہونے شروع ہوگئے ۔ لوگوں نے سرکار کی جانب سے عائد کی گئی پابندی کی کوئی پروا نہ کی ۔ لوگوں کی بے پناہ بھیڑ تھی ۔ لوگوں میں اتنی ہمّت اور ولولہ تھا کہ وہ رات بھر آتے رہے ۔ کئی راستوں سے گھومتے گھامتے لوگ فریدکوٹ پہنچ رہے تھے ۔

گیانی ذیل سنگھ اپنے ساتھیوں سمیت پنڈت جی کا سواگت کرنے کے لئے علی الصباح بھٹنڈہ پہنچ گئے ۔ جب پنڈت جی بھٹنڈے پہنچے تو ہزاروں کی تعداد میں لوگ اُن کے استقبال کے لئے ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے تھے ۔ انسانی سروں کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر کا منظر قابلِ دید تھا یہ ایک تاریخی اجتماع تھا ۔ آسمان جواہر لال نہرو زندہ باد کے نعروں سے گونج رہا تھا ۔ کہیں تِل دھرنے کی جگہ نہ تھی ۔ لوگوں کا شانے سے شانہ چھل رہا تھا ۔ پنڈت جی جب گاڑی سے اُترے تو گیانی ذیل سنگھ نے آگے بڑھ کر اُن کا استقبال کیا ۔ یہ منظر دیکھنے کے قابل تھا ۔ پنڈت جی کی تیکھی آنکھ بھانپ گئی کہ گیانی جی میں ایک عظیم رہنما بننے کی سبھی خوبیاں

موجود ہیں۔ پنڈت جی پورے جلال میں تھے۔

گیانی جی نے پنڈت جواہر لال نہرو کو راجہ کے مظالم کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ دل دہلا دینے والے واقعات سُن کر پنڈت جی کانپ اُٹھے۔ بے گناہوں کے اَن گنت مظالم کی تفصیل سُن کر پنڈت جی کی روح لرز اٹھی۔ کیا کوئی سرکار اتنا ظلم کر سکتی ہے؟

گیانی جی کے پاس تیسرے درجہ کا ریل ٹکٹ تھا۔ گیانی جی نے بھی اپنا ٹکٹ اوّل درجے میں تبدیل کرالیا۔ اور پنڈت جی کے ساتھ فرسٹ کلاس میں بیٹھ کر فریدکوٹ تک ریل کا سفر کیا۔ یہ پہلا موقع تھا جب کہ گیانی جی فرسٹ کلاس میں سفر کر رہے تھے۔

راستہ میں پنڈت جی گیانی جی سے بڑے دھیان سے نہتے عوام پر ہوئے مظالم کی داستان سُنتے رہے۔ جب گاڑی فریدکوٹ پہنچی تو ماحول "پنڈت جواہر لال نہرو زندہ باد" کے نعروں سے گونج اُٹھا۔ لوگوں کے دل میں اُٹھے طوفان کو اب کوئی طاقت روک نہیں سکتی تھی

پنڈت جی کو شری جگدیش پرشاد گپتا مجسٹریٹ درجہ اوّل نے حکم دکھایا کہ وہ ریاست فریدکوٹ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ پنڈت جی کو کوئی حیرانی نہ ہوئی۔ وہ گھوڑے پر سوار تھے اُن کا چہرہ جلال و نور سے دمک رہا تھا۔ پنڈت جی گیانی ذیل سنگھ کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر گھوڑے سے اُترے۔ یہ پیار بھرا ہاتھ جو ایک بار رکھا تو پھر کبھی نہ اُٹھایا۔ پنڈت جی اور گیانی ذیل سنگھ ایک نئے رشتے میں بندھ گئے۔ پیار اور شفقت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ گیانی جی کے دل میں پنڈت جی کے تئیں احترام و عزت کا جذبہ بڑھ گیا۔ پنڈت جی نے ہمیشہ گیانی جی کو عزت بخشی اور گیانی جی نے اُنہیں اپنا اور اپنے ملک کا عظیم رہنما مانا۔ پنڈت جی نے اپنی نظروں سے اُنہیں پھلتا پھولتا ہوا دیکھا اور بڑے خوش ہوئے۔ اس ایک رابطے اور لمس نے گیانی جی میں اعتماد پیدا کر دیا

پنڈت جی نے ایک بار سرکاری حکمنامے پر نظر ڈالی اور ایک بار اُن کے جی میں آئی کہ کیا وہ واپس چلے جائیں یا قومی جھنڈا لہرائیں۔ اُن کے دل کی آواز تھی۔ "دیکھا جائے گا جو ہوگا۔ قومی پرچم کی شان کو برقرار رکھنا بہت ضروری ہے، انہوں نے کاغذ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے پاؤں تلے مَسل دیئے۔ ایسے جیسے جلے ہوئے سیگرٹ کو پاؤں تلے مسل دیا جاتا ہے۔ حوصلہ و ہمت پنڈت جی نے کبھی بھی نہیں ہاری انہوں نے تو انگریزی سرکار کی گولیوں کی پروا نہ کی تھی بھلا ایک معمولی ریاست کے راجے سے ڈر کر واپس چلے جائیں۔ لہٰذا وہ آگے بڑھے اور پولیس کا گھیرا ٹوٹ گیا۔ کیا اَب پنڈت جی کو گرفتار کرلیا جائے گا۔ سب کے دل میں یہی سوال تھا۔ صورت حال بڑی سنگین تھی لیکن پولیس نے کوئی قدم نہ اٹھایا اور جلوس کو آگے بڑھنے سے نہ روکا۔ راجے کو سمجھ آگئی تھی کہ اب مستقبل کا مالک جواہر لال نہرو ہے۔ اب عوامی تحریک کے طوفان کے سامنے وہ نہیں ٹھہر سکے گا۔ ہندوستان پنڈت جی کے پیچھے ہے اور ہندوستان پنڈت جی کا ہے۔ حکم واپس لے لیا گیا اور راجہ نے پنڈت جی کو اپنے محلوں میں ملاقات کے لئے مدعو کیا۔

پنڈت جی کا شہر میں عظیم الشان جلوس نکالا گیا۔ گیانی ذیل سنگھ اس وقت کے ہیرو تھے۔ وہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ پنڈت جی کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ یہ ایک تاریخی جلوس تھا۔ تاریخ ہند میں ایک نئے باب کا اضافہ جلوس میں کئی دیگر رہنما جیسے سردار پرتاپ سنگھ کیروں، گیانی گورمکھ سنگھ اور سیف الدین کچلو وغیرہ بھی شامل تھے۔ دانہ منڈی پہنچ کر پنڈت جی نے قومی جھنڈا لہرایا۔ اس درخت پر جس پر جھنڈا لہرانے کی پاداش میں لوگوں کو گرفتار کیا گیا تھا۔ قومی جھنڈے کی شان رکھ لی گئی۔ اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے پنڈت جی نے کہا۔

"میں فریدکوٹ میں کوئی گڑبڑ کرنے کے لئے نہیں آیا بلکہ امن کا پیغام

بن کر آیا ہوں۔ یہ واضح ہے کہ چھوٹی سی ریاست کا راجہ بغیر انگریز ریذیڈنٹ کی منظوری کے عوام پر ظلم نہیں ڈھا سکتا۔ ریاستی راجاؤں کا سہارا انگریزی سرکار ہے۔ ایک بار انگریزی راج ختم ہو گیا تو ریاستوں کی مطلق العنان حکومتیں بھی خود بخود ختم ہو جائیں گی۔ ریاستوں کے مستقبل کا انحصار لوگوں کی خواہشات پر ہے۔

" دہلی میں جو فریدکوٹ اور دیگر پنجاب کی ریاستوں کے نزدیک ہے انگریز کی جانب سے ہندوستانیوں کو حکومت سونپنے کی گفت وشنید چل رہی تھی لیکن عجیب بات ہے کہ ریاستی حکمراں ظلم وستم ڈھا رہے ہیں۔ انسانی حقوق کو پاؤں تلے روندا جا رہا ہے۔ اُنہیں ایک لمحہ بھی یقین نہیں آسکتا کہ ریاستی سرکار کے پاس اتنے حقوق ہیں کہ وہ لوگوں کی خواہشات کے برخلاف اُن کی آرزوؤں کو کچل رہے ہیں۔ لیکن اب زیادہ دیر تک انگریزوں کا سہارا راجاؤں کو نہیں ملے گا۔"

نواب بھوپال نے اعلان کیا ہے کہ وہ ریاستی نظم ونسق میں اصلاح کریں گے۔ انہوں نے سوچا کہ چاہے عمل ہو یا نہ ہو، اعلان کر دیا جائے۔ انگریز ہر حالت میں ہندوستان چھوڑ رہے ہیں۔ انگریزی طاقت کے بل بوتے پر چلنے والی ریاستیں بدل نہیں رہی ہیں۔ اگر وہ نہ بدلیں تو انگریزوں کے ساتھ وہ بھی ختم ہو جائیں گی۔" پنڈت جی نے مزید کہا میں ریاستوں کو ختم کرنا نہیں چاہتا بلکہ میں چاہتا ہوں کہ ریاستوں میں نمایندہ سرکار کا قیام ہو۔ راجے وقت کی نبض کو پہچانیں۔ اگر انہوں نے لوگوں میں آئے انقلاب کی جانب دھیان نہ دیا تو اُنہیں نتائج بھگتنے پڑیں گے۔"

پنڈت جی کے ہر لفظ کا تالیوں سے استقبال ہوتا۔ لوگوں میں جوش وخروش تھا لوگوں نے محسوس کیا کہ آزادی آ رہی ہے۔ گیانی ذیل سنگھ کو سنہرے مستقبل کی کرنیں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔

جواہر لال جی راجہ سے ملاقات کے لیئے اس کے محل میں خود تشریف لے گئے۔ انہوں نے اس بات کو اپنی تحقیر نہ مانا۔ کھانے کے بعد راجے

اوران کے درمیان خوشگوار ماحول میں ملاقات ہوئی۔ راجے کو عقل آگئی تھی کہ وقت کی ہوا اس کے خلاف ہوگئی ہے اور وہ عوامی طوفان کے سامنے نہیں ٹک سکتا۔ فیصلہ ہوا کہ دفعہ ۱۴۴ واپس لے لی جائے، ڈیفنس آف انڈیا رولز کی دفعہ ۵۶ جس کے تحت باہر کے لوگ ریاست فریدکوٹ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ کالعدم کر دی جائے۔ رجسٹریشن آف ایسوسی ایشن ایکٹ کا استعمال نہیں کیا جائے گا، تمام سیاسی قیدیوں کو رہا کر دیا جائے اور لوگوں پر ڈھائے گئے مظالم کی جانچ پڑتال فریدکوٹ کا چیف جسٹس کرے گا۔

ان فیصلوں کے تحت فوراً کارروائی کی گئی۔ سارے سیاسی قیدی رہا کر دیئے گئے۔ ان کا اس جگہ سے ایک شاندار جلوس نکالا گیا۔ جس جگہ پنڈت جی نے صبح جھنڈا لہرایا تھا۔ یہ عوام کی بے مثال جیت تھی، عوام کے رہنما گیانی ذیل سنگھ کی بھاری فتح تھی۔ لوگوں پر ڈھائے گئے مظالم کے خلاف جدوجہد کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ تھا۔

راجہ بھی مطمئن تھا اس نے عوام سے اپیل کی تھی کہ "بھول جاؤ اور معاف کر دو"، اس نے نہرو جی کی فہم و فراست کی تعریف کی۔ خوشگوار ماحول بن گیا تھا۔ پنڈت جی نے دہلی پہنچ کر کہا کہ اس سمجھوتے سے ایک نئے باب کا آغاز ہوگا۔

لیکن راجاؤں کے ڈھنگ نیارے تھے۔ ابھی اس سمجھوتے کو کچھ دن ہی ہوئے تھے کہ راجے نے پھر اپنی پالیسی بدل لی۔ راجہ سمجھوتہ سے پیچھے ہٹ گیا اس نے اس پر عمل کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ وہ بھول گیا کہ مستقبل کے مالک پنڈت جواہر لال نہرو اور گیانی ذیل ہیں۔ اُس ایسے راجے نہیں۔

راجہ نے سمجھوتہ کی شرائط پر پانی پھیر دیا۔ وہ متکبر اور مغرور نکلا حالانکہ پنڈت جی سے ملاقات کے وقت بڑی عقلمندی اور رواداری کا اظہار کیا تھا، لیکن اگست ۱۹۴۶ء میں ریاستی سرکار نے ایک کتاب "فریدکوٹ تحریک سے متعلق سچائی"، شائع کی، جس میں کہا گیا تھا کہ ہندوؤں نے سکھ راجے کے

خلاف تحریک چلائی تھی۔ ہندو اخبارات جو فرقہ پرستی میں یقین رکھتے تھے۔ ہندوؤں کو بھڑکاتے رہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ فریدکوٹ کا ستیہ گرہ اصل میں ستیہ گرہ نہیں تھا بلکہ ایک سازش تھی جو نکالے گئے ہندو افسروں، ہندو پریس اور ہندو تاجروں نے سکھ راجے کے خلاف کی تھی۔

کتاب ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کی گئی۔ لیکن اس میں پیش کیا گیا مواد جھوٹ کا پلندہ تھا۔ سچائی سے کوسوں دُور۔ ہندوؤں اور سکھوں کے درمیان گہرے تعلقات برقرار رہے۔ خون کے رشتوں کو کون توڑ سکتا تھا۔ گیانی ذیل سنگھ تو فرقہ وارانہ نقطۂ نظر سے تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

سیکولرازم اور جمہوریت میں اُن کا اٹوٹ اعتقاد تھا۔ ریاستی سرکار کی جانب سے تحریک کو فرقہ وارانہ رنگ دینے کی کوشش کی مذمت اکالی رہنماؤں بابو لابھ سنگھ اور گیانی اودھم سنگھ ناگوکے نے سخت الفاظ میں کی۔ جدوجہد مطلق العنان حکومت کے خلاف تھی، نہ کہ کسی شخصیت کے خلاف۔

قومی پرچم کی شان قائم رکھنا گیانی ذیل سنگھ کی بھاری جیت تھی اب وہ جانے پہچانے رہنما بن کر اُبھرے تھے۔

متوازی سرکار

نہرو۔ہریندر سمجھوتہ کی خود راجہ فرید کوٹ نے دھجیاں اڑا دیں۔سوائے ایک آدھی شرط کے جیسے سوسائٹیز ایکٹ کی منسوخی کے سوا بقیہ شرائط کی جانب کوئی دھیان نہیں دیا گیا۔پرجا منڈل سے ہمدردی رکھنے والے افسروں اور کارکنوں کو تنگ کیا گیا۔ پانچ افسروں اور پچاس کارکنوں کو ملازمت سے برخاست کردیا گیا۔ کئی ورکروں پر جھوٹے مقدمے قائم کرکے سزائیں دی گئیں۔جن افسروں نے پرجا منڈل کے ورکروں پر ظلم ڈھائے تھے انہیں ترقی دی گئی۔ غریب کسانوں کی نیلامی نہ روکی گئی۔ پولیس غنڈوں کی امداد سے جہاں کہیں قومی جھنڈا دکھائی دیتا، اُتار کر پھینک دیتی۔

پرجا منڈل ورکر سرگرم ہو گئے۔اُن میں بڑا جوش و خروش تھا۔ گیانی ذیل سنگھ نے عوام کو اُبھارنے کے لئے طوفانی دورہ کیا۔ ۷-۸ ستمبر ۱۹۴۶ء کو فرید کوٹ میں سردار پرتاپ سنگھ کیروں کی صدارت میں ایک کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔اور مطالبہ کیا گیا کہ نہرو۔ہریندر معاہدے پر عمل کیا جائے۔

۵ر اکتوبر ۱۹۴۶ء کو راجے نے رعایا کو کچھ حقوق دینے کا اعلان کیا۔اس نے کہا کہ ریاست میں نمائندے شامل ہوں گے۔لیکن پرجا منڈل نے ان رعایتوں کو نامنظور کردیا۔ اُس کا خیال تھا کہ اُن سے عوام کی خواہشات کی تسلی نہیں ہوگی۔ ڈاکٹر پٹا بھی سیتارامیہ صدر آل انڈیا اسٹیٹس پیپلز

کانفرنس فریدکوٹ آئے۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ بدلتے ہوئے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ریاست میں نمائندہ حکومت قائم کی جائے راجہ بھی کچھ ڈھیلا پڑ گیا۔ اور جون ۱۹۴۷ء میں قانون ساز مجلس بنانے کے لئے رضامند ہو گیا۔ لیکن بات سرے نہ چڑھی کیونکہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ملک آزاد ہو گیا۔

آزادی کا سورج طلوع ہوا۔ ریاست کی سرحد کے قریب واقع فیروزپور شہر میں قومی جھنڈا لہرایا گیا۔ خوشی کے شادیانے بجائے گئے لیکن فریدکوٹ گہری نیند سویا ہوا تھا۔ لوگوں میں مایوسی اور اُداسی چھائی ہوئی تھی مگر اُن کے دل میں آزادی کی ایک آگ بھڑک رہی تھی۔

تقسیم ملک سے کئی مسائل پیدا ہو گئے۔ ریاست فریدکوٹ سے ساٹھ باسٹھ ہزار مسلمان ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے۔ اُن کا تیل، چینی اور کپڑے کا کوٹہ سرکاری افسروں کے ذریعہ بلیک میں فروخت کیا گیا۔ عام لوگوں کو روزمرّہ استعمال میں آنے والی ضروری اشیاء بھی نہیں ملتی تھیں۔ اور مسلمانوں کی چھوڑی ہوئی جائیدادوں کو راجے نے اپنے اور اپنے بیٹے کے نام کرا لیں۔ اس طرح کی کئی اور کاروائیاں بھی کی گئیں جن سے عوام بے حد دکھی ہوئے۔ افسرشاہی عوام کو لوٹ کھسوٹ رہی تھی پرجا منڈل کے کارکنوں پر جھوٹے مقدمے چلائے جا رہے ہیں۔ سردار بھلوڑ سنگھ پردھان پرجا منڈل و اندر جٹانان کو فوجداری مقدمے کے تحت دو سال قید بامشقت اور سات سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی گئی۔ پرجا منڈل کوٹ کپورے کے پردھان بابا دیال سنگھ کو گرفتار کر لیا گیا اور ان کے گھر کی تلاشی لی گئی۔

صورت حال پھر سے سنگین ہو گئی۔ پرجا منڈل گیانی ذیل سنگھ کی قیادت میں سرگرم ہو گیا۔ انہوں نے پھر عوام کو ستیہ گرہ کا راستہ اپنانے کی تحریک و ترغیب دی کیونکہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔ لوگوں کو ان کے حقوق دلانا گیانی جی کا نصب العین تھا۔

جنوری ۱۹۴۷ء میں گیانی ذیل سنگھ اور قاضی عبیداللہ جنرل سیکریٹری

پرجا منڈل کی جانب سے ایک کتاب شائع کی گئی جس کا عنوان تھا۔" ہم کیا چاہتے ہیں؟" اس کتاب میں عوام سے اپیل کی گئی تھی کہ ــــ

" ساتھیو! جس طرح اپریل ۱۹۴۶ء کے مورچے میں آپ نے دلیری اور بہادری کا ثبوت دیا تھا وہ وقت پھر آگیا ہے۔ فریدکوٹ کے حکام کے غیر انسانی برتاؤ نے ہمیں مجبور کیا ہے کہ ہم ایک بار پھر آزادی کی جدوجہد میں پورے اُتریں۔ حکومت کو یہ بتا دیں کہ بچہ بوڑھا اور جوان اب غلاموں کا غلام رہنے کو تیار نہیں جب تک لوگوں میں جان ہے وہ اپنے بھائیوں کی غلامی کی زنجیر کاٹنے کے لئے اپنے لہو کا آخری قطرہ تک بھی بہانے سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

" دوستو! خود غرض سامراج نے ایک بار پھر عوام کی عزت کو للکارا ہے۔ اپنے مستحکم ارادے اور قربانی و ایثار سے ان درندہ نما انسانوں کو بتا دیجئے کہ کسان مزدور، بیوپاری اور عوام اب ظلم کی چکی میں پسنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ فریدکوٹ سرکار کا ظالمانہ رویّہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کی زار شاہی کے دن اب تھوڑے رہ گئے ہیں۔ لیکن آج ہماری یہ مانگ نہیں ہے کہ راجاؤں و مہاراجاؤں اور نوابوں کا نام و نشان ہی مٹا دیا جائے۔ ابھی تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنی رعایا کو ایسے حقوق عطا کریں جس سے وہ اپنے اور اپنے بچوں کے لئے روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور پرورش کا معقول انتظام کر سکیں۔ اپنی محنت و مشقت کی کمائی کو اپنے سکھ اور آرام کے لئے استعمال کر سکیں۔ یہ سب کچھ نمائندہ سرکار کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے، شخصی راج کے ذریعے نہیں۔"

"آئیے ہم سب مل کر اپنی غلامی کا جوا اُتار پھینکنے کے لئے آخری جدوجہد کریں اور پرامن رہ کر آزادی کی جنگ لڑیں۔"

پرجا منڈل نے اپنی سرگرمیاں تیز تر کر دیں۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں گیانی ذیل سنگھ نے ایک اشتہار " ریاستی بھائیو جاگو" چھپوایا۔ یہ اشتہار راتوں رات ریاست کے کونے کونے میں تقسیم کر دیا گیا تاکہ لوگ صبح ہی صبح پڑھ لیں۔ اشتہار میں لکھا تھا:" عرصہ دراز سے پرجا منڈل ریاستی عوام کی تکالیف کو

دور کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس نے اپنی لڑائی ۱۹۳۸ء میں شروع کی تھی جبکہ متعدد کارکنوں کو جیل کی کال کوٹھڑیوں میں بند کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد ۱۹۴۶ء میں ستیہ گرہ کی شروعات کی گئی جس میں راجہ کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ راجہ شکست خوردہ پہلوان کی طرح یہ کوشش کرتا رہا ہے کہ پرجا منڈل کو نیچا دکھایا جائے۔ اب جبکہ انگریز ہندوستان چھوڑ کر چلا گیا ہے اور حکومت کی باگ ڈور کانگریسی رہنماؤں نے سنبھال لی ہے تو راجے نے ایک انگریز کو اس لئے پولیس افسر بنا دیا ہے تاکہ پرجا منڈل کی آواز کو دبایا جائے۔ پولیس مسلمانوں کی جائیدادوں کو ہڑپ کر رہی ہے اور لوگوں پر زیادتی کر کے اُنہیں خوفزدہ کر رہی ہے اس ساری سختی، لوٹ کھسوٹ اور جھوٹے مقدموں کی پالیسی سے پنڈت جواہر لال نہرو اور سردار ولبھ بھائی پٹیل کو آگاہ کر دیا گیا ہے۔

اب آپ سب کا یہ فرض ہے کہ شخصی حکومت کی زنجیریں کاٹ کر عوامی راج کے قیام کے لئے پرجا منڈل کی تن من اور دھن سے زیادہ سے زیادہ مدد کریں تاکہ پہلے کی مانند اب بھی فتح آپ کے قدم چومے۔"

لوگوں میں روز بروز جوش و خروش بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ ریاست کے واحد رہنما گیانی ذیل سنگھ کی قیادت میں یکجا ہو رہے تھے۔ لوگوں کو قابل رہنمائی کی ضرورت تھی جو اُنہیں گیانی جی نے عطا کی۔

۱۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو پرجا منڈل فریدکوٹ کی جنرل کونسل کی خصوصی میٹنگ گیانی ذیل سنگھ کی صدارت میں کوٹ کپورے میں منعقد ہوئی جس میں کئی تجاویز پاس کی گئیں اور مطالبات کو دوہرایا گیا۔

اس سے پیشتر نومبر ۱۹۴۶ء کے اکالی مورچے کے بعد راجہ جیند نے لوگوں کے مطالبات مان کر جنوری ۱۹۴۷ء میں عوام کی نمائندہ حکومت قائم کر دی تھی۔ یہ پنجاب کی ریاستوں کی پہلی نمائندہ سرکار تھی۔ اس سے پرجا منڈل کے کارکنوں کا حوصلہ بڑھ گیا۔ پرجا منڈل کا ایک وفد راجہ فریدکوٹ سے ملا اور دیگر مطالبات کے علاوہ راجہ جیند کی طرح فریدکوٹ ریاست

میں بھی نمایندہ حکومت قائم کرنے کا پرزور مطالبہ کیا لیکن راجہ اپنی ضد پر اڑا رہا اور اس نے پرجا منڈل کے مطالبات ٹھکرا دیئے۔

تھوڑے عرصہ بعد ریاست میں سیاسی سرگرمیوں میں مزید تیزی آگئی۔ ۲۰-۲۱ دسمبر ۱۹۴۷ء کو ڈھلواں فریدکوٹ میں ایک سیاسی کانفرنس کا اہتمام کیا گیا جس کی صدارت سردار درشن سنگھ پھیرومان نے کی۔ انہوں نے اپنے خطبہ صدارت میں کہا—"میں اپنے عزیز ساتھی مہاراجہ صاحب سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ آل انڈیا کمیٹی کی خواہش کے مطابق اپنے اور اپنی رعایا کے مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے جلد از جلد ایک نمایندہ سرکار قائم کرکے عام لوگوں کی حکومت بنائیں۔" اس کانفرنس میں کسانوں کو زمین کا مالک قرار دینے کی تجویز بھی پاس کی گئی۔ راجہ کو آخری وارننگ دی گئی کہ اگر نمایندہ سرکار قائم نہ کی گئی تو مطالبات منوانے کے لئے مورچہ لگا دیا جائے گا۔"

وقت کے دھارے کو بھلا کون روک سکتا ہے۔ وقت اپنی چال چلتا رہا۔ کانفرنس کے بعد گیانی ذیل سنگھ اور سیٹھ رام ناتھ راجہ سے ملے اور اس پر عوام کے نمایندوں پر مبنی حکومت بنانے کے لئے زور ڈالا لیکن راجے نے ان کے اہم مطالبے کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

اُن دنوں میں گیانی ذیل سنگھ اور بھی سرگرم ہو گئے تھے۔ ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو گیانی ذیل سنگھ، سیٹھ رام ناتھ، بابو برکش بھان، اور سنت اندر سنگھ چکروتی ریاستی راجاؤں کے خلاف مہاتما گاندھی کو ایک عرضداشت پیش کرنے کے لئے دہلی پہنچے۔ یہ رہنما شام کو پونے چار بجے تک گاندھی جی سے ملے اور انہوں نے راجہ فریدکوٹ کے مظالم کی کہانی سنائی۔ گاندھی جی اس سے بیحد متاثر ہوئے۔

اس کے بعد سردار پٹیل گاندھی جی سے ملے لیکن ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔ شام چھ بجے پرارتھنا سبھا میں شرکت کے لئے گاندھی جی باہر آئے تو انہیں ناتھورام گوڈسے نے گولی مار کر شہید کر دیا۔ سارے ملک میں صف ماتم بچھ گئی۔ گیانی جی آج بھی اس المیئے کا ذکر بڑے رنج و غم سے کرتے ہیں۔

گیانی جی واپس فریدکوٹ آگئے جہاں صورتِ حال پہلے سے بھی سنگین ہوگئی تھی۔ پرجامنڈل کے کارکنوں نے مورچہ لگانے کی تیاریاں شروع کردیں ملک کے بدلتے ہوئے حالات کی وجہ سے لوگوں نے جوش و خروش سے تحریک میں حصہ لیا۔ گیانی ذیل سنگھ نے ایک بیان میں کہا کہ پرجا منڈل آئینی اصلاحات کے لئے کافی دیر تک انتظار کرتا رہا۔ مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ آخر میں پرجامنڈل نے محسوس کیا کہ فریدکوٹ چھوٹی سی ریاست ہے، بہت دباؤ برداشت نہیں کرسکے گی لہٰذا وہ باربار دباؤ دیتا رہا ہے۔ چندہ اکٹھا کیا جارہا تھا کہ ستیہ گرہ کے لئے رضاکار بھرتی کئے جارہے تھے۔

اب فریدکوٹ شہر کے سینکڑوں افراد مورچے میں حصہ لینے کے لئے تیار تھے یہ ایک اہم واقعہ تھا۔ کسان پہلے ہی زمین کے مالکانہ حقوق نہ ملنے کی وجہ سے دکھی تھے۔

گیانی ذیل سنگھ نے گاؤوں کا طوفانی دورہ کیا اور کسانوں کو بطور والنٹیر بھرتی کیا جس سے پانچ ہزار والنٹیر تیار ہو گئے۔ ایک ہزار کوٹ کپورے کے لئے ایک ہزار گونیانہ کے لئے اور تین ہزار فریدکوٹ کے لئے۔ فیصلہ کیا گیا کہ اب کوٹ کپورے اور گونیانہ کے تھانوں پر قبضہ کرلیا جائے نیز فریدکوٹ سیکرٹریٹ کا گھیراؤ کرکے اس پر قبضہ کرلیا جائے اور متوازی سرکار قائم کرلی جائے۔ گیانی ذیل سنگھ کی زندگی کا یہ سب سے خطرناک قدم تھا۔ کامیاب ہوجاتا تو سہرہ بندھ جاتا تھا اور اگر ناکامی ہوجاتی تو ساری عمر جیل میں پڑے رہنا تھا۔ وہ اب عوام کے عظیم رہنما بن چکے تھے۔ اُن کا روز بروز کامیابی کی سیڑھیاں طے کرنا لوگوں کے لئے رشک و حسد کا کارن بنتا جارہا تھا۔

۲۹ فروری ۱۹۴۸ء کو گیانی ذیل سنگھ کی قیادت میں فریدکوٹ شہر میں ایک بھاری جلوس نکالا گیا جس میں لوگوں نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی۔ چوراہے پر راجے کا پتلا نذرِ آتش کردیا گیا۔ راجہ خود مالیر کوٹلے گیا ہوا تھا۔ اُس کے افسر جوش و خروش دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے۔ لوگوں پر تشدد کیا گیا لیکن اب اس انسانی طوفان کو روکا نہیں جاسکتا تھا کیونکہ بگل

بج چکا تھا اور لوگ ایک ہی جھنڈے تلے جمع ہو گئے تھے۔

آخر یکم اگست ۱۹۴۸ء کا وہ تاریخی دن آگیا جب لوگوں نے قربانی دیکر اپنے خون سے تاریخ لکھی۔ صبح کے ٹھیک گیارہ بجے گیانی ذیل کی رہنمائی میں عوام نے ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوکر سیکرٹریٹ پر ہلہ بول دیا۔ عمارت کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا اور گیانی جی نے متوازی حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا۔ سیکریٹریٹ کے اندر ملازم گھر گئے بہت سے ملازمین نے تو نئی سرکار کی وفاداری کے حلف نامے پر بھی دستخط کر دیئے۔ سیکورٹی گارڈ کے عملے نے سیکریٹریٹ کے دروازے کھول دیئے۔ عوامی نمایندوں نے عنانِ حکومت سنبھال لی۔ پولیس تھانوں خزانے اور کچہریوں پر قبضہ کرلیا گیا۔ آزاد فریدکوٹ کی آزاد حکومت کے وزیرِاعظم سردار گورنخش سنگھ جاہل، وزیرِ انصاف پنڈت امرناتھ، سردار مہر سنگھ وزیرِ داخلہ، وزیرِ مال پنڈت چیتن دیو، وزیر آبادکاری سردار اوتار سنگھ اور وزیرِ دفاع جمعیدار جنگا سنگھ تھے۔

گیانی ذیل سنگھ کی یہ زبردست کامیابی تھی۔ ریاست کے گیارہ افسران اعلیٰ کے جن میں سردار بختاور سنگھ پولیس کپتان، سردار اودھم سنگھ مجسٹریٹ کرنل نارائن سنگھ، شری جگدیش پرشاد سب جج شامل تھے۔ نئی سرکار کی وفاداری کے حلف ناموں پر دستخط کئے۔

گیانی ذیل سنگھ نے اس موقع پر پُرجوش تقریر کرتے ہوئے کہا۔ "وقت بدل گیا ہے۔ نئی سرکار کے وفادار بن کر رہو۔ یہی سرکار آپ کی تمنائیں پوری کر سکتی ہے آپ ہمارا ساتھ دیجئے اور ہم آپ کے مطالبات پورے کریں گے" فوجی کمانڈروں اور جوانوں نے گیانی ذیل سنگھ کی تقریر کو بڑے غور سے سُنا۔ ایڈمنسٹریشن تباہ و برباد ہوگئی تھی۔ لہذا نئی سرکار نے فوراً اپنا کام شروع کر دیا۔

گیانی ذیل سنگھ نے سرکار قائم کی اور کوٹ کپورے چلے گئے تاکہ لوگوں کو منظم کر کے نئی سرکار کی امداد کے لئے ترغیب دے سکیں۔ وہ وہاں کچھ گھنٹے ہی ٹھہرے۔ دوستوں نے اُنہیں مشورہ دیا کہ وہ فریدکوٹ لوٹ جائیں اور

وہاں جاکر حکومت چلانے میں امداد کریں۔
دوستوں کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے وہ شام تک فریدکوٹ واپس چلے گئے۔ رات گیارہ بجے راجہ فریدکوٹ پہنچ گیا۔ پولیس نے تشدد کا استعمال کیا۔ لاٹھیاں برسائی گئیں جس سے پرجامنڈل کے کئی کارکن زخمی ہو گئے۔ کئی افراد کی ہڈی پسلی توڑ دی گئی۔ لوگوں کو اتنی بے دردی اور بے رحمی سے مارا پیٹا گیا کہ اس کا حال سُنکر آج بھی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔
گیانی ذیل سنگھ، پنڈت چیتن دیو، لالہ امرناتھ، جتھیدار جنگا سنگھ کو گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتاری کے بعد گیانی جی کو ایک سال کی قید اور پانچ سو روپے جرمانہ کی سزا سُنائی گئی۔
ریاست کی جیلیں بھر گئیں۔ والنٹیروں کی کوئی کمی نہ تھی۔ لوگوں میں بے انتہا جوش و خروش تھا۔
گیانی جی اب لوگوں کے جانے مانے رہنما تھے۔ انہوں نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کر دیا تھا کہ وہ عوامی رہنما تھے۔ راجہ کے لئے یہ برداشت کرنا بڑا دشوار تھا، سازش کی گئی کہ گیانی جی کو زندگی کا ایسا سبق سکھایا جائے کہ وہ دوبارہ کسی تحریک میں حصہ نہ لے اور کسی انقلابی پروگرام میں شریک نہ ہوں۔ راجہ نئے عہد کے آثار نہ دیکھ سکا۔ آنے والے واقعات کی پرچھائیاں پڑ رہی تھیں۔ لیکن راجہ اُنہیں دیکھنے سے قاصر تھا۔ راجہ کو مشورہ دیا گیا کہ گیانی جی کو جیپ کے نیچے دے کر ہلاک کر دیا جائے۔ اس سے تحریک خود بخود ختم ہوجائے گی۔ اُن کے پیروکار خوف زدہ ہوکر معافی مانگ لیں گے اور جیل سے باہر آنے کی کوشش کریں گے۔ راجہ کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ ایک اور سجھاؤ دیا گیا کہ گیانی جی کو جیپ کے پیچھے باندھ کر فریدکوٹ کی سڑکوں اور گلیوں میں گھمایا جائے۔ لوگ اُن کی یہ حالت دیکھ کر خوفزدہ ہوجائیں گے اور موت کے ڈر سے آزادی کا نام لینا بھی چھوڑ دیں گے۔
گیانی جی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر سیدھا زمین پر لٹا دیا گیا۔ سر سے پگڑی اُتر گئی اور سر کے بال منتشر ہو گئے۔ پولیس افسر نے ایک ملازم کو حکم دیا کہ

گیانی جی کے سر کے بال رسی سے باندھ کر رسی کو جیپ کے پچھلے بمپر کے ساتھ اٹکا دیا جائے ۔ بڑا بھیانک اور دل دہلانے والا منظر تھا۔ لوگ بے بسی سے کھڑے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ وہ سانس روک کر دیکھ رہے تھے کہ قدرت کو کیا منظور ہے ؟

پولیس نے چاروں طرف گھیرا ڈالا ہوا تھا۔ گیانی جی سے پوچھا گیا کہ —
یا تو بغیر کسی شرط کے معافی مانگ لیجیے یا موت کے لئے تیار ہو جایئے ۔"
"میں موت کے لئے تیار ہوں۔ بے عزتی کی زندگی سے شاندار موت کئی گنا اچھی ہے ۔" گیانی جی کا بطور مجاہد آزادی یہی جواب ہونا تھا۔ لوگ جواب سنکر عش عش کر اٹھے ۔ خوف و دہشت کا ماحول طاری تھا۔

"تمہیں جیپ کے پیچھے باندھ کر گھمایا جائے گا۔ تمہاری ہڈی پسلی ٹوٹ جائے گی جب تک ہر نہیں جاؤ گے جیپ نہیں رکے گی۔ تمہیں بغاوت کرنے کی قیمت چکانی پڑے گی۔

"مرجانا اچھا ہے۔" گیانی جی کا جواب سن کر لوگوں نے آنکھیں بند کرلیں۔ حکم کے مطابق گیانی جی کو جیپ سے باندھ دیا گیا اور کچھ قدم تک گھسیٹا گیا لیکن جلد ہی پانسہ بدل گیا۔ پولیس افسر نے حکم دیا کہ گیانی جی کو کھول دیا جائے ۔ حکم مان کر گیانی جی کو کھول دیا گیا۔ اور انہوں نے مالک حقیقی کا شکر ادا کیا کہ اس نے انہیں چیلنج کا مقابلہ کرنے کی ہمت عطا کی ۔

گیانی جی اور اُن کے رفیقوں کو جیل میں بند کر دیا گیا اور اُن پر مظالم کے نئے دور کی ابتدا ہوئی۔ انہیں جسمانی اذیتیں دی گئیں اور معافی مانگنے پر مجبور کیا گیا۔ جن سرکاری افسروں نے تحریک چلانے والوں کا ساتھ دیا تھا اُنہیں بھی جیل میں بند کر دیا گیا اور اُن سے مجرموں کی طرح سلوک کیا گیا۔ ان قیدیوں کو عام سہولتوں سے بھی محروم رکھا گیا۔ بستروں، اخباروں اور ڈاکٹری علاج کی سہولیات بھی نہ دی گئیں ان تمام تکالیف کے باوجود بھی گیانی جی اپنے ارادے پر اٹل رہے وہ اپنے ساتھیوں کو سہولیات دلانے کے لئے کوئی اور ترکیب سوچنے لگے کچھ دیگر سرکاری ملازمین کو جنہوں نے تحریک میں

حصہ لیا تھا۔ ریاست سے باہر جانے کا حکم دیا گیا۔ اُن میں کرنل نارائن سنگھ، عجائب سنگھ، اور بی ایس گل شامل تھے وہ اپنی دردناک کہانی ملک کے عظیم رہنماؤں کو سُنانے کے لئے دہلی پہنچ گئے۔

ریاست میں دہشت پھیل گئی۔ چاروں طرف تناؤ پھیلا ہوا تھا۔ جان مال سب کچھ خطرے میں تھا اور ریاستی عوام راجے کے رحم و کرم پر تھے۔ راجے نے اعلیٰ فوجی اور غیر فوجی افسروں کی ہمراہی میں ریاست کا دورہ کیا۔ اُنہیں بتایا گیا کہ اگر انہوں نے تحریک میں حصہ لیا تو اس کے سنگین نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لیکن عوام نے تو انصاف حاصل کرنے کے لئے قسم کھا رکھی تھی، عہد کر رکھا تھا۔

ستیہ گرہ جاری رہا۔ فیروز پور کو تحریک کا بڑا مرکز بنایا گیا۔ ستیہ گرہی گرفتار کئے جاتے۔ مار پیٹ کی جاتی اور ریاست سے باہر لے جا کر جنگلوں میں چھوڑ دیا جاتا۔

دکانداروں کو دکانیں نہ بند کرنے دی جاتیں۔ کسی کی کوئی شنوائی نہ تھی۔ قانون نام کی کوئی چیز باقی نہ تھی۔ ہندوستان آزاد ہو چکا تھا۔ لیکن فریدکوٹ میں لوگ ظلم و تشدد کا شکار ہو رہے تھے۔

ملازمت سے برطرف کئے گئے افسروں نے پنڈت جواہر لال نہرو اور سردار ولبھ بھائی پٹیل کو صورتِ حال سے آگاہ کر دیا تھا۔ نئے پردیشوں کا قیام عمل میں آ رہا تھا اور بہت سے راجے قوم پرست طاقتوں کا ساتھ دے رہے تھے اور اعلیٰ سطح پر گفت و شنید چل رہی تھی۔

نائب وزیر اعظم سردار پٹیل کی درخواست پر پرجا منڈل کے ورکروں نے ستیہ گرہ بند کر دیا۔ اور جتھے بھیجنے بند کر دیئے۔ راجے کو دہلی بلایا گیا اور اس سے پوچھ تاچھ کی گئی۔ حکومت ہند کے کہنے پر ۲۰ مارچ ۱۹۴۸ء کو گیانی ذیل سنگھ اور اُن کے ساتھیوں کو قید سے رہا کر دیا۔

گیانی ذیل سنگھ زخمی ساتھیوں کے ہمراہ دہلی پہنچے اور پنڈت جواہر لال نہرو اور سردار پٹیل کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ مظالم کی کہانی سُن کر اُن

کے دل بھر آئے۔ وہ آل انڈیا اسٹیٹس پیپلز کانفرنس کے صدر شیخ محمد عبداللہ سے بھی ملے۔ ۲۶ مارچ کو شیخ صاحب نے بیان دیا۔ "جس طرح فرید کوٹ میں واقعات رونما ہوئے ہیں اس کی ہر سمجھدار شخص کی جانب سے مذمت کی جانی چاہیئے۔ ریاست کے افسرانِ اعلیٰ کی راجہ نے خود اپنے ہاتھوں سے پٹائی کی سیاسی ورکروں کو جیپ کے پیچھے باندھ کر گھسیٹا گیا اور مجاہدین آزادی کو بُری طرح مارا پیٹا گیا۔ شدید طور پر زخمی ۶ سیاسی ورکر دہلی پہنچے ہیں۔ وہ درد سے کراہ رہے ہیں۔ یہ راجہ کا انتہائی غیر انسانی فعل ہے۔"

قومی رہنما ریاست میں امن و امان قائم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ کام بڑا مشکل تھا۔ گیانی ذیل سنگھ نے اپنے بیان میں کہا۔

مجھے اڑھائی سو ساتھیوں سمیت جن میں آزاد سرکار کے وزیر اور پرجا منڈل کے ذمہ دار ورکر شامل تھے، ۲۰ مارچ کی شام کو چھوڑ دیا گیا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ترقی پسند افراد، اعلیٰ افسروں اور پرجا منڈل کے ورکروں پر جیل کے اندر اور باہر جو مظالم کئے گئے اُنہیں کچلنا میرا فرض ہے۔

نمایندہ سرکار قائم کرنے اور کسانوں کو حق دلوانے کے لئے یکم مارچ ۱۹۴۸ء کو پُرامن تحریک شروع کی گئی جن میں حصّہ لینے والے ۹۰ نمایندے سکھ تھے اُن پر جو مظالم کئے گئے اُنہیں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اس کی دردناک اور ڈراؤنی داستان سُنکر دِل دہل اُٹھتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی ظلم تھا جو کہ آزاد ہندوستان میں کسی راجے نے اپنی رعایا پر کیا ہوگا۔ پانچ سو پُرامن ستیہ گرہیوں پر بہت ہی بری طرح لاٹھی چارج کیا گیا اور اُنہیں زخمی کر دیا گیا۔ لاٹھی چارج اتنا سخت تھا کہ بیس دن گذر جانے کے باوجود بھی ابھی ۴۵ ستیہ گرہی خطرے سے باہر نہیں۔ اُن میں سے کئی ستیہ گرہیوں پر کئی کئی زخم ہیں۔ اور ہڈیاں بھی ٹوٹی ہوئی ہیں سکھوں کی داڑھیاں اور کیس کھینچے گئے۔ سردار اودھم سنگھ مجسٹریٹ دفعہ ۳۰ سردار بختاور سنگھ سپرنٹنڈنٹ پولیس، سردار صاحب سنگھ، سردار کھیم سنگھ

اور سردار ناظر سنگھ ایسے افسر جو اس عوامی تحریک سے ہمدردی رکھتے تھے، راجہ کے ذاتی غصہ کا شکار ہوئے اور جیل میں تنہا کوٹھڑیوں میں قید کر دیئے گئے۔ اُن سے دوسرے قیدیوں کے پاخانے صاف کرائے گئے۔ نیز اُن کے سر پر پاخانہ کی ٹوکریاں رکھ کر جیل سے باہر پریڈ کرائی گئی۔ اُنہیں وقتاً فوقتاً راجہ خود اپنے ہاتھ سے پٹیتا اور کاغذات پر زبردست دستخط کرانے کی کوشش کی۔ اُنہیں جیپوں کے پیچھے باندھ کر گھسیٹا گیا۔ پولیس اور ملٹری کے افسر بھی ظلم ڈھانے میں بڑے پیش پیش تھے۔

پرانی اکالی تحریک کے لیڈر جتھیدار ناہر سنگھ ایسے لیڈروں کے کپڑے اُتار کر اُن کی بُری طرح پٹائی کی گئی۔ کرنل رام سنگھ اور دیگر افسران نے اپنے آپ کو اتنا نیچا گرا لیا تھا۔ کہ ایسی شرمناک کارروائیاں کیں کہ جن کے بیان کرنے سے شرم آتی ہے۔ ستیہ گرہیوں کو زمین پر گرا کر لوہے کے ڈنڈوں سے پیٹا گیا۔ اُنہیں سر کے بالوں سے پکڑ کر اُن کے سر میں ریت ڈالی گئی اور جو سب سے شرمناک زخم لگائے گئے وہ اُن کے پوشیدہ اعضاء پر تھے۔

شیخ محمد عبداللہ اور سردار پٹیل کی اپیل پر پرجا منڈل کے ورکروں نے ستیہ گرہ ملتوی کر دیا تھا۔ محکمہ اسٹیٹ کی جانب سے راجہ صاحب کو تمام قیدی چھوڑے جانے کا حکم دیا گیا۔

جب سیاسی قیدی چھوڑے گئے تو اُنہیں بُری طرح پیٹا گیا کیونکہ وہ سپرنٹنڈنٹ پولیس کی طرف سے دیئے گئے۔ معافی نامے پر دستخط یا انگوٹھا لگانے سے انکار کر دیا تھا۔ اس شدید دکھ اور بے عزتی کی بجائے موت قبول کرنے والے جتھیدار بالا سنگھ نے تین بار اپنا سر جیل کی دیوار پر پٹکا۔ اس کے ساتھ ہی راجہ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کی سازش کو مایوسی ملی۔ ستیہ گرہیوں کو مجروح کر کے باہر ٹرکوں میں لاد کر دُور دراز جنگلوں میں چھوڑ دیا گیا۔ اُن میں سے کچھ ستیہ گرہی دہلی پہنچ گئے۔ اور ڈاکٹر پٹا بھی ستیا رامیہ قائمقام صدر اسٹیٹس پیپلز کانفرنس کے سامنے پیش

کئے گئے۔

"ہائی کمانڈ کی ایما پر ہم نے اپنی کارروائیاں بند کردیں لیکن راجہ اپنی طاقت کو زیادہ قوت سے استعمال کر رہا ہے۔ پولیس نے ہر جگہ خوف و دہشت پھیلا رکھی ہے۔ کسی کی عزّت اور جان و مال محفوظ نہیں۔ ہم نے ہائی کمانڈ سے حکم ملتے ہی فوراً اس پر عمل کیا ان حالات میں ہمیں بھروسہ ہے کہ ہماری تمنائیں پوری ہوں گی اور پنڈت جواہر لال اور سردار پٹیل سمجھیں گے کہ اس ظلم و ستم کی براہِ راست ذمہ داری راجے اور اس کے افسران پر عائد ہوتی ہے نیز جن لوگوں نے حد سے زیادہ ظلم کئے ہیں اُن پر کھلی عدالت میں مقدمے چلائے جائیں۔ ریاست میں قانون و انصاف کی صورتِ حال بڑی ابتر ہے۔ ریاست میں ظلم و تشدّد کی جانچ پڑتال نہ کرانا، ترقی پسند شہریوں کو انصاف دینے سے انکار کرنا ہے یہ اس بدانتظامی کے رہنے کے ناقابل ہیں اسٹیٹ منسٹری سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ جلد ہی ایڈمنسٹریٹر کا تقرر کیا جائے اور لوگوں کی مدّتوں سے چلی آرہی شکایتوں کے لئے ایک آزاد تحقیقی کمیٹی بنائی جائے۔

گیانی ذیل سنگھ نے مطالبہ کیا کہ راجہ کو ہٹا کر ہی امن قائم ہو سکتا ہے۔ اُن کے اس مطالبے کی آل انڈیا اسٹیٹس پیپلز کانفرنس کی جانب سے حمایت کی گئی۔

آخر حکومتِ ہند نے ایڈمنسٹریٹر کا تقرر کر دیا جس سے حالات کچھ سُدھر گئے۔ پھر ۱۵ر جولائی ۱۹۴۸ء کو پیپسو راج پنجاب کی ساری ریاستوں کو ملا کر ایک نئے دور کا آغاز کیا۔

ریاست میں آزادی کا سورج طلوع ہوا گیانی ذیل سنگھ کی منزل مقصود کا ایک پڑاؤ ختم ہو گیا۔ وہ شخصی راج جس کے خلاف انہوں نے برسوں جدّوجہد کی تھی آخر وہ ختم ہو گئی۔

گیانی جی دل میں نئی آرزوئیں اور تمنائیں لے کر غریب اور محتاج لوگوں کو نئی زندگی دِلانے کے لئے میدان میں کود پڑے ♣

پیپسو کا قیام

۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو بھارت آزاد ہوگیا لیکن اس کے ساتھ ہی دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ بٹوارے سے کئی نئے مسئلے پیدا ہو گئے۔ پوربی پنجاب میں لاکھوں کی تعداد میں شرنارتھی آئے اور ادھر سے پچھمی پنجاب میں جانے شروع ہو گئے۔ بڑے خراب حالات تھے۔

بھارت آزاد ہوگیا لیکن برٹش سرکار نے ۶۴۲ ریاستوں کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ راجے نوابوں کو یہ اختیار تھا کہ وہ خواہ بھارت میں شامل ہوں پاکستان میں۔ لیکن بھارت کے وزیرِ داخلہ سردار پٹیل نے اس مسئلہ کو بڑی سوجھ بوجھ اور دانشمندی سے سلجھایا۔ ریاستوں کو اکٹھا کر کے یونین بنیں اور وہاں۔کے عوام نے آزادی کی سانس لی۔

فرید کوٹ کا نظام حکومت تہس نہس ہوگیا تھا۔ امن اور قانون کا نام و نشان نہیں تھا۔ راجے کو رعایا کی کوئی فکر نہیں تھی۔ وہ چین کی بانسری بجا رہا تھا۔

ریاستی محکمہ کے سکریٹری شری وی۔ پی مینن نے وزیرِ داخلہ سردار پٹیل سے صلاح مشورہ کیا۔ اس کی رائے تھی کہ مہاراجہ فرید کوٹ کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کرنے سے پہلے دوسروں راجے۔ مہاراجاؤں کے ساتھ بات چیت کر لینی چاہیئے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے نئی دہلی میں ایک میٹنگ بلائی گئی جس میں گوالیار، پٹیالہ، بیکانیر اور نواں نگر کے جام

صاحب شریک ہوئے۔ گورنر جنرل ماؤنٹ بیٹن نے صدارت کی۔ طے یہ پایا کہ فرید کوٹ کا نظام حکومت سنبھال لیا جائے ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا گیا۔ تمام سیاسی قیدی رہا کر دیئے گئے اور جن حاکموں کو اندولن میں حصّہ لینے کی پاداش میں معطل کیا گیا تھا۔ انہیں بحال کر دیا گیا۔ فرید کوٹ کو دوسری ریاستوں میں مدغم کرنے کا امکان پیدا ہوا اور بات چیت کے لئے فضا ساز گار ہوئی۔

دراصل پنجاب کی تمام ریاستوں پٹیالہ، نابھہ، جیند، کپور تھلہ، فرید کوٹ، نالہ گڑھ مالیر کوٹلہ، اور کلسیاں کا مستقبل غیر یقینی تھا۔ بٹوارہ سے سکھوں کو بھاری نقصان پہنچا تھا۔ انہیں اپنے گھربار، زمین، جائیداد مغربی پنجاب میں چھوڑ کر پوربی پنجاب آنا پڑا تھا۔ وہ سونا اگلتی زمین پاکستان چھوڑ آئے تھے۔ بہت سے مشہور گوردوارے بھی پاکستان میں رہ گئے تھے۔ سکھوں کو شری گرو نانک کی جنم بھومی کے درشنوں سے محروم کر دیا گیا تھا۔ سکھوں میں مایوسی اور دلوں میں غصّہ تھا۔ دیش کے بٹوارے سے سکھ اپنا سب کچھ کھو چکے تھے۔ بچا تھا تو ہمت اور استقلال۔ اکالی لیڈروں کا خیال تھا کہ اگر پنجاب کی ریاستوں کو پوربی پنجاب میں ملا دیا جائے تو سکھوں کی پوزیشن مضبوط ہو جائے گی۔ سکھوں کو خاص درجہ حاصل ہو جائے گا اور وہ حکومت میں اپنی آواز زوردار طریقے سے اُٹھا سکیں گے اکالی لیڈروں نے اس طرف خاص طور پر دھیان دیا اور کوشش کی کہ یہ ریاستیں پوربی پنجاب میں ملا دی جائیں۔ دوسری طرف کچھ قوم پرست لیڈروں کی یہ کوشش تھی کہ ان ریاستوں کی ایک الگ یونین بنا دی جائے فرید کوٹ کا راجہ فرید کوٹ، جیند، نابھہ اور کپور تھلہ کی الگ یونین بنا دیئے جانے کے حق میں تھا وہ پٹیالہ کو یونین میں شامل کرنا نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ مہاراجہ پٹیالہ سب پر چھا جائے گا اور باقی سب اس کے زیرِ اثر رہیں گے۔ مطلب یہ کہ فرید کوٹ کے راجے کی کوئی اہمیت نہیں رہ جائے گی۔ پٹیالہ کو چھوڑ کر بنائی گئی یونین کی سکھ راج نیتی میں اس کا اہم رول ہوگا جس میں اس وقت کئی طرح کی تبدیلیاں آرہی تھیں۔ گیانی ذیل سنگھ اس حق میں تھے کہ تمام ریاستیں

ملاکر ایک یونین بنادی جائے۔اس سلسلے میں انہوں نے بہت کوشش کی اور کہ
قومی لیڈروں کے ساتھ تبادلہ خیالات کیا ان کا خیال تھا کہ یہ یونین نہ صر
خودکفیل ہوگی بلکہ دیش کی مجموعی ترقی میں اہم حصہ ڈالے گی۔

دوسرے راجے چپ سادھے بیٹھے تھے۔ مہاراجہ جیند کی سیاست
کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ آرام سے ریٹائر ہوجائے اور سکو
زندگی بسر کرے۔کپور تھلے کا مہاراجہ بہت بوڑھا ہوگیا تھا۔ اور یونین بننے
ایک برس کے اندر اس کا انتقال ہوگیا۔ مہاراجہ نابھہ اپنے اور کئی کاموں
اُلجھا ہوا تھا اور اُسے اپنی ریاست چلانے کے کام سے ہی فرصت نہیں تھی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مہاراجہ پٹیالہ سب سے زیادہ طاقتور تھا
رعایا اس کا احترام کرتی تھی۔آزادی کے بعد اس نے دو اہم اور قابل تعر
کارنامے سرانجام دیئے تھے۔ ایک یہ کہ مغربی پنجاب سے آئے ہندو
شرنارتھیوں کو پناہ دی تھی اور ان کی خوب سیوا کی تھی۔اس کے علاوہ مہ
پٹیالہ نے ان طاقتوں کی ڈٹ کر مخالفت کی تھی جو اپنی ریاستوں کو آزاد
رکھنا چاہتی تھیں۔اس نے اس سلسلے میں ہورہی سازشوں کو بے نقاب کر
بعض راجے تیسری طاقت قائم کرنے کی کوشش کررہے تھے مہاراجہ اندو
ان لوگوں کا رہنما تھا۔

پوربی پنجاب کی ریاستوں کی یونین بنانے کا مطالبہ زور پکڑ رہا تھا
صورتِ حالات الجھی ہوئی تھی۔سردار پٹیل اور ریاستی محکمہ کے سیکریٹر
کے درمیان بات چیت چل رہی تھی۔چار سجھاؤ سامنے تھے۔ ایک یہ کہ پور
پنجاب اور ہماچل کی ریاستیں پنجاب میں ملادی جائیں۔ پٹیالہ کو الگ چھوڑ د
جائے کیونکہ وہ خود کفیل رہ سکتی ہے۔ دوسرا یہ کہ پٹیالہ سمیت پوربی پنجاب
اور ہماچل کی ریاستیں پنجاب میں ملادی جائیں اور تیسرا یہ کہ کپورتھلہ، نابھہ
جیند، مالیر کوٹلہ اور فریدکوٹ کو ملادیا جائے اور اندرونی پوربی پنجاب کی
سب ریاستوں کو ملاکر ایک یونین بنادی جائے۔

ان ریاستوں کو پنجاب میں مدغم کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ پوربی پنجاب

میں شرنارتھی سمسیا نے بھیانک رُوپ دھارن کر لیا تھا۔اس کا اقتصادی ڈھانچہ درہم برہم ہو گیا تھا۔امن اور قانون کے لحاظ سے حالت نہایت خراب تھی۔ ایڈمنسٹریشن بگڑ چکا تھا۔

پُوربی پنجاب کی ریاستوں کو پنجاب کے ساتھ ملا دینے سے اور کئی اُلجھنیں پیدا ہو سکتی تھیں۔ سرحدی صوبہ ہونے کے باعث پنجاب کی حالت اور بھی بگڑ سکتی تھی۔ سردار پٹیل چاہتے تھے کہ پٹیالہ کے بغیر یونین بنا دی جائے لیکن یہ یونین خود کفیل نہیں ہو سکتی تھی۔ان تمام ریاستوں کی کل آمدنی دو کروڑ روپے سالانہ تھی۔ ایسی یونین بہت دن قائم نہیں رہ سکتی تھی اس میں دراڑیں پڑ جاتی تھیں۔ یہ ریاستیں ایک دوسرے ملحقہ بھی نہیں تھیں۔ درمیان میں پٹیالہ اور پنجاب کے کئی ٹکڑے آ جاتے تھے۔خاص بات یہ ہے کہ سرحد نزدیک ہونے کے کارن نئی یونین نہایت مضبوط ہونی چاہیئے تھی تاکہ حفاظتی اقدام اچھے ہو سکیں۔

سکھ لیڈروں کا اب بھی یہ مطالبہ تھا کہ تمام ریاستوں کو پنجاب میں ملا دیا جائے۔حالات لمحہ بہ لمحہ بدل رہے تھے۔ ریاستی محکمہ کے سکریٹری نے مہاراجہ پٹیالہ کے ساتھ تبادلہ خیالات کیا۔ مہاراجہ کو بتایا گیا کہ وہ گوالیار اور اندور کی مثال سامنے رکھے۔ اِن دونوں نے یونین بنالی تھی حالانکہ وہ الگ الگ بھی خود کفیل تھیں۔ مہاراجہ پٹیالہ سکھوں کے جذبات کو مطمئن کرنا چاہتا تھا کہ وہ دیس کی مجموعی زندگی کا جزو بن جائیں۔ یہ بھی بتایا گیا کہ اگر تمام ریاستوں کی ایک یونین بن گئی تو مہاراجہ پٹیالہ پنجاب کی سیاست میں ایک اہم رول ادا کر سکے گا۔بات چیت کا نتیجہ یہ نکلا کہ مہاراجہ پٹیالہ تمام ریاستوں کی یونین بنانے پر رضامند ہو گیا۔یہ ہی اس وقت کی سیاست کا تقاضا تھا۔

بات چیت اور آگے بڑھی۔ سردار پٹیل نے منظوری دی۔ ۱۲ مئی کو ریاستی محکمہ کے سکریٹری راجاؤں سے ملے۔نام کا سوال اٹھا۔ پٹیالہ یونین نام رکھنے کا سجھاؤ پیش ہوا۔بات چیت چلتی رہی۔آخر طے یہ پایا کہ یونین کے راج پرمکھ مہاراجہ پٹیالہ اور نائب راج پرمکھ مہاراجہ کپورتھلہ ہوں گے۔

یونین کا نام پٹیالہ اور پوربی پنجاب ریاستی یونین (پیپسو) ہوگا۔اس یونین میں پٹیالہ، نابھہ، کپورتھلہ، جیند، فریدکوٹ، مالیر کوٹلہ، نالہ گڑھ اور کلسیاں شامل ہوں گے۔ ۵ مئی ۱۹۴۸ء کو تمام راجاؤں نے اقرارنامے پر دستخط کر دیئے۔ مہاراجہ پٹیالہ نے کلسیاں کے نابالغ راجہ کی جگہ پر دستخط کئے۔

گیانی ذیل سنگھ نے اس فیصلے کی تعریف کرتے ہوئے اُسے ایک اہم قدم بتایا۔ سکھ لیڈر بھی مطمئن ہو گئے انہوں نے پیپسو کو "سکھ ہوم لینڈ" بتایا۔ ۱۵ جولائی ۱۹۴۸ء کو سردار پٹیل نے بجلی کے قمقموں سے جگمگاتے ہوئے پٹیالہ کے دربار ہال میں یونین کا افتتاح کیا، انہوں نے اُسے تاریخی کارنامہ کہا اور یونین بنانے کے لئے مہاراجہ پٹیالہ کی تعریف کی۔ انہوں نے کہا کہ مہاراجہ پٹیالہ دیش کی ایکتا کی علامت ہیں۔ مخالف طاقتیں سرگرم تھیں اور دیش کو ٹکڑوں میں بانٹنے کے درپے تھیں۔ جبکہ مہاراجہ پٹیالہ دیش بھگتی اور دیش پیار کے جذبے سے سرشار تھے۔ ان کے اس رویہ نے دوسرے راجاؤں کو بھی متاثر کیا اور وہ بھارتی یونین میں شریک ہونے کو تیار ہو گئے۔

منتری منڈل بنانے کے لئے بات چیت شروع ہوئی لیکن بیل منڈھے نہ چڑھی۔ کیونکہ متعلقہ جماعتیں، لوک سیوا سبھا، اکالی دل اور پرجا منڈل چیف منسٹر اور نمائندوں کے انتخاب پر متفق نہیں تھیں۔ اس لئے صرف راج پرمکھ نے ہی اپنے عہدے کا حلف اُٹھایا۔ پیپسو کا رقبہ ۱۰۰۴۹ مربع میل اور آبادی ۳۴۲۴۰۶۰ تھی۔ سالانہ آمدنی پانچ کروڑ روپے۔

منتری منڈل بنانے کی کوششیں جاری رہیں۔ ۲۲ اگست ۱۹۴۸ء کو ایک کام چلاؤ سرکار بنائی گئی جس کے چیف منسٹر گیان سنگھ راڑے والا تھے اور شری بی۔ آر پٹیل چیف سیکریٹری۔ سردار اندرجیت سنگھ اقتصادی سیکریٹری اور سر جیالال صلاح کار تھے۔

۱۹۴۸ء کے آخر میں مستقل منتری منڈل بنانے کی بات چیت دہلی میں شروع ہوئی۔ گیانی ذیل سنگھ کو اچانک دہلی سے تار ملا کہ وہ آکر وزیر داخلہ سردار پٹیل سے ملیں۔ یہ بات غیر متوقع تھی۔ گیانی جی کو دہلی پہنچنا بھی ضرور

پلّے نہ پیسہ نہ دھیلا۔ بس خدمت وطن اور عزم۔ وقت پر دلی پہنچنا مشکل نظر
تھا کہ آنے کے لئے بھی پیسے نہیں تھے۔ ایسے ورکر کو جس کا کوئی مستقبل نہیں
ون پیسہ اُدھار دیتا۔
گیانی جی نے سیٹھ رام ناتھ کو بھی ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ وہ بھی تیار ہو گیا۔
نوں اپنے حال میں مست تھے۔ سامنے نشانہ تھا تو دیس سیوا کا۔ غریبوں اور
جوں کی خدمت کا۔ ریلوے اسٹیشن تک جانے کے لئے رکشے کے پیسے بھی نہیں
یدل ہی چل پڑے۔ من میں شانتی اور دل میں ایشور کا وشواس۔ اسٹیشن
ادھر اُدھر نظر دوڑائی کہ کوئی جان پہچان کا مل جائے اور گیانی جی کو
شخص دکھائی دیا جو انہیں پہلے سے جانتا تھا۔ گیانی جی نے اسے بتایا
ہ دہلی جا رہے ہیں۔ سردار پٹیل نے بلایا ہے۔ "سردار
" اس شخص کی زبان جیسے حلق سے چپک گئی ہو۔ اس نے سوچا کہ سردار پٹیل
ہیں کیوں بلانے لگے یہ کسی اور سلسلے میں جا رہے ہیں۔ سردار پٹیل سے ملنا کوئی
معمولی بات ہے۔
"کس طرح جا رہے ہیں؟ بس سے یا گاڑی سے؟"
"جیسے بھی جائیں کرائے کے پیسے تو ہیں نہیں۔"
"تو یہ بات ہے۔"
"کیا آپ مجھے پچاس روپے اُدھار دے سکتے ہیں، میں جلدی ہی لوٹا دوں
گا۔"
"کوئی بات نہیں۔ آپ لے لیجئے۔ آگے کی دیکھی جائے گی۔"
"آپ کی بڑی مہربانی۔"
اس شخص نے بٹوے میں سے سو روپے کا نوٹ نکالا۔ لیکن چھوٹے نوٹ کسی
پاس بھی نہ تھے۔
"آپ سو ہی رکھ لیجئے۔ میرے پاس وقت نہیں۔ مجھے گاڑی پکڑنی ہے۔"
گیانی جی نے سو روپے کا نوٹ رکھ لیا۔ اس شخص کا احسان گیانی جی آج
تک نہیں بھولے۔ اس وقت اسے بھی کیا معلوم تھا کہ کل کو گیانی جی کیا بن جائیں گے۔

گیانی ذیل سنگھ اور سیٹھ رام ناتھ گاڑی پکڑ کر دہلی پہونچ گئے۔ ہوٹل میں ٹھہرنے کی گنجائش نہیں تھی۔ انہوں نے بلیماران کی ایک دھرم سالہ میں جا ڈیرا لگایا۔ چار آنے روزانہ پر چارپائیاں کرائے پر لیں۔ جیسی بھی ملی روٹی کھائی اور سکھ کی نیند سو گئے۔ اگلی صبح نہائے دھوئے، پاٹھ کیا اور دونوں تانگے پر بیٹھ کر سردار پٹیل کی کوٹھی اورنگ زیب روڈ کی طرف چل پڑے۔ تانگے کا مریل گھوڑا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا گیا۔ تانگہ دھیرے دھیرے چلتا رہا۔ سردار پٹیل کی کوٹھی تک پہنچتے پہنچتے دس بج کر دس منٹ ہو گئے۔ ملاقات کا وقت دس بجے تھا۔ منی بہن سردار پٹیل کی نجی سیکریٹری تھیں۔ کہنے لگیں "آپ کا ملنے کا وقت دس بجے تھا آپ دس منٹ لیٹ ہیں۔ کیا بھارت کے ہوم منسٹر کے پاس اور کوئی کام نہیں آپ ہوم منسٹر سے ملنے آئے ہیں یا کسی گڈریے سے؟"

"معاف کیجئے گا۔ ہم تانگے پر آئے ہیں۔ گھوڑے میں جان نہیں تھی۔ آہستہ آہستہ چلا ہم لیٹ ہو گئے۔"

"یہ بھی کوئی بہانہ ہے۔ آپ لوگوں نے ذمہ داری سے کام نہیں لیا۔ میں آپ کی کچھ مدد نہیں کر سکتی۔ سردار ایک ضروری میٹنگ میں چلے گئے ہیں۔"

"اب کیا کریں؟" گیانی جی نے سیٹھ رام ناتھ سے پوچھا۔

"میں کیا بتاؤں؟"

منی بہن نے نوٹ کر بتایا۔ آپ لوگ پانچ دن بعد مل سکتے ہیں۔

"پانچ دن!" زبان حلق سے جا لگی من کو دھکا پہنچا۔ خیال آیا۔ "اب کیا کریں گے کہاں ٹھہریں گے؟"

گیانی جی اور سیٹھ رام ناتھ سردار پٹیل کے سیکریٹری شری وی شنکر سے ملے۔ انہیں بتایا کہ ہمارے ساتھ کیا بیتی۔ انہوں نے کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا...

پانچ دن دہلی میں گذارنے بڑے مشکل تھے مہنگا شہر جیب میں گذارے لائق پیسے بھی نہیں کسی کے گھر ٹھہر نہیں سکتے۔ اس وقت کوئی دوست نہیں تھا۔ مایوسی اور ناامیدی ہوئی۔ لیکن من میں وشواس اور حوصلہ تھا۔ بلی ماران کی خیراتی

دھرم سالہ میں پہنچ گئے۔ دو چارپائیاں چار آنے کرائے پر لے کر راتیں گذاریں۔ چار دن بڑی مشکل سے کٹے۔ کوئی بات پوچھنے والا نہیں تھا۔ آخر پانچویں دن سردار پٹیل سے ملاقات ہوئی۔ سردار نے پیپسو میں منتری منڈل بنانے کی بات چھیڑی۔ وہ برش بھان کو چیف منسٹر نہیں بنانا چاہتے تھے۔ گیانی ذیل سنگھ نے بڑے دھیرج اور وشواس کے ساتھ کہا۔ منتری منڈل بنانے میں تعاون دوں گا۔ ہم ایسا منتری منڈل بنا سکتے ہیں، جو پائیدار ہوگا۔"

"ضرور بناؤ۔" سردار پٹیل نے آشیرواد دیا۔ گیانی ذیل سنگھ اور سیٹھ رام ناتھ نئی اُمید دل میں لئے پٹیالے لوٹ آئے۔

گیانی ذیل سنگھ کا دہلی پہنچنا اور سردار پٹیل سے ملنا دھیرج اور استقلال کی کہانی ہے۔ پہلے دو میل پیدل چل کر پٹیالہ ریلوے اسٹیشن پہنچنا، کرائے کے لیے پیسے کرایے پر لینا، تانگے میں بیٹھ کر سردار پٹیل کی کوٹھی پہنچنا اور پھر پانچ دن خیراتی دھرم سالہ میں چار آنے روزانہ کی چارپائیاں لے کر گذارنا پکے ارادے اور دیش سیوا کے جذبے کی دلیل تھا۔ ہر حالت میں دہلی پہنچنے کی لگن من میں تھی خواہ کیسے بھی ہو۔ اگر پیسے اُدھار نہ ملتے تو اسٹیشن ہی سے پلٹنا پڑتا۔

جب منتری منڈل میں گیانی ذیل سنگھ کو لینے کی بات چلی تو اپنا نام دینے کی بجائے کئی اور نام پیش کر دیئے۔ لیکن پرتاپ سنگھ کیروں نے سمجھایا کہ یہ مناسب نہیں۔ جو ایک بار منتری بن گیا وہ کبھی گدی نہیں چھوڑے گا۔ سیاست کے میدان میں کوئی کسی کا دوست نہیں۔ موقع ملے تو سب پیٹھ میں چھرا گھونپتے ہیں۔ بات گیانی جی کے من لگی اور انہوں نے منتری بننا منظور کر لیا۔ سیاست میں گٹ بنتے ہیں، گٹ ٹوٹتے ہیں۔ گیانی جی ہمیشہ سردار کیروں کی بات کی قدر کرتے رہے۔

۲۰ جنوری ۱۹۴۹ء کو سردار گیان سنگھ راڑے والا کی رہنمائی میں منتری منڈل نے حلف اُٹھایا۔ دو نمائندے لوک سیوا سبھا کے، چار کانگرس کے اور ایک آزاد، وہ یہ تھے۔ گیانی ذیل سنگھ کانگرس (مال) کرنل رگھبیر سنگھ لوک سیوا سبھا (ہوم) چودھری نہال سنگھ تکشک کانگرس (خزانہ) سیٹھ رام ناتھ کانگرس (خوراک) سردار ہرچرن سنگھ کانگرس (پھر بسا ؤ) اور سردار اجیت سنگھ

رام پورا پھول آزاد۔ برش بھان کو وزارت میں نہیں لیا گیا۔ گیانی ذیل سنگھ کی کوشش اور تحریک سے کانگرس وزارت میں شامل ہوئی۔ اکالی دل الگ رہا اور کافی شور مچایا۔ بعض مقامی کانگرسی لیڈر بھی مطمئن نہیں تھے۔ منتری منڈل زیادہ دن نہیں چل سکا اور ۱۹ نومبر ۱۹۴۹ء کو راشٹرپتی راج لاگو کیا گیا۔ ۲۳ مئی ۱۹۵۱ء کو ایک اور منتری منڈل بنا اب کرنیل رگھبیر سنگھ چیف منسٹر بنے۔ منتری منڈل میں گیانی ذیل سنگھ، برش بھان، چودھری نہال سنگھ تکشک، دیس راج گپتا، سردار تیرتھ سنگھ، اور سردار سمپورن سنگھ دھولا پورے منتری بنے جبکہ سردار ہرچند سنگھ اور شری روشن لال ڈپٹی منسٹر بنے۔

گیانی ذیل سنگھ کو اس مرتبہ زراعت اور پی ڈبلیو ڈی کا محکمہ ملا ان دونوں محکموں میں گیانی ذیل سنگھ نے جو کام کیا وہ قابلِ تعریف تھا۔ انہوں نے پیپسو کو اناج کی پیداوار میں اس چوٹی پر پہنچا دیا کہ دیش میں اناج کے بھنڈار بھر گئے انہوں نے تاریخ کو نیا موڑ دیا۔ مزارعوں اور کھیت مزدوروں کے ساتھ جو زیادتیاں ہو رہی تھیں انہیں دور کرنے کی بھرپور کوشش کی پیپسو آزاد بھارت میں پہلا راجیہ تھا جہاں ملکیت کے حقوق ختم کئے گئے۔ راجے مہاراجے زمین کے مالک خود بنے بیٹھے تھے۔ بسویداری کو ختم کرنا بڑی ندرتا کا قدم تھا۔ زمین، زمین جوتنے والوں کو سونپی گئی۔ بڑے زمیندار کسانوں کو لوٹتے تھے اسے روکا گیا۔ مزارعوں کی حفاظت قانون کے ذریعے کی گئی۔ زمین کی حد مقرر کر کے فالتو زمین بلواہوں کو سونپی گئی۔ کوئی زمیندار مزارعے کو بیدخل نہیں کر سکتا تھا۔ گیانی ذیل سنگھ کے یہ شاندار کارنامے پشت در پشت یاد رہیں گے۔ انہوں نے دوسری ریاستوں کے لئے مثال قائم کی۔ کھیتی سدھار کے جو کام گیانی ذیل سنگھ نے کئے ان کی تعریف ان کے مخالف بھی کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

گیانی ذیل سنگھ نے پیپسو کے مال سسٹم میں کئی سدھار کئے وزیر زراعت کے ناتے قابلِ تعریف کام کئے۔ پیپسو کی ۸۰ فیصدی آبادی کی گذر بسر کھیتی پر ہوتی تھی۔ کُل زمین کا ۷۰ فیصدی رقبہ قابلِ زراعت تھا۔ لیکن ۸۰۰۰۰

ایکڑ زمین کی سینچائی نہیں ہوتی تھی۔ اس زمین کو سیراب کرنے کی کوشش کی گئی۔ دیش کے بٹوارے کے بعد بھارت میں اناج کی قلت تھی۔ سونا اگلنے والی زمین پاکستان میں رہ گئی تھی۔ زیادہ اناج اگانے کی مہم جنگی پیمانے پر چلانے کی ضرورت تھی۔ پیپسو میں زیادہ اناج اگانے کا اندولن گیانی جی نے اپنی دیکھ ریکھ میں چلایا، پیپسو نے ہر طرح کا تعاون کیا۔ گیانی جی دیش کو خود کفیل بنانا چاہتے تھے۔ غریب کسان کے معیار زندگی کو اونچا اٹھانا تھا۔ سنہ ۵۱-۱۹۴۹ء میں پیپسو سرکار نے ۱۰۵ کروڑ روپیہ زیادہ اناج اگانے پر خرچ کیا۔ کسانوں کو قرض اور اِمداد دی گئی۔ تاکہ وہ کنوئیں کھود سکیں۔ پمپنگ سیٹ اور ٹیوب ویل لگا سکیں۔ بیج کھاد اور جراثیم مارنے کی دوائیاں کسانوں میں بانٹی گئیں۔

اناج کی پیداوار میں پیپسو تمام ریاستوں سے بازی لے گیا۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے دل کھول کر تعریف کی۔

پی ڈبلیو ڈی وزیر ہونے کے ناتے گیانی ذیل سنگھ نے سڑکیں بنانے پر خاص زور دیا۔ کئی نئی سڑکیں بنوائیں جہاں پیدل جانے کے راستے نہیں تھے وہاں پکی سڑکیں بن گئیں۔

وقت بدلتا رہتا ہے۔ حالات نیا رُوپ دھارن کرتے ہیں پیپسو میں پہلا عام چناؤ ۱۹۵۹ء میں ہوا۔ کانگرس کو اکثریت حاصل ہوئی۔ لیکن خود گیانی جی فریدکوٹ حلقے سے اسمبلی کی سیٹ ہار گئے۔ سیاسی میدان میں اُنہیں دھکا لگا لیکن حوصلہ نہیں ہارا۔ نیا منتری منڈل بنانے میں پوری مدد کی۔ ۱۹ر مارچ ۱۹۵۲ء کو منتری منڈل بنا لیکن ۱۶ر اپریل کو سپیکر کے چناؤ میں کچھ کانگرسی دَل بدل کر نیشنل فرنٹ میں چلے گئے۔ چودھری کاہن سنگھ کانگرس سے استعفیٰ دے کر سپیکر بن گئے۔ ۲۲ر اپریل کو گیان سنگھ راڑے والا کی رہنمائی میں نیا منتری منڈل بنا لیکن یہ زیادہ دن نہیں ٹک سکا۔ ۴ر مارچ ۱۹۵۰ء کو پھر راشٹرپتی راج لاگو ہوا۔ اسمبلی توڑ دی گئی۔

شری پی۔ایس۔راؤ، آئی۔سی۔ایس کو راج پرمکھ کا مشیر مقرر کیا گیا۔ ۱۹۵۴ء میں چناؤ ہوا۔ کانگرس کو اکثریت حاصل ہوئی۔ کرنل رگھبیر سنگھ چیف منسٹر بنے لیکن بدقسمتی سے ۷ جنوری ۱۹۵۵ء کو وہ چل بسے۔ ۸ جنوری کو بابو برش بھان نے چیف منسٹر کی حیثیت سے حلف اُٹھایا۔ اُن کے منتری منڈل میں سردار ہرچرن سنگھ، راجا سریندر سنگھ اور جنرل شیو دیو سنگھ ۱۲ جنوری کو شامل کیے گئے۔ بعد میں سردار پریم سنگھ پریم، شری سادھو رام اور میجر امیر سنگھ کو بھی منتری منڈل میں شامل کیا گیا۔ یہ منتری منڈل ۱ نومبر ۱۹۵۶ء تک کام چلاتا رہا۔ اس دن پیپسو کو پنجاب میں مدغم کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ گیانی ذیل سنگھ کی سیاسی زندگی کا ایک اور پڑاؤ ختم ہوا۔

وقت بدلتے دیر نہیں لگتی۔ ساتھ ہی انسان بدل جاتے ہیں۔ بابو برش بھان نے کانگرس میں اپنا الگ دھڑا بنا لیا۔ وہ چیف منسٹر تھے۔ ان کے پاس اقتدار کی طاقت تھی۔ سازش رچی گئی کہ گیانی ذیل سنگھ کو سیاسی زندگی سے نکال باہر کیا جائے۔ اُن کے سبھی سیاسی مخالف اکٹھے ہو گئے۔ ان کا کانگرسی ممبرشپ کارڈ دفتری ریکارڈ میں سے گم کر دیا گیا۔ اَن ہونی بات تھی لیکن ہوئی۔ جب پیپسو پردیش کانگرس کے چناؤ ہوئے تو گیانی ذیل سنگھ کی نامزدگی کے کاغذات یہ کہہ کر رد کر دیئے گئے کہ وہ کانگرس کے ممبر ہی نہیں۔ کانگرس آئین کے مطابق صرف وہی شخص کسی عہدے کے لئے چناؤ لڑ سکتا تھا جو دو سال سے کانگرس کا ممبر ہو۔ لیکن تمام ریکارڈ گم کر دیا گیا۔ یہ ایک گہری اور گمبھیر سازش تھی۔ گیانی جی سب بھانپ گئے۔ مگر مایوس نہیں ہوئے۔ انہوں نے سیاست میں جن بلندیوں کو چھوا تھا اس کے کارن لوگ ان سے حسد کرنے لگے تھے۔ سیاست میں یہ سب ہوتا ہی ہے۔

گیانی ذیل سنگھ نے اپنا کارڈ تلاش کرنے کے لئے سر توڑ کوشش کی اور کانگرس کے عہدے داروں کو یہ سمجھانے بجھانے کا جتن کیا کہ وہ کئی برس سے کانگرس کے ممبر چلے آ رہے ہیں۔ لیکن کون سنتا؟ فریاد بے کار گئی لیکن وہ مایوس نہیں ہوئے، لڑائی جاری رکھی۔

گیانی ذیل سنگھ آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے پاس اپیل کر سکتے تھے۔ آئین کے مطابق اگر کانگرس ورکنگ کمیٹی کو یہ یقین ہو جائے کہ کہیں کوتاہی ہو گئی ہے۔ تو وہ پردیش کانگرس کے فیصلے کو رد کر سکتی ہے۔

گیانی ذیل سنگھ نے آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے پاس اپیل کی۔ پنڈت جواہر لال نہرو پردھان تھے۔ آئین کے مطابق اگر کسی وجہ سے کمیٹی کی میٹنگ نہ بلائی جا سکے تو اپیل سننے کا اختیار پردھان کو تھا۔

گیانی جی کو دلی طلب کیا گیا۔ انھوں نے پنڈت جواہر لال نہرو کو حقیقت سے آگاہ کیا۔ پنڈت جی کو وشواس ہو گیا کہ گیانی جی کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ انھوں نے گیانی جی کے حق میں فیصلہ دیا۔ وہ گیانی ذیل سنگھ کو فرید کوٹ جھنڈا اندولن کے دنوں سے جانتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ گیانی جی جیسے ورکر کانگرس کا سرمایہ ہیں۔ انہیں کی بدولت پارٹی چلتی ہے۔ پارٹی کو کئی طرح کی مخالف طاقتوں سے جدوجہد کرنی پڑتی ہے اور گیانی جی جیسے لوگ ہی مخالفوں کے حملے جھیل سکتے ہیں۔ سیاسی ورکروں کو جھوٹے اور بے بنیاد الزام لگا کر تنگ نہیں کرنا چاہیئے۔ گیانی جی کی اپیل منظور ہو گئی۔ یہ اُن کی ذاتی فتح تھی اگر اس وقت اُنہیں سیاست سے نکال دینے کی سازش کامیاب ہو جاتی تو آج تاریخ کا رخ ہی بدل جاتا۔ اُنہیں ابھی دیش سیوا کے اور کئی موقع ملنے تھے۔

پیپسو پردیش کانگرس کا چناؤ ہوا تو گیانی جی پردھان چنے گئے۔

مشکلات

۱ نومبر ۱۹۵۶ء کو پیپسو پنجاب میں مدغم کر دیا گیا۔ گیانی ذیل سنگھ پیپسو پردیش کانگرس کمیٹی کے صدر اور راجیہ سبھا کے ممبر تھے۔ پنجاب بڑا راجیہ بن گیا۔ ترقی اور وکاس کے، غریب غربا، اور پچھڑے ہوئے لوگوں کی سیوا کے نئے موقع حاصل ہوئے۔ سیاست میں نیا موڑ آیا۔ سردار پرتاپ سنگھ کیروں پنجاب کے چیف منسٹر تھے جنہوں نے اپنی قابلیت، سیاسی کارکردگی اور ترقی پسند خیالات سے دیش کے لیڈروں کو متاثر کیا۔ برش بھان پیپسو کے چیف منسٹر تھے۔ پیپسو پردیش کانگرس میں دو دھڑے تھے ایک پیپسو کو پنجاب میں ملا دینے کے حق میں تھا اور دوسرا خلاف۔ کافی بحث مباحثہ چل رہا تھا۔ بھٹنڈے میں پیپسو پردیش کانگرس کی میٹنگ ہوئی جس میں پیپسو کو پنجاب میں ملا دینے کی قرارداد پاس ہوئی۔ گیانی ذیل سنگھ نے اکثریت رائے کو تسلیم کیا۔ گیانی جی بتاتے ہیں میں نے جمہوریت کے اصول مدنظر رکھتے ہوئے پاس شدہ قرارداد کو عملی جامہ پہنانے میں پورا تعاون دینے کا عہد کیا۔"

اب سوال پیدا ہوا کہ نئے پنجاب کی راجدھانی پٹیالے کو بنایا جائے یا چنڈی گڑھ ہی رہے سردار پرتاپ سنگھ کیروں اور برش بھان اکٹھے ہوگئے اور یوں ایک نیا دھڑا وجود میں آیا۔ وہ کچھ دن اکٹھے رہے لیکن پرتاپ سنگھ کیروں کو یہ شبہ ہوا کہ بابو برش بھان پنجاب کے چیف منسٹر بننے کے خواہشمند ہیں تو ان کی راہ الگ الگ ہوگئی۔ سردار پرتاپ سنگھ کیروں اپنی دور اندیشی سے

جلد ہی بھانپ گئے کہ برش بھان زیادہ عرصہ ان کا وفادار نہیں رہ سکتا تو ان کی کی آپس میں ٹھن گئی۔

کیروں اور برش بھان دونوں ہی راجدھانی چنڈی گڑھ کو رکھنا چاہتے تھے۔ گیانی ذیل سنگھ پٹیالے کو راجدھانی بنانے کے حق میں تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ چنڈی گڑھ راجدھانی نہ رہنے سے شہر کی اہمیت کم نہیں ہوگی بلکہ وہ اور ترقی کرے گا۔ کیروں نے گیانی جی سے کہا کہ پٹیالہ رجواڑا شاہی کا گڑھ رہا ہے اور اس کا ذرہ ذرہ رجواڑوں کے مظالم کی کہانی کہہ رہا ہے وہ ہمیشہ رجواڑہ شاہی کے خلاف لڑتے رہے ہیں اور اب وہ گڑ رہے رجواڑہ شاہی کے گڑھ کو کیوں سہارا دینا چاہتے ہیں۔

کیروں کا خیال تھا کہ راجدھانی کے شہر حکومت اور سیاست کو بہت زیادہ متاثر کرتے ہیں۔ وہ اس اثر کو گنوانا نہیں چاہتے تھے۔ برش بھان نے کیروں کا ساتھ دیا۔ گیانی ذیل سنگھ نے بڑے دل سے فیصلے کو قبول کیا۔

اب گیانی ذیل سنگھ پنجاب پردیش کمیٹی کے نائب صدر تھے انہوں نے دن رات ایک کر کے کانگرسی ورکروں میں نئی روح پھونکی اُن کا حوصلہ بڑھایا اور انہیں جلد ہونے والے چناؤ کے لئے تیار کیا۔ انہوں نے قوم پرستی، سیکولرزم اور ترقی پسند عناصر کی حوصلہ افزائی کی اور پنجاب کے لوگوں کو سماجی اور اقتصادی ترقی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی تحریک دی انہوں نے فرقہ پرست عناصر کے خلاف جہاد شروع کیا، اور انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی۔ روگ بڑا بھیانک تھا جسے دور کرنے کے لئے بھرپور کوشش درکار تھی۔ جدوجہد کٹھن اور لمبی تھی لیکن گیانی ذیل سنگھ نے پوری ہمت اور حوصلے کے ساتھ دیش دشمن، طاقتوں کے خلاف آواز اٹھائی۔

کیروں دور اندیش اور سوجھ بوجھ کے مالک تھے باہر سے ملائم لیکن اندر سے کڑے سبھاؤ کے تھے۔ وہ پنجاب کے محنتی کسانوں میں پیدا ہوئے اور اُن کے مسائل کو بخوبی سمجھتے تھے۔ وہ نفسیات کے ماہر تھے۔ اور جو بھی مسئلہ

اُٹھ کھڑا ہوتا وہ اپنے وقت کے مطابق حل کرنے کی قابلیت رکھتے تھے۔ ان کی عظیم شخصیت سے دیش کے رہنما بہت متاثر تھے وہ مسائل سے بھرپور راجیہ کی حکومت خوش اسلوبی سے چلا رہے تھے وہ ایڈمنسٹریشن میں ڈھیل نہیں دیتے تھے اور افسروں پر پنجہ مضبوط رکھتے تھے۔ اس کے باوجود وہ دوستوں سے زیادہ دشمن بنا لیتے تھے اور پھر انہیں کنارے لگانے پر لگے رہتے تھے وہ مخالف رائے کو برداشت نہیں کرتے تھے اس لئے اپنے سیاسی ساتھیوں کے ساتھ اُن کی جلد ہی اَن بن ہو جاتی تھی۔

کیروں مخالفوں کو وہاں لاکر کھڑا کر دیتے تھے جہاں سے نہ وہ ہل سکیں، نہ آگے بڑھ سکیں اور نہ پیچھے ہٹ سکیں۔ وہ انہیں اس حد تک بدنام بھی کر دیتے تھے کہ لوگوں کو منہ دکھانے لائق نہیں چھوڑتے تھے۔

گیانی ذیل سنگھ کے کیروں کے ساتھ سیاسی اور سماجی سطح پر اچھے تعلقات تھے وہ ایک دوسرے کے دُکھ سُکھ میں شریک تھے۔ آج بھی گیانی جی کیروں کی خوبیوں کو یاد کرکے کہتے ہیں کہ انہوں نے کیروں سے بہت کچھ سیکھا ہے لیکن سیاست میں کچھ بھی پائیداری نہیں۔ ہر روز ہر لمحہ حالت بدلتی رہتی ہے۔ آج کے دوست کل کے دشمن اور کل کے دوست آج کے دشمن" کی کہاوت عام بات ہے۔

جب پیپسو بنا تھا تب کیروں نے گیانی جی کے خیالات کو تقویت دی تھی۔ جب پیپسو منتری منڈل بنا تب بھی انہوں نے گیانی جی کی مدد کی اور وہ ایک دوسرے کے بہت نزدیک آگئے تھے۔ اس نزدیکی نے دوستی کی شکل اختیار کر لی تھی۔

لیکن پیپسو کے پنجاب میں مل جانے سے صورتِ حال ایک دم بدل گئی کیروں نے دیکھا کہ گیانی جی ایک ان تھک ورکر بے لوث سیوک اور اعلیٰ قسم کے تنظیم کار ہیں۔ ان میں عظیم رہنما کے سارے وصف موجود ہیں۔ ان میں آندھی طوفانوں سے گذر کر اور مشکلات سے لوہا لے کر اور زیادہ طاقتور بن کر سامنے آنے کی صلاحیت ہے۔ وہ عظیم دیش بھگت، قوم پرست اور سماجی اصولوں پر

سختی سے عمل کرنے والے ہیں وہ جنتا میں سے اُٹھ کر آئے ہیں اور جنتا کے دُکھ سُکھ میں شریک ہیں وہ عوام کی فریاد سنتے ہیں اور اُن کے مسئلے سلجھانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ وہ عوام میں اتنے ہردلعزیز ہیں کہ اُن کے آواز دینے پر پنجاب کے عوام کسی بھی وقت ان کے پیچھے چل سکتے ہیں۔

پھر دو عظیم شخصیتیں۔ سردار پرتاپ سنگھ کیروں اور گیانی ذیل سنگھ آپس میں ٹکرا گئیں۔ گیانی جی کسی وقت بھی کیروں کو چیلنج کر سکتے تھے۔ دو ہردلعزیز لیڈر ایک ساتھ نہ چل سکے۔ راہ الگ الگ ہو گئی۔ اختلافات روز بروز بڑھتے چلے گئے۔ ۱۹۵۷ء میں اسمبلی کے چناؤ میں امیدواروں کو ٹکٹ دینے پر پہلی بار ٹکراؤ ہوا۔ کیروں چیف منسٹر تھے اور گیانی جی پنجاب کانگرس کے نائب صدر۔ پنجاب پردیش کانگرس نے کچھ ناموں کی سفارش کی لیکن کیروں کو یہ نام منظور نہیں تھے۔ وہ اپنے آدمیوں کو ٹکٹ دینا چاہتے تھے۔ اختلاف نے ٹکراؤ کی صورت اختیار کر لی۔ گیانی جی چناؤ مہم کے انچارج بنے۔ پردیش کانگرس کے پردھان گیانی گورمکھ سنگھ مسافر امرتسر حلقے سے خود لوک سبھا کا چناؤ لڑ رہے تھے۔ ان کے پاس مہم چلانے کے لئے وقت نہیں تھا۔

ساری ذمہ داری گیانی ذیل سنگھ کے سر آ پڑی۔ انہیں تمام صوبے کا دورہ کرنا پڑا۔ دن رات محنت کی۔ جگہ جگہ زوردار تقریروں کے ذریعے کانگرس کے اصولوں کی وضاحت کی۔ ترقی کے کاموں کی ترغیب دی۔ گیانی جی کی اَن تھک کوششوں کا نتیجہ امید کے مطابق نکلا۔ کانگرس کو نہ صرف شاندار فتح حاصل ہوئی بلکہ اسمبلی میں اُسے دو تہائی اکثریت حاصل ہو گئی۔ جیت کا سہرا گیانی ذیل سنگھ کے سر بندھا۔ کانگرس کو بھاری اکثریت میں جتانے کے لئے انہوں نے لوگوں کا شکریہ ادا کیا۔ اپریل ۱۹۵۷ء میں کیروں کی رہنمائی میں منتری منڈل بنا۔ گیانی ذیل سنگھ کو وزیر بھی نہ بنایا گیا۔ یہی سیاسی کھیل ہے۔ شخصیتیں ٹکرا گئیں۔ لگتا تھا کہ کیروں گیانی جی کو سیاست سے باہر نکالنا چاہتے ہیں۔ ان کی سیاسی زندگی میں کانٹے بونا

چاہتے ہیں۔ اگر گیانی ذیل سنگھ کے ہاتھ میں طاقت آگئی تو وہ کیروں کی گدی۔ کے لئے خطرہ پیدا کر سکتے تھے۔ کیروں کا من ڈول گیا۔ شک و شبہات پیدا ہوئے۔ انہوں نے سیاسی ہوشیاری سے کام لیا۔ اور کئی داؤ پیچ چلائے۔ گیانی جی کی کیروں کو نیچے دکھانے کی کوئی خواہش نہیں تھی۔ وہ پنجاب کے معمار تھے، اسے بنانے والے تھے۔ اس تاریخی سچائی کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ اٹلی کے مشہور سیاسی فلاسفر میکاؤلی نے کہا ہے کہ ہر سیاسی رہنما کو جتنی اچھی وہ کھیل کھیل سکتا ہے۔ کھیلنے کا حق ہونا چاہئے۔

کیروں اس سے پہلے بھیم سین سچر کو سیاست سے الگ کر چکے تھے۔ گیانی کرتار سنگھ کا جنہوں نے سیاست میں کئی برس تک تہلکہ مچائے رکھا نام بھی مٹا دیا۔ ڈاکٹر گوپی چند بھارگو کو گمنامی کی زندگی گذارنے پر مجبور ہونا پڑا۔ چودھری دیوی لال کا وجود ختم کر دیا۔ پنڈت شری رام شرما اور راؤ ویریندر جیسے لوگوں کو ایسا کونے لگایا۔ کہ برسوں سیاست میں قدم نہیں رکھا۔ راؤ ویریندر سنگھ کو برخاست کیا گیا تھا۔ وہ واحد وزیر تھے۔ جن کا یہ انجام ہوا۔ ایسی کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ سبھی سیاسی لیڈر کیروں سے ڈرنے لگے۔

کیروں شروع میں گیانی ذیل سنگھ کی عزت کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے میٹھے سبھاؤ اور دوسری خوبیوں سے کیروں کا من موہ لیا تھا۔ اس لئے ان کے درمیان کھلے عام ٹکراؤ نہیں ہوا۔ گیانی جی بھی کیروں کے خیالات کی قدر کرتے تھے۔ وہ اُن کی سیاسی سوجھ بوجھ سے بے حد متاثر تھے۔ گیانی جی کیروں کے نظریئے سے متفق رہے۔ یہی وجہ ہے کہ کیروں نے انہیں نقصان نہیں پہنچایا۔ لیکن اُن کے دل میں یہی وسوسہ تھا کہ کہیں گیانی جی طاقت حاصل کر کے سیاست میں اُن سے آگے نہ نکل جائیں۔ گیانی جی نے حالات کو بڑی سوجھ بوجھ سے بھانپ لیا۔ اور کیروں کو کوئی ایسا موقع حاصل نہ ہونے دیا جس سے وہ گیانی جی پر سیدھا وار کر سکیں۔ گیانی جی نے اپنی سیاسی سوجھ بوجھ کی بدولت اپنے دامن کو کسی بھی داغ سے بچائے رکھا۔ وقت کی نزاکت کو پہچان کر گیانی جی چپ چاپ کانگرس کے ورکر

بنے رہے۔ نہ آگے بڑھے اور نہ پیچھے ہٹے۔ جو حکم کانگرس ہائی کمان سے ملا اس کے آگے سر جھکا دیا اور قوم پرستی کی جڑوں کو مضبوط کیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کیروں کی آنکھوں کا کانٹا نہیں بنے خواہ سیاسی مخالفوں نے خلیج وسیع کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ لیکن گیانی جی کی سوجھ بوجھ نے خلیج کو پاٹا اور چوڑا نہیں ہونے دیا۔

سیاسی اتار چڑھاؤ نے گیانی جی کے من میں تلخی پیدا نہیں کی۔ راستے میں دشواریاں آئیں۔ پتھر اور جھاڑیاں آئیں لیکن مشکلیں دور ہوئیں۔ راستہ خود بخود صاف ہوتا چلا گیا۔

وہ بے لوث خدمت میں مصروف پارٹی کا کام کرتے رہے۔

اُدھر کیروں اور دربارا سنگھ میں ٹھن گئی۔ دونوں ایک دوسرے کے سخت مخالف ہو گئے۔ راستے الگ ہوئے۔ دربارا سنگھ کو منتری منڈل سے نکال دیا تو ان کا وجود ہی ختم ہو گیا۔ انہیں سیاسی زندگی گمنامی میں بسر کرنی پڑی۔ لوگ ان کا نام تک بھول گئے۔ یہ سیاست کا کرشمہ ہے کیروں کے انتقال کے ۱۵ سال بعد دربارا سنگھ کے دن پھرے اور وہ ۱۹۸۰ء میں پنجاب کے چیف منسٹر بنے۔ ۶۲-۱۹۵۶ء کا دور پنجاب میں سازشوں کا دور تھا۔ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے ہر طرح کی سازشیں رچی جا رہی تھیں۔ گیانی ذیل سنگھ حسد اور بغض کا شکار بنے رہے۔ ان کی یہی کوشش تھی کہ وہ کسی دھڑے میں شامل نہ ہوں اور غیر جانبدار رہ کر پارٹی تنظیم میں لگے رہیں۔ پارٹی کو کئی طرح کے چیلنجوں کا سامنا کرنا پڑ گیا تھا۔ گیانی جی کسی پر ذاتی حملے نہیں کرتے تھے اور کسی کو نیچا دکھا کر سیاسی فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے تھے۔ وہ دوست بناتے تھے دشمن نہیں۔

۶۲-۱۹۵۶ء میں گیانی جی راجیہ سبھا کے ممبر تھے۔ دہلی اور چنڈی گڑھ میں ان کے درمیان ان کے کئی چکر لگتے تھے۔ ممبر کی حیثیت سے انہوں نے راجیہ سبھا کی کارروائیوں میں بہت کم حصہ لیا۔ زوردار تقریروں کے ذریعہ اپنے خیالات کا

اظہار کر سکتے تھے۔ چھ برس کوئی کم عرصہ نہیں۔ اب یہ صاف طور پر کہنا مشکل ہے کہ انہوں نے وقت کے اہم معاملوں کی بحث میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ پنجاب کو کئی سنجیدہ معاملوں کا سامنا کرنا پڑ گیا تھا کئی آندولن چل رہے تھے لیکن گیانی جی زیادہ تر دوسرے ممبروں کی تقریریں دلچسپی کے ساتھ سنتے رہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سمجھتے تھے کہ کوئی تعمیری کام کر کے ہی دیش کی ترقی کی بلندیوں پر پہنچایا جا سکتا ہے صرف تقریریں کرنا فضول ہے۔

گیانی جی نے زیادہ تر وقت پارٹی تنظیم میں صرف کیا انہوں نے پارٹی کی دوبارہ تعمیر کی اور اُسے عوامی پارٹی بنایا اس کی جڑیں مضبوط کیں۔

اصل بات یہ تھی کہ گیانی ذیل سنگھ کو دلی راجیہ سبھا کا ممبر ہی یہ سوچ کر بنایا گیا تھا کہ وہ پنجاب کی سیاست سے باہر نکل جائیں۔ پنجاب کے لیڈروں کے لئے وہ چیلنج تھے۔ انہیں ترقی دینا بھی ایک سازش تھی تاکہ لوگوں سے ان کا تعلق ٹوٹ جائے۔ وہ عوام سے دور ہو جائیں اور وقت آنے پر وہ اُن کا تعاون حاصل نہ کر سکیں لیکن اپنی سیاسی سوجھ بوجھ کے کارن گیانی جی اس بات کو بھانپ گئے اور پنجاب کی جنتا کا اور زیادہ وشواس حاصل کرنے کا جتن کرتے رہے۔

راجیہ سبھا کے ممبر کی حیثیت سے گیانی جی نے اپنی شرافت، نیک نیتی، ملنساری اور محبت کا دوسرے ممبروں پر گہرا اثر ڈالا انہیں حکمراں پارٹی اور مخالف پارٹی دونوں کے ممبران کا احترام حاصل تھا۔ دونوں فریق ان کی عزت کرتے تھے۔ راجیہ سبھا کے ایک ممبر نے بتایا۔ گیانی جی میٹھے سبھاؤ کے ہی نہیں تھے بلکہ وہ اتنے مہذب تھے کہ ہر ایک کو جی کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔ ہر کوئی ان کی تعریف کرتا تھا آج بھی کئی ممبر گیانی جی کی بغلگیریوں کو یاد کرتے ہیں۔ وہ جب کسی ممبر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر میٹھی باتیں کرتے تھے تو اس کا من موہ لیتے تھے۔

گیانی ذیل سنگھ کی راجیہ سبھا کی رکنیت ۱۹۶۲ء میں ختم ہو گئی۔ اس سال عام چناؤ ہوئے۔ گیانی جی کوٹ کپورا کے حلقہ سے رانی جگدیش کور کے مقابلے میں کانگرس کے امیدوار کھڑے ہوئے اور وہ چناؤ جیت گئے۔ گیانی جی لوک سبھا کا چناؤ لڑنا چاہتے تھے۔ پنجاب کے کسی بھی حلقے سے انہیں ٹکٹ مل جاتا وہ چناؤ لڑنے کو تیار تھے۔ لیکن پرتاپ سنگھ کیروں نے مخالفت کی۔ کانگرس ہائی کمان نے حکم دیا

دگیانی جی اسمبلی کا چناؤ لڑیں۔ گیانی جی نے حکم مانا اور چناؤ لڑ کر جیت حاصل کی۔ یوں گیانی جی نے دس برس بعد پنجاب کی سیاست میں قدم رکھا۔

کانگرس کو اکثریت حاصل ہوئی۔ ۱۲ مارچ ۱۹۶۲ء کو پرتاپ سنگھ کیروں نے منتری منڈل بنایا۔ گیانی جی بھی ایک وزیر بنے اور انہیں مویشی پرورش اور جیل کا محکمہ ملا۔

گیانی جی نے جیلوں میں کئی سدھار کئے۔ جیل ایڈمنسٹریشن کے معیار کو اونچا اٹھایا اور کئی قابلِ تعریف کام کئے۔

گیانی جی نے پنجاب میں نئے انقلاب کی داغ بیل ڈالی، جس کا نتیجہ دودھ کی افراط کی شکل میں سامنے آیا۔ بڑھیا نسل کے مویشی منگوائے گئے۔ ان کے لئے اچھی خوراک کا بندوبست کیا گیا۔ اور انہیں زیادہ دودھ دینے کے قابل بنایا گیا۔ انہوں نے ایک نعرہ دیا "سب کے لئے دودھ"! اپنے محکمہ کے کام کاج میں پوری دلچسپی لینے کے علاوہ گیانی جی نے سماجی برائیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ انہوں نے لوگوں کو روائتی رسم و رواج کے طریقہ پر چلنے سے روکا۔ اور ایک نئے سماج کی تعمیر کی بھرپور کوشش کی۔ انہوں نے جہیز کے خلاف مہم چلائی۔ اور اس بیماری کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کی۔

اکتوبر ۱۹۶۲ء میں چین نے بھارت پر حملہ کیا۔ دیش میں تہلکہ مچ گیا۔ دیش کے کونے کونے سے آواز آئی۔ دشمن کے خلاف ڈٹ کر لڑو۔ تن، من، دھن سے دیش کی حفاظت کرو۔ پنجاب حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے سب سے آگے تھا پنجاب نے پورے دیش کی رہنمائی کی۔ روپیہ اکٹھا کرنے، فوج میں جوان بھرتی کرانے اور سونا دینے میں پنجاب سب سے آگے تھا۔ پنجاب نے ثابت کر دیا کہ وہ بھارت کی تلوار ہے۔ کیروں نے تمام ریاستوں کو راستہ دکھایا۔ اور دیش بھگتی کے جذبے کو جگایا۔ گیانی جی نے جگہ جگہ بھاشن کر کے لوگوں کو چینی حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے للکارا، عام رائے بنائی اور لوگوں کو دیش کی حفاظت کے لئے تیار کیا۔ گیانی جی نے وزارت سے استعفیٰ دیدیا اور اپنا پورا زور حملے کا مقابلہ کرنے کے لئے لگا دیا۔

جنگ ختم ہوئی لیکن اس کا ردِعمل پنجاب کی زندگی پر صاف دکھائی دیتا

۱۵۷

تھا۔ ترقی کی رفتار دھیمی پڑگئی۔ ایک سال گذرا تو کیروں کے مخالفوں نے اُن کے خلاف مہم چلائی۔ اُن پر کئی قسم کے الزامات لگائے گئے اور ان کو بدنام کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ مرکزی سرکار نے داس کمیشن کی تقرری کی جس نے کیروں کو قصوروار ٹھہرایا۔ اس کے کچھ تکنیکی کارن تھے اور کچھ ایڈمنسٹریشن کی خامیاں کیروں کو استعفیٰ دینا پڑا۔ اس استعفے سے پنجاب کی تاریخ کا ایک باب ختم ہوا

۱۹۶۴ء میں کانگرس پارٹی کو نئے نیتا کا چناؤ کرنا تھا جسے چیف منسٹر کا عہدہ سنبھالنا تھا۔ اس چناؤ میں کئی طرح کی الجھنیں تھیں۔ اس وقت کے مرکزی وزیر سردار سورن سنگھ کی نگرانی میں یہ چناؤ ہونا تھا۔

کئی ناموں کا چرچا چلا۔ لیڈر ممبروں کو اپنے حق میں لانے کی کوشش کرتے رہے۔ ہائی کمان نے سردار سورن سنگھ کو حکم دیا کہ وہ مشترکہ امیدوار کی تلاش کریں وہ چنڈی گڑھ آئے اور ممبروں سے ایک ساتھ اور علیحدہ علیحدہ ملے لیکن کوئی مشترکہ اُمیدوار ہاتھ نہیں لگا۔ ہر ایک دھڑا اپنے اُمیدوار کو چیف منسٹر بنانا چاہتا تھا۔ کوئی بھی دھڑا اپنی ہار ماننے کو تیار نہیں تھا۔ آخر دو نام سامنے آئے۔ ایک گیانی ذیل سنگھ اور دوسرا دربارہ سنگھ۔ پرتاپ سنگھ کیروں نے گیانی جی کا نام تجویز کیا وہ گیانی جی کو اپنا وارث بنانا چاہتے تھے۔ انہوں نے پکّا ارادہ کرلیا تھا پنجاب کے معمار کیروں کو اس بات کا مکمل یقین تھا کہ اس بحران کے وقت گیانی ذیل سنگھ جیسا قابل شخص ہی پنجاب کی باگ ڈور سنبھال سکتا ہے۔ ترقی کی رفتار کو گیانی جی ہی تیز کر سکتے تھے۔ جنگ سے متاثر پنجاب کی دوبارہ تعمیر گیانی جی کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ کیروں کو وشواس تھا کہ گیانی جی ہی ڈوبتی ناؤ کو پار لگا سکتے ہیں۔

خفیہ پرچیاں ڈالی گئیں لیکن فیصلے کا اعلان نہیں کیا گیا۔ وجہ کوئی نہیں بتا سکتا سردار سورن سنگھ نے کامریڈ رام کشن کو نیتا بنانے کا اعلان کردیا۔ یوں گیانی جی کی حق تلفی ہوئی۔ تیاگ اور قربانی کرنے والے پرانے کانگرسی، ایڈمنسٹریشن کے فن کے ماہر یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اُن کی حق تلفی ہوئی۔ چناؤ کا نتیجہ بھی گیانی جی کے حق میں جانا تھا۔ لوگ حیران رہ گئے۔ انگشت نمائی ہوئی۔ لیکن سیاست

میں یہی کچھ ہوتا رہتا ہے۔ کامریڈ رام کرشن کے لئے تو یہ خدائی دین تھی۔ اچانک چیف منسٹر بن گئے۔ ۷جولائی ۱۹۶۴ء کو انہوں نے چیف منسٹر کے عہدے کا حلف لیا۔ گیانی ذیل سنگھ پردیش کانگرس کے نائب صدر بنے رہے۔ ان کے من میں کسی طرح کی تلخی نہیں تھی۔ کسی کے خلاف بغض اور کینہ پیدا نہیں ہوا۔ انہوں نے کھلاڑی کے جذبے سے کام لیا۔ اور ہائی کمان کے حکم کو ایک سپاہی کی طرح قبول کیا۔

اُدھر پنجابی صوبے کا آندولن زور پکڑ رہا تھا۔ پنجاب کی حالت قابو سے باہر تھی۔ کوئی بھی لیڈر صورت حال پر قابو پانے کے لائق نہیں تھا۔ ۲۰ جون ۱۹۶۶ء کو کامریڈ رام کرشن نے استعفا دے دیا۔ ۶ جولائی کو راشٹرپتی راج لاگو کر دیا گیا۔

یکم نومبر کو پنجاب کی دوبارہ تنظیم ہوئی۔ نیا راجیہ ہریانہ وجود میں آیا۔ پنجاب نے نیا روپ اختیار کیا۔ چیف منسٹر چننے کا سوال پھر اٹھا۔ اس مرتبہ تمام ممبروں اور عوام کی نظریں گیانی ذیل سنگھ پر ٹکی ہوئی تھیں وہی ایک واحد شخص تھا جو پنجاب میں درپیش نئے مسائل کو سُلجھا سکتا تھا۔ گیانی جی نے ابتک تیاگ کا ثبوت دیا تھا۔ وہ ہر پہلو سے حقدار تھے۔ کئی ناموں کا چرچا ہوا۔ گیانی ذیل سنگھ، پربودھ چندر، میجر ہربیندر سنگھ اور دربارا سنگھ، امید کی جا رہی تھی کہ گیانی جی، سانجھے امیدوار بن کے ابھریں گے۔ اور اگر چناؤ ہوا تو بھی انہی کی جیت ہوگی۔ وہ ایسے قابل شخص تھے جو ترقی کی دھیمی رفتار کو تیز کر سکتے تھے۔ راجیہ کی دوبارہ تنظیم سے نئے مسائل پیدا ہو گئے تھے۔ پنجاب اور ہریانہ کے درمیان تنازعے کے کئی مدعے اٹھ کھڑے ہوئے تھے کئی جھگڑوں نے جنم لے لیا تھا۔ کوئی ماہر ایڈمنسٹریٹر ہی پنجاب کی ناؤ پار لگا سکتا تھا۔

بات چیت چلتی رہی۔ سانجھے اُمیدوار کی تلاش ہوتی رہی۔ گیانی ذیل سنگھ کو ایک بار پھر نظرانداز کیا گیا۔ وجہ کوئی نہیں بتا سکتا۔ یہی سیاست ہے۔ ہائی کمان نے فیصلہ کیا کہ گیانی گورمکھ سنگھ مسافر کو جو اس وقت لوک سبھا کے ممبر تھے، پنجاب کا چیف منسٹر بنا دیا جائے۔ مسافر کے چناؤ پر بھی لوگوں نے حیرانی کا اظہار کیا۔ وہ کئی برس سے لوک سبھا کے ممبر چلے آ رہے تھے وہ پُرانے کانگرسی اور قوم پرست بھی تھے۔ لیکن انہیں ایڈمنسٹریشن کا تجربہ بالکل نہیں تھا۔ خیر مسافر جی نے یکم نومبر ۱۹۶۶ء کو چیف منسٹر کا عہدہ سنبھالا۔ حالت بڑی گمبھیر تھی۔ عام چناؤ سر پر منڈلا رہے تھے۔ گیانی جی نے سب کچھ خندہ پیشانی سے قبول کیا اور مسافر کو ہر طرح سے تعاون دینے کا یقین دلایا۔

مسافر کے چیف منسٹر بن جانے سے کانگرس پردھان کا عہدہ خالی ہو گیا۔ کانگرس میں نئے

روح پھونکنے کی ضرورت تھی۔ پرچار کے لئے ورکروں کی حوصلہ افزائی کرنی تھی۔ پردھان کے لئے گیانی جی کا نام تجویز کیا گیا۔ گیانی جی اور مسافر جی جنگ آزادی کے پرانے سپاہی تھے۔ گہرے دوست اور ایک دوسرے کا وشواس کرنے والے تھے لیکن مسافر ڈول گئے وہ پردھان کا عہدہ گیانی جی کو سونپنے کا فیصلہ نہ کر سکے گیانی جی سمجھتے تھے کہ ان کا حق اُن کو خود بخود مل جائے گا۔ لیکن سیاست کے کھیل نرالے ہیں کوئی نہیں جانتا کہ کیا ہونے والا ہے۔ مسافر جی تذبذب میں پڑ گئے۔ کئی طرف سے دباؤ ڈالا جا رہا تھا۔ فیصلہ جلدی کرنا تھا کیونکہ چناؤ سر پہ آ گیا تھا۔ آخر شریمتی اندرا گاندھی نے دخل دیا اور گیانی ذیل سنگھ پنجاب پردیش کانگرس کے پردھان بنے۔

گیانی جی نے عہد کیا کہ وہ فرقہ پرست طاقتوں، تخریب کاروں، لوٹ کھسوٹ اور صوبہ پرستی کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔

۱۹۶۷ء میں دیش بھر میں عام چناؤ ہوئے۔ فرقہ پرست طاقتوں نے سر اٹھایا صوبہ پرستی کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ گیانی جی کے لئے حالات کو سنبھالنا بڑا کٹھن تھا کانگرس کا وقار گر چکا تھا۔ گیانی جی نے جگہ جگہ بھاشن کر کے لوگوں کی کانگرس کی کامیابیوں سے واقف کرایا۔ چناؤ کا نتیجہ سامنے آیا کانگرس کو صرف ۴۸ سیٹیں حاصل ہوئیں کُل ممبروں کی تعداد ۱۰۴ تھی کانگرس وزارت نہ بنا سکی۔ اکالی دل (سنت) ۲۴، اکالی دل (ماسٹر) ۲، جن سنگھ ۹، کمیونسٹ پارٹی ۵، مارکسی ۵، سوشلسٹ ۱، اور ۳ آزاد اُمیدوار چنے گئے۔

سات غیر کانگرسی پارٹیوں نے سنیکت ودھایک دل بنا کر ۸ مارچ ۱۹۶۷ء کو سردار گورنام سنگھ کی رہنمائی میں منتری منڈل بنایا۔ چیف منسٹر سردار گورنام سنگھ کے علاوہ منتری منڈل میں لچھمن سنگھ گل، ڈاکٹر بلدیو پرکاش، راجندر سنگھ اور پیارے رام کو منتری بنایا گیا۔

منتری منڈل میں شامل الگ الگ پارٹیوں کے اصول الگ الگ تھے۔ ان میں کوئی اشتراک نہیں تھا کوئی مشترکہ پروگرام نہیں تھا۔ چار اپریل کو منتری منڈل کی توسیع کی گئی، اور چار نئے ڈپٹی منسٹر شری بی ایم مکر، سردار دربارا سنگھ، شری فقیر چند اور سردار ست نام سنگھ باجوا بنائے گئے۔ ست پال ڈانگ کو منتری بنایا گیا۔ منتری منڈل کی دو مرتبہ اور توسیع کی گئی، جبکہ سردار بلونت سنگھ، شری بلونت سنگھ شری بابو رام، سردار گرمیت سنگھ، سردار جگتار سنگھ اور شری شوچند کو شامل کیا گیا۔

منتری منڈل زیادہ دنوں قائم نہ رہ سکا۔ ۲۲ نومبر ۱۹۶۷ء کو اسمبلی کا اجلاس ہوا اور سردار لچھمن سنگھ نے دل بدل کر جنتا پارٹی بنائی۔ ۱۷ ممبروں نے اس کا ساتھ دیا۔ ۲۵ نومبر کو سردار گل پنجاب کے چیف منسٹر بنے۔ اسمبلی کے کانگرسی ممبروں نے اس کا ساتھ دیا۔ گیانی ذیل سنگھ پردیش کانگرس کے پردھان تھے۔ انہیں ہدایت تھی کہ منترل منڈل بنانے میں گل کی مدد کرو۔

لیکن کانگرس جلد ہی لچھمن سنگھ کی حمایت سے دستکش ہوگئی۔ ۲۳ اگست ۶۸ء کو گل نے استعفےٰ دے دیا اور راشٹرپتی شاسن لاگو ہوگیا۔

فروری ۱۹۶۹ء میں وسط مدتی چناؤ ہوا۔ کانگرس کو ۳۸، اکالی دل کو ۴۳، جن سنگھ کو ۸، کمیونسٹ پارٹی کو ۴، مارکسیوں کو ۲، سنیکت سوشلسٹ کو ۲، پرجا سوشلسٹ پارٹی کو ۱، سوتنتر پارٹی کو ۱، جنتا پارٹی کو ۱ اور آزاد امیدواروں کو ۹ سیٹیں ملیں۔

۱۷ فروری ۱۹۶۹ء کو سردار گورنام سنگھ نے چیف منسٹر کے عہدے کا حلف لیا۔ لیکن ۲۵ نومبر کو جب اسمبلی کا اجلاس ہوا تو سردار گورنام سنگھ نے وزیر خزانہ سردار بلونت سنگھ کو اپروپری ایشن بل پیش کرنے کو کہا۔ انہوں نے بل پیش کرنے سے انکار کردیا بل خود چیف منسٹر نے پیش کیا۔ لیکن اکالی ممبروں کی اکثریت اور جن سنگھی ممبروں نے مخالفت کی۔ سردار گورنام سنگھ نے استعفےٰ دے دیا۔ ۲۷ مارچ ۱۹۷۰ء کو سردار پرکاش سنگھ بادل چیف منسٹر بنے۔ انہوں نے جن سنگھ کی مدد سے منتری منڈل بنایا۔

لیکن حالات اچھے نہیں تھے۔ جن سنگھ نے بادل سرکار پر دباؤ ڈالا کہ ہندی کو پنجاب کی دوسری زبان کا درجہ دے۔ لیکن اکالی دل اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ ۳۰ جون ۱۹۷۰ء کو جن سنگھ کے وزیروں نے استعفےٰ دیدیا اور اعلان کیا کہ وہ اپوزیشن میں بیٹھیں گے۔

سردار گورنام سنگھ نے بادل سرکار کے خلاف عدم اعتماد کی قرارداد پیش کی۔ قرارداد پاس نہیں ہوسکی۔ کیونکہ کانگرسی ممبروں نے گورنام سنگھ کا ساتھ نہیں دیا۔ گورنام سنگھ کو خفت اٹھانی پڑی۔ اسمبلی کا اجلاس جولائی ۱۹۷۰ء میں بلایا گیا۔ کمیونسٹ پارٹی اور جن سنگھ نے عدم اعتماد کی قرارداد پیش کی۔ لیکن پاس نہ ہوسکی کانگرس کے ۲۸ ممبروں نے کسی کا بھی ساتھ نہیں دیا۔ کچھ دنوں بعد گورنام سنگھ کا دھڑا پھر اکالی دل میں شامل ہوگیا۔ ایک اور ممبر روپ لال بھی اکالی دل سے

مل گیا۔ اور اکالی دل کی تعداد ۵۸ ہوگئی۔

۳۰ردسمبر ۱۹۷۰ء کو اسمبلی کے آنندپور حلقے کا ضمنی چناؤ ہوا۔ سرکار اکالی دل کی تھی۔ گیانی ذیل سنگھ کی کئی طرف سے مخالفت ہوئی۔ کوئی بھی کانگرسی ٹکٹ پر چناؤ لڑنے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ ان حالات میں گیانی جی نے اپنے آپ کو پیش کیا اور وہ بڑی شان سے جیتے۔ یہ ان کے سیکولرزم کی جیت تھی۔

۱۱رجون ۱۹۷۱ء کو بادل نے گورنر کو صلاح دی کہ اسمبلی توڑدی جائے گورنر نے صلاح مان کر اسمبلی توڑدی۔ ۱۵رجون کو پنجاب میں پھر راشٹرپتی راج لاگو ہوگیا۔

اس سے پہلے مارچ ۱۹۷۱ء میں لوک سبھا کے چناؤ ہوئے۔ گیانی ذیل سنگھ کی زبردست کوششوں کی وجہ سے کانگرس نے ۱۳ سیٹوں میں سے ۱۰ سیٹیں حاصل کیں۔ دو سیٹیں کمیونسٹوں کو اور ایک سیٹ اکالی دل کو ملی۔ گیانی جی کا وقار بڑھا۔ لوگوں کا یہ بھرم بھی ٹوٹا کہ جنتا کی اکثریت اکالی دل کے ساتھ ہے جیت کا سہرا ان کے سر تھا کیونکہ وہ پردیش کانگرس کے پردھان تھے۔

یہ سب لکھنے کا مقصد یہ دکھانا تھا کہ ۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۲ء تک پنجاب کی سیاسی حالت کتنی ڈانواڈول تھی۔ کوئی سرکار چند مہینے سے زیادہ نہیں ٹک سکی۔ کئی چیف منسٹر آئے اور گئے ترقیاتی کام ٹھپ ہو گئے۔ ترقی کی رفتار دھیمی پڑ گئی۔

منتری منڈل زیادہ دنوں قائم نہ رہ سکا۔ ۲۲ نومبر ۱۹۶۷ء کو اسمبلی کا اجلاس ہوا اور سردار لچھمن سنگھ نے دل بدل کر جنتا پارٹی بنائی۔ ۱۷ ممبروں نے اس کا ساتھ دیا۔ ۲۵ نومبر کو سردار گل پنجاب کے چیف منسٹر بنے۔ اسمبلی کے کانگرسی ممبروں نے اس کا ساتھ دیا۔ گیانی ذیل سنگھ پردیش کانگرس کے پردھان تھے۔ انہیں ہدایت تھی کہ منترل منڈل بنانے میں گل کی مدد کرو۔

لیکن کانگرس جلد ہی لچھمن سنگھ کی حمایت سے دستکش ہوگئی۔ ۲۳ اگست ۶۸ء کو گل نے استعفےٰ دے دیا اور راشٹرپتی شاسن لاگو ہوگیا۔

فروری ۱۹۶۹ء میں وسط مدتی چناؤ ہوا۔ کانگرس کو ۳۸، اکالی دل کو ۴۳، جن سنگھ کو ۸، کمیونسٹ پارٹی کو ۴، مارکسیوں کو ۲، سنیکت سوشلسٹ کو ۲، پرجا سوشلسٹ پارٹی کو ۱، سوتنتر پارٹی کو ۱، جنتا پارٹی کو ۱، اور آزاد امیدواروں کو ۴ سیٹیں ملیں۔

۱۷ فروری ۱۹۶۹ء کو سردار گورنام سنگھ نے چیف منسٹر کے عہدے کا حلف لیا۔ لیکن ۲۵ نومبر کو جب اسمبلی کا اجلاس ہوا تو سردار گورنام سنگھ نے وزیر خزانہ سردار بلونت سنگھ کو اپروپری ایشن بل پیش کرنے کو کہا۔ انہوں نے بل پیش کرنے سے انکار کر دیا بل خود چیف منسٹر نے پیش کیا۔ لیکن اکالی ممبروں کی اکثریت اور جن سنگھی ممبروں نے مخالفت کی۔ سردار گورنام سنگھ نے استعفےٰ دے دیا۔ ۲۷ مارچ ۱۹۷۰ء کو سردار پرکاش سنگھ بادل چیف منسٹر بنے۔ انہوں نے جن سنگھ کی مدد سے منتری منڈل بنایا۔

لیکن حالات اچھے نہیں تھے۔ جن سنگھ نے بادل سرکار پر دباؤ ڈالا کہ ہندی کو پنجاب کی دوسری زبان کا درجہ دے۔ لیکن اکالی دل اس کے لئے تیار نہیں تھا۔ ۳۰ جون ۱۹۷۰ء کو جن سنگھ کے وزیروں نے استعفےٰ دیدیا اور اعلان کیا کہ وہ اپوزیشن میں بیٹھیں گے۔

سردار گورنام سنگھ نے بادل سرکار کے خلاف عدم اعتماد کی قرارداد پیش کی۔ قرارداد پاس نہیں ہو سکی۔ کیونکہ کانگرسی ممبروں نے گورنام سنگھ کا ساتھ نہیں دیا۔ گورنام سنگھ کو خفت اٹھانی پڑی۔ اسمبلی کا اجلاس جولائی ۱۹۷۰ء میں بلایا گیا۔ کمیونسٹ پارٹی اور جن سنگھ نے عدم اعتماد کی قرارداد پیش کی۔ لیکن پاس نہ ہو سکی کانگرس کے ۲۸ ممبروں نے کسی کا بھی ساتھ نہیں دیا۔ کچھ دنوں بعد گورنام سنگھ کا دھڑا پھر اکالی دل میں شامل ہوگیا۔ ایک اور ممبر روپ لال بھی اکالی دل سے

مل گیا۔ اور اکالی دل کی تعداد ۵۸ ہو گئی۔

۳۰ر دسمبر ۱۹۷۰ء کو اسمبلی کے آنندپور حلقے کا ضمنی چناؤ ہوا۔ سرکار اکالی دل کی تھی۔ گیانی ذیل سنگھ کی کئی طرف سے مخالفت ہوئی۔ کوئی بھی کانگرسی ٹکٹ پر چناؤ لڑنے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ ان حالات میں گیانی جی نے اپنے آپ کو پیش کیا اور وہ بڑی شان سے جیتے۔ یہ ان کے سیکولرزم کی جیت تھی۔

۱۱ر جون ۱۹۷۱ء کو بادل نے گورنر کو صلاح دی کہ اسمبلی توڑ دی جائے گورنر نے صلاح مان کر اسمبلی توڑ دی۔ ۱۵ر جون کو پنجاب میں پھر راشٹرپتی راج لاگو ہو گیا۔

اس سے پہلے مارچ ۱۹۷۱ء میں لوک سبھا کے چناؤ ہوئے۔ گیانی ذیل سنگھ کی زبردست کوششوں کی وجہ سے کانگرس نے ۱۳ سیٹوں میں سے ۱۰ سیٹیں حاصل کیں۔ دو سیٹیں کمیونسٹوں کو اور ایک سیٹ اکالی دل کو ملی۔ گیانی جی کا وقار بڑھا۔ لوگوں کا یہ بھرم بھی ٹوٹا کہ جنتا کی اکثریت اکالی دل کے ساتھ ہے جیت کا سہرا ان کے سر تھا کیونکہ وہ پردیش کانگرس کے پردھان تھے۔

یہ سب لکھنے کا مقصد یہ دکھانا تھا کہ ۱۹۶۶ء سے ۱۹۷۲ء تک پنجاب کی سیاسی حالت کتنی ڈانواڈول تھی۔ کوئی سرکار چند مہینے سے زیادہ نہیں ٹک سکی۔ کئی چیف منسٹر آئے اور گئے ترقیاتی کام ٹھپ ہو گئے۔ ترقی کی رفتار دھیمی پڑ گئی۔

پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ

۹ رجون ۱۹۷۱ء کو پنجاب میں ایک بار پھر صدر راج نافذ کر دیا گیا۔ گورنر شری ڈی۔ سی۔ پاوٹے نے حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی۔

ریاست کی حالت بہت بگڑی ہوئی تھی گورنر کے اپنے الفاظ میں "میرا پہلا کام ایڈمنسٹریشن میں لوگوں کا اعتماد حاصل کرنا تھا کیوں کہ امن و قانون کی خراب حالت کے کارن لوگوں کا ایڈمنسٹریشن سے بالکل وشواس اُٹھ گیا تھا۔ پولیس افسر مجرموں کے خلاف کارروائی کرنے میں لاچار تھے۔ الزام لگایا جاتا تھا کہ بہت سے محکموں کے افسر بدعنوان ہیں اس طرح ایک اور الزام یہ لگایا جاتا تھا کہ افسر پسماندہ طبقوں کی ترقی کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتے۔ لوگوں کی شکایتیں سننے اور اُنہیں دور کرنے میں بہت زیادہ وقت لگتا تھا۔ کنبہ پروری کا الزام بھی لگایا جاتا تھا میرا سب سے بڑا کام تھا پولیس محکمہ میں نئی رُوح پھونکنا۔" حالات سدھارنے کے لئے سرکار کی طرف سے کئی اقدام کئے گئے۔

دسمبر ۱۹۷۱ء میں پاکستان نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ لڑائی کا بار پنجاب، کو اٹھانا پڑا۔ سرحدی ریاست ہونے کے کارن پنجاب لڑائی کے اثرات سے بچ نہیں سکتا تھا۔ لڑائی کے بعد پنجاب کا اقتصادی ڈھانچہ ٹوٹ گیا۔ سیاسی تبدیلی بڑی تیزی سے آ رہی تھی چناؤ سر پر آ گئے تھے۔ پردیش کانگرس کے صدر گیانی ذیل سنگھ تھے۔ انہوں نے صاف اعلان کیا کہ ان کی پارٹی کا سمجھوتہ صرف اسی پارٹی کے ساتھ ہو سکتا ہے، جس کا جمہوریت اور سوشلزم میں وشواس ہو۔

اس سے پہلے گورنام سنگھ نے کہا کہ کانگرس ان کے حمائتیوں کے لئے ۲۸ سیٹیں چھوڑنے کو تیار ہے۔گیانی ذیل سنگھ نے اس سلسلے میں صاف بات نہیں کہی۔کچھ اور کانگرسی لیڈروں نے گورنام سنگھ کے دھڑے کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کی مخالفت کی اور کانگرس نے کمیونسٹوں سے سمجھوتہ کرلیا۔اس سے پہلے بھی لوک سبھا کی سیٹوں پر کانگرس اور کمیونسٹوں کا سمجھوتہ ہوچکا تھا۔

۱۱ مارچ کو ووٹ پڑنے تھے سریاست میں سیاسی سرگرمی تیز ہوگئی۔چناؤ جیتنے کے لئے پارٹیاں جوڑ توڑ کررہی تھیں۔کانگرس کا وقار بلندی پر تھا۔بنگلہ دیش کی لڑائی جیتنے کی وجہ سے اندرا گاندھی کی عزت لوگوں میں بہت بڑھ گئی تھی۔انہوں نے دیش کے عوام کو یقین دلایا تھا کہ دیش کی بھلائی کے لئے صرف وہی زوردار قدم اٹھا سکتی ہیں۔وہ جہاں کہیں بھی جاتیں لوگ بھاری تعداد میں ان کے خیالات سننے کے لئے آئے۔ان کا جگہ جگہ سواگت کیا جاتا۔

چناؤ ہوا، نتیجے نکلے کانگرس کو ۱۰۳ سیٹوں میں سے ۶۵ سیٹیں ملیں۔یہ پارٹی کی شاندار جیت تھی جس کا سہرا گیانی ذیل سنگھ کے سر تھا۔

کانگرس نے ایک سیٹ بلا مقابلہ جیت لی تھی۔کل سیٹوں کی گنتی ۶۶ ہوگئی۔سنت اکالی دل کو ۲۴، کمیونسٹوں کو ۱۰، مارکسیوں کو ۱ اور آزاد امیدواروں کو تین سیٹیں ملیں۔

چناؤ کے نتیجوں نے ثابت کر دیا کہ عوام فرقہ پرستی اور تشدد کے خلاف ہیں ۱۵ مارچ ۱۹۷۲ء کو کانگرس اسمبلی پارٹی کے لیڈر کا چناؤ ہوا تو گیانی ذیل سنگھ کو اتفاق رائے سے لیڈر چن لیا گیا۔گورنر نے انہیں وزارت بنانے کے لئے مدعو کرلیا۔

۱۷ مارچ کو ۱۰ وزراء نے حلف اٹھایا۔اور گیانی ذیل سنگھ چیف منسٹر بنے۔

حلف اٹھانے کے بعد گیانی ذیل سنگھ سب سے پہلے آنندپور صاحب کے درشن کو گئے۔اکال پُرکھ اور گورو مہاراج کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے گیانی جی کو یہ اعلیٰ منصب عطا کیا۔

گیانی ذیل سنگھ کے کندھوں پر بھاری ذمے داری آپڑی تھی سب سے بڑا کام راجیہ میں قانون اور امن بحال کرنا تھا۔۱۹۶۶ء کی نئی تنظیم کے بعد پنجاب میں کئی سرکاریں بنیں اور ٹوٹیں۔چار چیف منسٹر۔گیانی گورمکھ سنگھ

مسافر، گورنام سنگھ، پرکاش سنگھ بادل اور لچھمن سنگھ گِل اس کرسی پر رہ چکے تھے
گیانی جی کے چیف منسٹر بننے سے صورت حال میں تبدیلی آئی۔ گورنر ڈی سی پاوٹے
کے الفاظ میں "میں خوش تھا کہ پنجاب میں ایک پائیدار سرکار قائم ہوگئی تھی۔ کانگرس
کو اکثریت حاصل تھی۔ امید کی جاتی تھی کہ گیانی ذیل سنگھ کی وزارت جلد ہی
اپنے پاؤں پر کھڑی ہوجائے گی۔ ممکن تھا کہ کوئی خودپسند لیڈر چیف منسٹر بننے
کی کوشش کرے لیکن تین وجوہ سے اس کا کوئی امکان نہیں تھا۔ پہلی یہ کہ گیانی
ذیل سنگھ ایک ہوشیار چوکس اور دانشمند لیڈر تھے۔ اور ان میں ہر حالت پر قابو
پانے کی صلاحیت تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ انہیں آنے والی مصیبت کا پہلے سے ہی
علم ہوجاتا تھا اور پارٹی میں ہونے والی کسی بھی بغاوت کو شروع میں ہی دبایا جاسکتا
تھا اور تیسری وجہ یہ کہ سبھی کانگرسی ممبر وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کے ڈسپلن
میں بندھے ہوئے تھے اور وہ کسی بھی ممبر کو ڈسپلن توڑنے کی ہرگز اجازت نہیں
دیں گی۔

پھر بھی ریاست میں بدعنوانی کو جڑ سے اکھاڑنے اور ایڈمنسٹریشن کا معیار اونچا
اُٹھانے کے لئے گیانی ذیل سنگھ کو خود موثر قدم اٹھانے تھے۔ مجھے پورا یقین
تھا کہ راجیہ سرکار نے دیش کی ترقی کے جو منصوبے تیار کئے ہیں وہ اُنہیں سرانجام
دیں گے۔"

ریاست میں پائیداری آنے سے تاجروں، کارخانہ داروں، کسانوں اور مزدوروں
کا سرکار میں وشواس پیدا ہوا۔ وہ سمجھ گئے کہ سرکار کو پوری طرح تعاون
دینا چاہیئے۔ عوام ہی جمہوریت کی جان ہوتے ہیں اور انہی کی بھلائی کے لئے جمہوری
سرکار کام کرتی ہے۔ جو سرکار عوام کا اعتماد حاصل نہ کرسکے۔ وہ ناپائیدار ہوتی
ہے۔ اس کی جڑیں مضبوط نہیں ہوسکتیں۔

وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے گیانی ذیل سنگھ کی کامیابی اتنی شاندار ہیں کہ ہر پنجابی
ان پر فخر کرسکتا ہے۔ جب ان کی سرکار کے تین برس پورے ہوئے تو گیانی جی
نے خود ان خیالات کا اظہار کیا۔

"تین برس پہلے ہمیں پنجاب سرکار کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لینے کا اعزاز
حاصل ہوا۔ یہ سیاسی اور اقتصادی بدامنی کا دور تھا۔ حالت نہایت غیر تسلی بخش
تھی۔ ہم نے اس پر قابو پانے کے لئے اپنے عظیم عوام سے تعاون، مدد اور آشیرواد

کی درخواست کی۔ اور اقتصادی ترقی کے ذریعے غریبوں کی حالت کو سدھارنے اور سب کو سماجی انصاف دینے کے لئے اپنے آپ کو تن من سے نثار کر دیا۔ ہم نے یہ محسوس کیا کہ بہتر زندگی جینے کے عوام کے خواب کی تعبیر ہمارا اولین فرض ہے۔ ہمیں ملک کے ان عظیم لیڈروں سے جن کی کڑی جدوجہد اور قربانیوں کی بدولت ہم آزادی کا منہ دیکھ سکے، کام کرنے کی تحریک ملی۔ ہم نے ان کی بتائی ہوئی سماج واد کی راہ اپنائی۔ ان کی دکھائی ہوئی راہ پر چلتے ہوئے اور اپنی وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کی دانشمندانہ اور حوصلہ افزا رہنمائی میں ہم نے اپنے خوابوں کے پنجاب کی تعمیر کا کام شروع کیا اور تین سال کے تعاون اور سر توڑ کوشش کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں اپنی منزل کی طرف آگے بڑھنے میں کافی کامیابی حاصل ہوئی لیکن منزل ابھی دور ہے۔ اگر ہم متحد ہو کر آگے بڑھتے رہے تو پنجاب کو جلد ہی ایک عظیم ریاست بنانے میں کامیاب ہو سکیں گے۔

"ان تین برس کے دوران پنجاب میں الگ الگ پہلوؤں سے ہوئی ترقی پر اگر نظر ڈالی جائے تو ہم یہ کہنے کے قابل ہو سکیں گے کہ سماج کے ہر پہلو اور اقتصادی ترقی میں پنجاب نے دیش کی باقی ریاستوں کے لئے مثال قائم کی ہے نئے حالات اور نئی ضرورتوں سے پیدا ہوئے نئے تقاضوں کے مطابق ہم ایک طاقتور سماجی اور اقتصادی ڈھانچہ تیار کرنے کے خواہش مند ہیں اور اس خواہش کی تکمیل کے لئے کوشاں ہیں۔ اس مقصد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم نے اپنے پروگرام کا خاکہ نئے حالات کے مطابق از سرِ نو تیار کیا ہے اور اہم کاموں کو سامنے رکھا ہے۔

"مارچ ۱۹۷۲ء کے بعد پنجاب نے جو ترقی کی ہے وہ ہر پہلو سے پر اثر اور قابل تعریف ہے۔ بہترین قسم کے بیج و کھاد کے علاوہ زراعت کے ترقی یافتہ اور جدید ذرائع کو استعمال میں لا کر ہم "سبز انقلاب" لانے اور دیش کے اناج بھنڈار میں بھرپور حصہ ڈالنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اب ہمارا نشانہ دودھ کی پیداوار بڑھا کر "سفید انقلاب" لانا ہے، تاکہ عوام کو مقوی غذا مل سکے۔

پچھڑے ہوئے سرحدی علاقوں میں زندگی کی ایک نئی دھڑکن کا آغاز ہوا ہے۔ درج فہرست ذاتوں اور پسماندہ طبقوں کو خاص سہولتیں دی گئی ہیں تاکہ سماج کے ان نظر انداز عناصر کو بھی پھلنے پھولنے اور آگے بڑھنے کا موقع ملے۔

"ہم نے سماج دشمن عناصر کی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے بھی مناسب اقدام

کئے ہیں۔ لوگوں کے لئے روزگار اور ترقی کی نئی راہیں کھولی گئی ہیں۔ چھوٹے کسانوں اور خاص طور پر کھیت مزدوروں کی حالت کو سدھارنے کے لئے بھرپور کوشش کی گئی ہے۔"

"سرکاری ملازموں کے حقوق کی جائز حفاظت کی گئی ہے۔ اقلیتوں، سابق فوجیوں بوڑھوں، محتاجوں، اپاہجوں، یتیموں، بیواؤں اور بے سہارا عورتوں کی حفاظت اور دیکھ ریکھ پر خاص دھیان دیا گیا ہے۔"

"دیہات کی ترقی کے کام کو اور تیز کیا گیا ہے۔ ۷۵-۱۹۷۴ء کے دوران پنجاب نے ۱۲۶،۵۸ کروڑ روپے کی رقم خاص طور پر ترقی کے کاموں پر خرچ کی ہے۔ ۷۲-۱۹۷۱ء میں یہ رقم صرف ۸۰،۵۵ کروڑ تھی۔ ۷۶-۱۹۷۵ء کے بجٹ میں یہ رقم ۱۶۳،۴۵ کروڑ روپے کر دی گئی ہے جبکہ پانچویں یوجنا کی پوری مدت کے لئے یہ رقم ۹۲۹ کروڑ روپے طے ہوئی ہے۔

"بجلی کی قلت، زراعت اور صنعت کی ترقی میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بجلی کی پیداوار بڑھانے والی یوجناؤں کو اولیت دی گئی ہے۔ صنعت میں پنجاب کافی پچھڑا رہا ہے لیکن اب ہم صنعت پر کافی زور دے رہے ہیں پانچویں یوجنا میں اس پہلو سے بھی کافی ترقی ہونے کی امید ہے۔

اب تک ہم نے جو کامیابیاں حاصل کی ہیں ان کا یہ مطلب نہیں کہ جو مسائل حل نہیں ہوئے۔ ہم نے ان کی طرف سے آنکھیں موند لی ہیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ زیادہ پائیدار اور مضبوط اقتصادی ڈھانچے کے ذریعے ہم اپنے ان بنیادی مسائل کو حل کرنے کا تہیہ کریں۔

آنے والے چند برس صرف پنجاب ہی کے لئے نہیں پورے دیش کے لئے بڑے نازک اور چنوتی بھرے ہیں ہمیں اس چیلنج کا مقابلہ کرنا ہے۔ جمہوریت کو مضبوط بنانا ہے تاکہ ترقی کے کاموں کا ہمیں مناسب پھل مل سکے مشترکہ کوشش درکار ہے۔ طے شدہ منصوبوں کو پورا کرنے کے لئے دانشمندانہ رہنمائی پہلی شرط ہے۔ اور یہ رہنمائی صرف انہیں رہنماؤں کے ذریعے ممکن ہے جنہیں عوام کا پورا اعتماد حاصل ہو۔

ہماری راہ طے شدہ ہے اور اس پر چلنے کا ہمارا پکا ارادہ ہے۔ ہم اپنے مصمم ارادے میں ڈھیل نہیں آنے دیں گے اور ترقی کی راہ پر آگے ہی آگے بڑھتے رہیں گے۔"

پنجاب ترقی کی راہ پر چل پڑا۔ گیانی جی کی رہنمائی میں پنجاب کا نقشہ بدلنے لگا۔ اور دوسری ریاستوں کے لئے مثال بن گیا۔ سب سے زیادہ ترقی زراعت اور صنعت میں ہوئی۔ گیانی جی کی سرکار نے ۱۹۷۵ء میں تین برس پورے کئے۔ ان تین برسوں کی کامیابیاں شاندار تھیں جن کا سہرا گیانی جی کے سر تھا۔

پھر ۱۲ر جون ۱۹۷۵ء کو ملک میں دھماکہ ہوا۔ پورے ملک میں تہلکہ مچ گیا۔ الہ آباد ہائی کورٹ کے جج مسٹر جگموہن لال سنہا نے "شری راج نارائن کی پٹیشن پر جو انہوں نے شریمتی اندرا گاندھی کے لوک سبھا کے چناؤ کے خلاف کی تھی اپنا فیصلہ سنایا۔ ۲۵۸ صفحات کے تحریر شدہ فیصلے کے آخری الفاظ تھے۔ درخواست منظور کی جاتی ہے۔" عدالت میں سناٹا چھا گیا۔ "شریمتی اندرا گاندھی کا چناؤ رد کیا جاتا ہے اور چھ برس کے لئے کسی منتخب عہدے پر نہیں رہ سکتیں۔" خبر جنگل کی آگ کی طرح دیش بھر میں پھیل گئی۔ منتری اور دوسرے لوگ شریمتی اندرا گاندھی کی کوٹھی پر پہنچ گئے۔ شریمتی اندرا گاندھی کے چہرے پر گھبراہٹ یا فکر کا نشان تک نہیں تھا۔ حالات کو دیکھتی رہیں۔ محسوس کیا کہ انہیں پردھان منتری کے عہدے سے استعفےٰ دینا پڑے گا لیکن جسٹس سنہا نے ۲۰ دن کا وقت دیا تھا۔ اس لئے فوراً استعفےٰ دینے کی ضرورت نہیں تھی۔

پردھان منتری کی کوٹھی پر وزیروں، تاجروں، کارخانہ داروں اور بڑے سرکاری افسروں کا تانتا سا لگ گیا۔ تناؤ تھا لیکن تلخی نہیں تھی۔ شریمتی اندرا گاندھی نے سوچا کہ اگر وہ استعفےٰ دیں اور بعد میں سپریم کورٹ انہیں الزام سے بری کر دے تو وہ پردہان منتری رہ سکتی ہیں۔ اور یوں مخالفوں کو جو یہ پرچار کر رہے ہیں کہ شریمتی اندرا گاندھی اپنے عہدے دستبردار ہونا نہیں چاہتیں۔ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ حالت گمبھیر تھی کون جانتا تھا کہ سپریم کورٹ کیا فیصلہ کرے۔ شریمتی اندرا گاندھی نے طے کیا کہ انہیں فوراً استعفےٰ دینے کی ضرورت نہیں۔ انہیں سپریم کورٹ کے فیصلے کا انتظار کرنا چاہئے۔

اس موقع پر گیانی ذیل سنگھ نے اپنی لیڈر کا ڈٹ کر ساتھ دیا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ وہ شریمتی اندرا گاندھی کے وفادار سپاہی ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ گیانی جی کی رہنمائی میں پنجاب سے دلی گئے۔ راجدھانی "دیش کی نیتا اندرا گاندھی" کے نعروں سے گونج اٹھی۔ گیانی جی نے اپنے خیالات کا اظہار کیا کہ دیش کی واحد نیتا شریمتی گاندھی ہے۔ لوگ اس کے ساتھ ہیں۔ ہم تمام دیش باسی اس کے ساتھ

ہیں شریمتی اندرا گاندھی کو ملک کے عوام پر پورا بھروسہ تھا اُن کا ایک ہی نشانہ تھا دیش میں غریبی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا اور ایک ایسے سماج کی داغ بیل ڈالنی جس میں سب اونچ نیچ کا فرق ختم ہو جائے۔ بڑے چھوٹے کا فرق مٹ جائے۔ سب کو برابر حقوق حاصل ہوں۔ ان کے تصور کے بھارت کی تعمیر ابھی ہونی تھی۔ وہ ملک کے کروڑوں یتیموں، محتاجوں اور مظلوموں کی رہنما تھیں۔

لوگوں نے پورے اتحاد کا ثبوت دیا اُن کی آتما کی یہی آواز تھی کہ دیش شریمتی اندرا گاندھی کے ہاتھوں میں محفوظ ہے ان ہاتھوں کو مضبوط بناؤ۔

اُدھر مخالف بڑے زور شور سے استعفے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ وہ شری جے پرکاش نارائن کی رہنمائی میں اکٹھے ہو رہے تھے۔

شریمتی اندرا گاندھی جنتا کی طاقت کے بھروسے پردھان منتری بنی رہیں۔ الگ الگ ریاستوں کے وزرائے اعلیٰ نے ایک حلف نامے پر دستخط کر کے اندرا گاندھی پر بھرپور اعتماد کا اظہار کیا۔

ہزاروں لوگ شریمتی اندرا گاندھی کی رہنمائی میں وشواس ظاہر کر رہے تھے ۲۰، جون کو دلی میں ایک شاندار ریلی ہوئی ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں لوگ جمع ہوئے۔ شریمتی اندرا گاندھی نے ریلی کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ ملک کے عوام کی خدمت پہلے ہی کی طرح کرتی رہیں گی۔ خدمت ان کے خاندان کی روایت ہے۔ بڑی بڑی طاقتیں انہیں اپنے عہدے سے ہٹا دینے کے لئے کوشاں ہیں۔ وہ طاقتیں انہیں جان سے مار دینا چاہتی ہیں۔ ریلی نہایت کامیاب رہی۔ دیش کی جنتا نے ایکتا کا ثبوت دیا۔ ریلی کے بعد ۱۳ وزرائے اعلیٰ نے جن میں گیانی ذیل سنگھ پیش پیش تھے، شریمتی کو ایک یادداشت پیش کی جس میں کہا گیا کہ اگر اس وقت شریمتی اندرا گاندھی استعفیٰ دے دیں گی۔ تو دیش میں بدامنی پھیل جائے گی اور یہ بدامنی مرکز اور ریاستوں میں ترقی کی رفتار کو کم کرے گی۔

سپریم کورٹ کے جسٹس کرشنا ائر نے ۲۵ جون کو فیصلہ سُنایا کہ شریمتی گاندھی کا چناؤ کسی شدید الزام کی بنا پر رد نہیں کیا گیا۔ وہ پردھان منتری بنی رہ سکتی ہیں۔ انہیں صرف تب تک لوک سبھا میں ووٹ دینے کا حق نہیں رہے گا جب تک کہ سپریم کورٹ اپنا آخری فیصلہ نہ سنا دے۔

سٹے (stay) کی شرط ساتھ تھی۔ مخالف پارٹیوں نے ریلی کی۔ شریمتی گاندھی کی نکتہ چینی

کی گئی اور دھمکی دی کہ وہ اُنہیں کسی حالت میں کام نہیں کرنے دیں گے۔ پانچ ممبروں کی سنگھرش سمتی بنائی گئی۔ اور اعلان کیا گیا کہ وہ ۲۹ جون سے پورے ملک میں اندولن چلائیں گے۔
حالات بڑی تیزی سے نازک صورت اختیار کر رہے تھے۔ لہٰذا ۲۶ جون کو ملک میں ایمرجنسی لاگو کر دی گئی۔
ایمرجنسی کے دوران گیانی ذیل سنگھ اپنی اسوقت تک کی زندگی میں چوٹی پر تھے۔ اُن کے سامنے اب صرف ایک ہی بڑا مقصد تھا۔ پنجاب کی ترقی اور فروغ صنعت، زراعت، اخلاق اور تہذیب، انسان کی ہر پہلو سے ترقی۔ ایسے پنجاب کی تعمیر جو لوگوں کے لئے مثال بن جائے۔ وہ پنجاب جس کا ہر باشندہ خوشحال ہو۔ پیٹ بھرا ہوا ہو اور ترقی کی راہ پر گامزن ہو اور یہ مقصد گیانی جی نے ڈیڑھ برس میں پورا کر دکھایا۔
پنجاب کو بھاری صنعتوں کی ضرورت تھی بھاری صنعتیں قائم کر کے ہی راجیہ کو مضبوط بنیادوں پر کھڑا کیا جاسکتا تھا۔ انہوں نے پنجاب سے باہر بس رہے لوگوں کو پنجاب میں صنعتیں لگانے کی ترغیب دی اور انہیں ہر طرح کی سہولتیں دینے کا وعدہ کیا۔
وزیر اعظم کے ۲۰ نکاتی پروگرام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے گیانی جی نے عوام سے تعاون اور مدد کی اپیل کی۔ گیانی جی کا مقصد غریبی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا تھا۔ انہیں انسان کی نیک طینت پر یقین تھا۔
گیانی ذیل سنگھ نے پسماندہ طبقوں، عورتوں اور بچوں کی بہبود پر خاص توجہ دی پنجاب پہلا راجیہ تھا جہاں عورت کو یونیورسٹی کی وائس چانسلر اور کمشنر مقرر کیا گیا۔
گیانی جی جہیز کے سخت خلاف تھے۔ اس لعنت کو ختم کرنے کے لئے انہوں نے پورا زور لگایا قانون کے ساتھ سماجی بیداری لانے کی ضرورت تھی۔ انہوں نے حکم جاری کیا کہ اگر کوئی عورت شادی کے پانچ برس کے اندر مر جاتی ہے تو اس کا دو ڈاکٹروں سے پوسٹ مارٹم ہونا چاہئے۔ ضلع حکام کی طرف سے واردات کی اطلاع ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر وزیر اعلیٰ کو ملنی چاہئے۔ عورت کی آخری رسوم ہونے سے پہلے اس کے رشتہ داروں کی تشفی ہونی چاہئے۔ اور ان سے یہ سرٹفیکٹ لیا جائے کہ انہیں قدرتی طور پر موت ہونے کا اطمینان ہے۔
پنجاب نے ایمرجنسی کے دوران بہت ترقی کی۔ وہ ریاستوں کی پہلی صف میں کھڑا ہو گیا۔ ۱۹۷۵ء کا برس کامیابیوں کے برس کے طور پر منایا گیا۔ جالندھر میں سرکاری سطح

پر ایک جشن منایا گیا جس میں گیانی ذیل سنگھ نے کہا۔" یہ سال چوکنا رہنے کا تھا۔ جس کا مقابلہ ہم نے کیا اور ہماری توقعات بڑھ گئیں اور ہماری امیدیں بر آئیں۔ عوام کے تعاون کی بدولت ہمارے حوصلے بڑھ گئے ہیں۔ میں پنجاب کے شہریوں کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ انہوں نے ہم پر جس وشواس کا اظہار کیا ہے ہمیں اس پر فخر اور احترام ہے ہمیں معلوم ہے کہ لوگ امیر اور غریب کی خلیج پاٹنے کو بے چین ہو رہے ہیں۔ ہم اپنی پوری کوشش کریں گے کہ اپنے خود کے اسباب فراہم کر کے اس کھائی کو پاٹیں۔ ایمرجنسی نے اس کھائی کو پاٹنے کے مواقع فراہم کئے ہیں۔ آج عوام کو زیادہ انصاف مِل رہا ہے۔ آج لوگ اس کوشش میں ہیں کہ سرکار کو تعاون دے کر ترقی کے کاموں میں حصہ لیں۔"

۱۹۷۵ء میں کانگرس کا تاریخی اجلاس کاماگھاٹا مارونگر چنڈی گڑھ میں ہوا ملک میں ایمرجنسی لگی ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کانگرس اور شریمتی اندرا گاندھی کو کئی مشکلات میں سے گزرنا پڑا۔ ملک کی بگڑی ہوئی حالت پر قابو پانے کے لئے کئی قدم اٹھانے پڑے۔ اجلاس کی کامیابی کے لئے گیانی ذیل سنگھ نے جو راجیہ کے چیف منسٹر تھے اہم رول ادا کیا۔ انتظام پر خاص توجہ دی۔ اجلاس کی کامیابی کا شریمتی اندرا گاندھی اور دوسرے لیڈروں پر گہرا اثر پڑا۔ اور گیانی جی کی خوب تعریف کی گئی۔

۱۹۷۵-۱۹۷۶ء کے سال پنجاب کی تاریخ میں خوش حالی، اقتصادی ترقی اور سیاسی پائیداری کے لئے ہمیشہ یاد رہیں گے۔ یہ مقصد مدِ نظر رکھ کر کہ لوگ آزادی کے ساتھ ساتھ سکھ چین کی روٹی کھا سکیں۔ گیانی جی نے کئی قدم اٹھائے۔ پردھان منتری نے بیس نکاتی پروگرام کو سرے چڑھانے کے لئے بھرپور کوشش کی پنجاب کو اس بات کا فخر ہے کہ تمام نشانے پورے ہوئے۔ بھومی سدھار اور شہری جائیداد کی حد بندی۔ گیانی جی نے دو ایسے عظیم کارنامے سرانجام دیئے جن سے پنجاب دوسری تمام ریاستوں کا پیش رَو بن گیا۔ شاید ہی ایسا کوئی بے زمین شخص رہ گیا جس کے پاس گھر بنانے کے لئے جگہ نہ ہو۔ گاؤں میں سے سود خوری اور بندھوا مزدوری کا نام و نشان مٹا دینا سرکار کی شاندار کامیابیاں ہیں۔ زراعتی اور صنعتی مزدور کی اجرتوں میں اضافہ کیا گیا۔ مزدوروں کو انتظام میں حصے دار بنایا گیا۔ صنعت میں مکمل امن رہا۔

۱۹۷۶ء میں ۲۰ نکاتی پروگرام کا لوگوں کو صحیح معنوں میں فائدہ پہنچا -- اناج کی پیداوار

میں پنجاب کا نمبر اول بنا رہا۔ آندھی طوفان کے باعث گیہوں کو کافی نقصان پہنچا لیکن اس کے باوجود راجیہ نے ۷۰ لاکھ ٹن گیہوں پیدا کیا۔

چاول کی پیداوار میں بھی پنجاب آگے بڑھ گیا۔ ۱۹۷۶ء میں ۲۴ لاکھ ٹن دھان کی پیداوار ہوئی۔ پنجاب کو ۱۱ لاکھ ٹن چاول مرکزی بھنڈار میں دینا تھا لیکن وہ اس نشانے سے بہت آگے نکل گیا۔ خریف کی پیداوار ۸۵ لاکھ ٹن ہوئی۔ ربیع کی کل پیداوار ۱۰۰ لاکھ ٹن تک پہنچ گئی۔

کنبہ بندی پروگرام بڑے جوش و خروش سے چلایا گیا، زیادہ پیڑ لگائے گئے۔ نوجوانوں کو زیادہ پیڑ لگانے کی ترغیب دی گئی ۸ء۱۴ کروڑ نئے پودے لگائے گئے۔

یوں پنجاب ترقی کی راہ پر گامزن رہا۔ سپہ سالار رہنمائی کرتا رہا۔ اور لوگ پیچھے پیچھے چلتے رہے، صنعت میں پنجاب نے شاندار کامیابیاں حاصل کیں۔ گیانی جی کے دل میں پنجاب کی تعمیر کی زبردست خواہش تھی۔ اعداد و شمار کئی بار دھوکا دیتے ہیں، بڑھا چڑھا کر بتائے جاتے ہیں لیکن پنجاب اُن کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ ۷۴-۱۹۷۳ء میں صنعتی ترقی کے لئے ۳۸،۳ کروڑ روپے اور ۷۶-۱۹۷۵ء میں ۹۲،۶ کروڑ روپے لگایا گیا۔ لیکن ۷۷-۱۹۷۶ء میں رقم بڑھ کر ۵۰،۱۱ کروڑ ہو گئی۔ یہ کوئی معمولی کامیابی نہیں تھی۔ گیانی جی نے سیاسی پائیداری لا کر اور قابل رہنمائی دے کر پنجاب کو اس چوٹی پر لا کھڑا کیا کہ ہر پنجابی خواہ وہ دنیا کے کسی بھی کونے میں بستا ہو۔ فخر سے سر اونچا کر سکتا ہے گیانی ذیل سنگھ صنعتی محکمے کے خود انچارج تھے۔ جہاں ۷۵-۱۹۷۴ء میں لائسنسوں کی تعداد ۳۸ اور اجازت ناموں کی تعداد ۳۰ تھی۔ ۷۶-۱۹۷۵ء میں بالترتیب ۱۱۷ اور ۱۲۴ ہو گئی۔ ان پروجیکٹوں نے جن پر ۳۵۰ کروڑ روپے خرچ کیے گئے۔ پنجاب کی شکل بدل دی۔

غیر ملکی کرنسی حاصل کرنے کے لئے سرکار نے ایکسپورٹ پروموشن کونسل قائم کی جس نے صنعت کاروں کو اپنا مال باہر بھیجنے کی سہولتیں دیں۔

صنعتوں کی تعداد بڑھتی رہی اور راجیہ ترقی کی راہ پر چلتا رہا۔ گیانی جی کی زندگی کا شروع ہی سے یہ مقصد تھا کہ غریبوں کو اوپر اٹھایا جائے۔ وہ گوروؤں کے نقش قدم پر چل کر بھائی چارہ، برابری اور رواداری کے اس سماج کی داغ بیل ڈالنا چاہتے تھے جس میں اونچ نیچ کے سارے تفرقے ختم ہو جائیں۔ جہاں ہر شخص بھائی بھائی ہو اور جہاں مرد اور عورت میں کوئی امتیاز نہ ہو۔

سبھی کو محنت سے روزی کمانے کے مواقع میسّر ہوں اس سماج کی تعمیر کے لئے گیانی
جی کی جدوجہد اب بھی جاری ہے۔ وہ اپنی زندگی میں ایسے سماج کی تعمیر چاہے
نہ بھی کر سکیں لیکن گوروؤں کی خواہش کے مطابق انہوں نے ایسے سماج کی
بنیاد ڈال دی ہے۔ وہ گوروؤں کے نقش قدم پر چل کر سماج کے بُرے رسم ورواج
برائیوں اور اونچ نیچ کا فرق ختم کر کے نئے سماج کی تصویر دیکھ رہے ہیں۔

اخلاقی اور تمدّنی نشاۃ ثانیہ

پنجاب کا تمدّنی ورثہ اور اس کی روائتیں نہایت شاندار ہیں۔ پنجاب نے ملک کی زندگی میں ایک اہم رول ادا کیا ہے۔ پنجاب رشیوں، منیوں اور گوروؤں کی سرزمین ہے۔ اسی سرزمین پر ویدوں اور گرو گرنتھ صاحب کی تخلیق ہوئی۔ اس دھرتی کی عظمت سے کئی نسلوں کو واقف کرانا تھا۔ نئی نسلوں کو جو گمراہ ہو رہی تھی اپنے ورثے اور تہذیب کو بھول رہی تھی۔ پنجاب میں تمدّنی اور روحانی بیداری پھر سے لانی تھی۔ اس کام کو سرانجام دینے کی ذمہ داری گیانی ذیل سنگھ کے کندھوں پر آ پڑی۔ گیانی جی نے تہیہ کر لیا کہ وہ پنجاب میں تہذیب اور روحانیت کی شمع روشن کریں گے۔ کام بڑا بھی تھا اور مشکل بھی نکتہ چینی کا بھی ڈر تھا مخالف باتیں بنا رہے تھے لیکن گیانی جی نے جس پکے ارادے اور ہمت و حوصلے کے ساتھ اس کام کو سرانجام دیا وہ قابلِ تعریف ہے۔ نئی نسل ان کی احسان مند ہے۔

سب سے بڑا کام جو گیانی ذیل سنگھ نے سرانجام دیا وہ گورو گوبند سنگھ کی راہ کی تعمیر تھی۔ گورو گوبند سنگھ کا جنم پٹنہ میں ہوا۔ لیکن وہ نو برس کی عمر میں آنند پور آ گئے تھے۔ آنند پور کی دھرتی کو پوتر کیا اور اس دھرتی سے ظلم، بے انصافی اور اونچ نیچ کے خلاف جدّوجہد کی ابتدا کی۔ گورو جی کے کارنامے تاریخ میں سنہری حروف میں لکھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے پنجاب کے کچلے روندے اور مظلوم لوگوں کو ظلم کے خلاف لڑنے کی تعلیم دی

گورو گوبند سنگھ نے وقت کی تاریخ کو ایک نیا موڑ دیا۔ انہوں نے زندگی بھر انسانی آزادی، قومی ایکتا، سیکولرزم اور جمہوریت کے لئے جدوجہد کی۔

وہ انسان کے بنیادی حقوق کے حامی تھے۔گورو جی نے مذہب، ذات پات یا طبقے کے لحاظ سے کسی کو اونچا یا نیچا نہیں سمجھا بلکہ پوری انسانی برادری کی بھلائی اور اس کے حقوق کی حفاظت کے لئے کوشاں رہے۔

گورو گوبند سنگھ نے علاقائی یا صوبائی لحاظ سے کبھی نہیں سوچا بلکہ تمام ہندوستانیوں کے اتحاد اور جذباتی اشتراک کو مدنظر رکھا۔انہوں نے دنیا کو ایک نئی راہ دکھائی۔ انہوں نے خالصہ کی بنیاد رکھی اور لوگوں کو سنت سپاہی بنا کر ظلم کے خلاف لڑنے کا نیا ڈھنگ سکھایا۔

گورو گوبند سنگھ نے ایک نئے سماج کی داغ بیل ڈالی جس میں نہ کوئی چھوٹا تھا نہ بڑا، ذات پات کے سارے تفرقے مٹا کر انسان کو جینا سکھایا۔

جب گیانی ذیل سنگھ پنجاب کے چیف منسٹر بنے تو انہوں نے یہ ارادہ کر لیا کہ وہ گورو گوبند سنگھ کے نقش قدم پر چلیں گے اور کوئی ایسا کام کریں گے۔جسے دیکھ دیکھ کر لوگ اس راہ پر چلیں اور اپنی زندگی کو بہتر بنائیں۔

گورو گوبند سنگھ نے ۵ دسمبر ۱۷۰۵ء کی برفانی اور ٹھٹھری ہوئی رات کو آنند پور کو الوداع کہا۔ انہوں نے آنند پور کا قلعہ تب چھوڑا جب اس کے سوا کوئی چارا نہیں رہ گیا۔ سرسا ندی کو پار کیا جس میں باڑھ آئی ہوئی تھی۔ سارا پریوار بچھڑ گیا والدہ اور دو چھوٹے فرزند بچھڑ گئے۔ اور دو بڑے فرزند ساتھ رہ گئے۔ لمبے سفر کا آغاز ہوا۔ ۴۷ دن لگاتار چلنے کے بعد تلونڈی سابو کے پہنچے اور تھوڑی سکھ کی سانس لی۔لیکن اس دوران والدہ اور چاروں فرزند شہید ہو چکے تھے۔

گیانی ذیل سنگھ نے ان کی متبرک راہ کو پختہ کرنے، لوگوں کے دلوں میں گورو جی کے تئیں عقیدت جگانے اور ان کی بے مثال قربانیاں یاد کرانے کا تہیہ کر لیا۔کیونکہ پنجابی ہی نہیں تمام ہندوستانی گورو جی کی زندگی سے سبق لے سکتے ہیں۔ ۶۴۰ کلومیٹر راستہ۔آنند پور صاحب سے تلونڈی صابو تک، ۲۰ دشمیش کھمبے لگوا کر گورو کی یاد کو شردھانجلی پیش کی

ان کھمبوں پر گورو جی کے شبد کندہ کئے گئے ہیں۔گیانی جی کا کہنا تھا کہ جن راہوں پر گورو جی نے قدم رکھے، جن راہوں پر ان کے گھوڑوں

نے قدم رکھے وہ مقدس ہیں۔ اور وہ بنی انسان کی بہبودی کی راہ ہے۔
گیانی جی کے مخالف سرگرم ہوئے۔ انہوں نے دلی جاکر شریمتی اندرا گاندھی جی کے کان بھرے کہ گیانی جی فرقہ پرستی کی راہ اپنا رہے ہیں۔ دراصل وہ گیانی جی کی کامیابی سے ناخوش تھے۔ انہوں نے اندرا جی سے کہا کہ اگر گورو گوبند سنگھ مارگ بن گیا تو پنجاب کے ہندو ناراض ہو جائیں گے۔ لیکن گیانی جی نے اندرا جی کو بتایا کہ گورو گوبند سنگھ صرف سکھوں کے ہی گورو نہیں تھے بلکہ وہ تمام انسانیت کے لئے روشنی کا مینار تھے۔ وہ سیکولرزم کے لئے لڑے۔ ذات پات کے خلاف لڑے اور ایک نئے سماج کی تعمیر کی۔ شریمتی اندرا گاندھی، گورو گوبند سنگھ کی عظمت سے واقف تھیں انہوں نے گیانی جی کو آشیرواد دیا۔ اور جب مارگ کا افتتاح ہوا تو انہوں نے ایک پیغام میں کہا "شری گورو گوبند سنگھ ہماری تاریخ کے ایک ہیرو تھے۔ انہوں نے جس ہمت اور حوصلے کے ساتھ ناانصافی کے خلاف جدوجہد کی وہ تمام ہندوستانیوں کے لئے قابلِ تقلید ہے۔ مجھے خوشی ہوئی ہے کہ ۶۴۰ کلومیٹر مارگ کی تعمیر کر کے گورو جی سے متعلق ۹۰ مقامات کو آپس میں جوڑ دیا گیا ہے۔

۱۰ اپریل ۱۹۷۳ء کو آنندپور سے تلونڈی سابو تک تاریخی جلوس شروع ہوا۔ سبھی دھرموں کے لوگ لاکھوں کی تعداد میں شریک ہوئے۔ ۹ اپریل کو گورو جی کی دو گھوڑیاں دل باغ اور امولک کی اولاد گھوڑے شری حضور صاحب سے لائے گئے۔ شری پونٹا صاحب سے گورو جی کے ہتھیار جو ولایت سے منگوائے گئے تھے لائے گئے۔ جلوس سے ایک دن پہلے دیپ مالا کی گئی۔ اگلی صبح بھائی گوپال سنگھ کے راگی جتھے نے آساوی وار کا کیرتن کیا۔ سنگتیں باغ باغ ہوئیں۔ دھرتی اور آکاش ست نام واہگورو کے جاپ سے گونجنے لگے۔ گاڑیاں، ٹرک، کاریں، موٹر سائیکل اور سائیکلوں کا تانتا لگ گیا۔ سنت سیوا سنگھ نے گیانی ذیل سنگھ کی خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں سروپا بھینٹ کیا گیا۔ پھر دس فٹ اونچے مقام پر لگائے گئے کھنڈا صاحب کا افتتاح کیا گیا۔ نیچے لکھا ہوا تھا۔ "گورو گوبند سنگھ مارگ سے مہان یاترا کا آغاز ۱۰ اپریل ۱۹۷۳ء کو ہوا۔"

اس موقع پر گیانی ذیل سنگھ نے کہا - آج ہم گورو گوبند سنگھ مارگ پر عظیم سفر کی شروعات کر رہے ہیں۔ اُن کا آدرش تھا دھرم کی رکشا کرنا اور ظالموں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا۔ جب گورو جی نے آنند پور میں امرت چکھایا۔ تب اُن کا مقصد کسی فرقے کی بنیاد رکھنا نہیں تھا۔ انہوں نے دھرم میں تفریق و تکبّر کی مذمت کی اور صاف الفاظ میں کہا کہ پاکھنڈی دوزخ میں جائیں گے۔ گورو جی چاہتے تھے کہ لوگوں کا پکا وشواس ہو لیکن وہ کٹڑپن کے خلاف تھے ان کے سچّے عقیدت مندوں کو انسانیت سے پیار کرنا چاہیئے۔ اور انسانیت کو ایک لڑی میں پرونا چاہیئے۔ اُنہیں مظلوموں کو اوپر اٹھانا چاہیئے۔ اور بے سہاروں کو سہارا دینا چاہیئے۔

اس راہ پر چلتے ہوئے گورو جی نے مہان قربانیاں کیں۔ یہ قربانیاں کبھی فراموش نہیں کی جا سکتیں۔ پنجاب سرکار نے اس راہ کو چنا ہے، جس پر گورو جی نے پیدل یا گھوڑے پر سفر کیا۔ جب لوگ اس راہ پر چلا کریں گے تو ہمیشہ گورو جی کو یاد کریں گے۔ اس سے پہلے پنجاب نے اس جیسی مہان یاترا کبھی نہیں دیکھی۔ انسانی سروں کو ٹھاٹھیں مارتا سمندر اس راہ سے گزرے گا۔ یاترا نہ فرقہ وارانہ ہوگی اور نہ اس پر کوئی سیاسی رنگ چڑھا ہوگا۔

"میری بہنیں فخر سے سر اونچا کر سکیں گی کہ ماتا گجری کے سپتر کو سارے دھرموں کے لوگ یاد کر رہے ہیں اور عقیدت کے پھول چڑھا رہے ہیں صرف اس گوردوارے ہی میں گورو جی کو یاد نہیں کیا جائے گا بلکہ ۶۴۰ کلو میٹر کا یہ سارا مارگ ہمارے لئے پوِتر ہے۔ یہ کسی ایک شخص کا مارگ نہیں تمام پنجابیوں کی وراثت ہے۔ پنجاب کے کسانوں اور مزدوروں نے اسے بنانے میں حصّہ لیا ہے۔ اس کھبے کی نقاب کشائی ایک مزدور جس نے اس کی تعمیر میں ہاتھ بٹایا، کرے گا۔

"اس مارگ پر چلتے ہوئے ہم گورو جی کی قربانیوں کو یاد کریں گے۔ گورو جی کا انسانیت سے پیار، ان کی نڈرتا، شجاعت، لٹریچر میں ان کی دین اور بہبود کے لئے کئے گئے ان کے کام ہمیں ہمیشہ یاد رہیں گے۔ چار دن کی یاترا شروع کرنے سے پہلے ہمیں پرتگیا کرنی چاہیئے کہ ہم انسانیت کی خدمت کریں گے، واہ گورو کو ہمیشہ دھیان میں رکھیں گے۔ اور انسانیت سے پیار کرتے ہوئے فرقہ پرستی سے اوپر اٹھیں گے۔ یہ وہ مارگ ہے جس پر گورو جی ننگے پاؤں چلے۔ یہ وہ مارگ ہے

جس پر گوروجی کے پیاروں کے چرن پڑے ہیں اس مارگ پر ریشم و کمخواب کی چادریں تو نہیں بچھا سکتا لیکن پتھروں کی نیلی چادریں نے بچھا دی ہے تاکہ گوروجی کے عقیدت مند اس پر چل سکیں - مارگ جو دمدمہ صاحب پر ختم ہوگا - اور یاتری جس پر دل میں شانتی اور انسانیت کے لئے پیار رکھتے ہوئے چلیں گے۔

یاترا ۱۰ اراپریل ۱۹۷۳ء کو تخت شری کیش گڑھ سے شروع ہوئی - آگے آراستہ ہاتھی تھے جن پر نگاڑے رکھے ہوئے تھے۔ "بولے سو نہال، ست شری اکال، دیگ تیغ، فتح کے نعروں سے آکاش گونج اُٹھا - ۲۱ گولوں کی سلامی دی گئی۔ سکھ رجمنٹ میرٹھ اور پنجاب پولیس نے دُھنیں بجائیں۔ جیپ جس پر پانچ جھنڈے لہرا رہے تھے، آگے آگے تھی، پیچھے نہنگوں اور پولیس کے ہتھیار بند دستے تھے۔ پھر گورو گرنتھ صاحب کی ایک کھلی گاڑی پر جلوہ افروز تھا۔ اس کے بعد گوروجی کے ہتھیار تھے۔ یاترا کی قیادت گیانی ذیل سنگھ اور گورچرن سنگھ ٹوہرہ کر رہے تھے جب جلوس کھبے کے نزدیک پہنچا تو بھجن سنگھ نامی ایک ہری جن سردار نے یاترا کا افتتاح کیا۔ قابل دید نظارہ تھا - ایک ہری جن مزدور کے افتتاح کرنے سے ذات پات کے تفرقے مٹ گئے ہر کسی نے اس بات کی تعریف کی۔ کہ آج گوروجی کے آدرشوں پر عمل ہو رہا ہے۔ سکھ دھرم ذات پات میں یقین نہیں رکھتا - آج سبھی کے خوابوں کی تعبیر ہو رہی ہے۔

گیانی ذیل سنگھ اور گورچرن سنگھ ٹوہرہ کے پیچھے کھڑے تھے لیفٹننٹ جنرل جگجیت سنگھ اروڑہ، ۱۹۷۱ء میں بھارت پاکستان جنگ کے ہیرو، سبھی سیاسی پارٹیوں کے لیڈر جلوس میں شامل تھے۔ سیکولرازم کی جیتی جاگتی تصویر، سیاسی پارٹیوں کے رنگ برنگے جھنڈے جلوس کی رونق بڑھا رہے تھے۔ تمام راستہ پھلکاریوں اور پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ جگہ جگہ شاندار گیٹ بنائے گئے تھے۔ جہاں کہیں بھی جن راہوں سے جلوس گذرتا لوگ کئی گھنٹے پہلے آکر سڑک کے کنارے کھڑے ہو جاتے تھے۔ گورودوارہ "پریوار بچھوڑا" آیا۔ کیرتن ہوا۔ لنگر تقسیم کیا گیا۔ سرسا ندی اور گورودوارے کے درمیان تیسرا کھمبا لگایا گیا تھا سرسا ندی کا پل پار کر کے جلوس گورودوارا "سبھا صاحب" پہنچا۔ یہاں ایک اور کھمبا لگایا گیا تھا۔

پھر جلوس چمکور صاحب پہونچا۔ جہاں ۲۲ ردسمبر ۱۷۰۵ء کو گورو گوبند سنگھ کے

بڑے صاحبزادے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ بڑی پوتر دھرتی ہے۔ جس دھرتی کو خون سے سینچا گیا، جس دھرتی کا ذرہ ذرہ بذات خود اتہاس ہے، سے ہوتا ہوا ماجھی واڑہ پہنچا۔ گیانی ذیل سنگھ نے گوردوارے پر ماتھا ٹیکا اور واہگرو کا شکر کیا جس نے انہیں گورو جی کی یادگار بنانے کی طاقت بخشی۔ یہاں ڈیوڑھی گیٹ غنی خاں اور نبی خاں کی یاد میں بنائے گئے تھے۔

اب جلوس آگے بڑھ رہا تھا۔ گورو جی کے ہتھیار دیکھنے کے لئے عوام بے چین ہو رہے تھے۔ گھوڑوں کے پیروں کی دھول لوگ ماتھے پر لگا رہے تھے۔ اگلا پڑاؤ گوردوارہ عالمگیر تھا۔ یہاں گیانی ذیل سنگھ کو سروپا بھینٹ کیا گیا۔ پھر اگلی صبح لوگ بڑی بھاری تعداد میں جمع ہو گئے۔ جلوس نہال سنگھ والا، باگھا پرانا، دینا اور لنگر سے ہوتا ہوا بھگتاں پہنچا۔ دینا میں گورو جی نے ایک چٹھی "ظفر نامہ" اورنگ زیب کے نام لکھی تھی اس دھرتی کے چپے چپے کا سکھ اتہاس سے تعلق ہے۔

آگے کوٹ کپورا اور گنگ سر جیتو سے ہوتا ہوا جلوس مکتسر پہنچا۔ ہزاروں لوگ بڑی بے صبری سے جلوس کا انتظار کر رہے تھے۔ دربار صاحب میں گورو جی کے ہتھیار رکھے گئے تاکہ عوام ان کے درشن کر لیں۔ یہاں بھی گیانی ذیل سنگھ کو سروپا بھینٹ کیا گیا۔ جلوس پھر گوردسر سے ۴۰۰ کلومیٹر دور پہنچا۔ پھر جلوس کوٹ بھائی سے گپت سر ہوتا ہوا لکھیسر پہنچا۔

۶۴۰ کلومیٹر مارگ میں سے ۲۱۰ کلومیٹر مارگ بھٹنڈہ ضلع میں ہے۔ گوردوارے میں نہنگوں نے گیانی ذیل سنگھ کو پھر سروپا بھینٹ کیا۔ جلوس گونیانہ، بھٹنڈہ تھرمل پلانٹ، سنگت پکا کلاں، پکا خورد اور راما منڈی سے گذرا۔

آخر بیساکھی کے پوتر دن، ۱۳ اپریل کو جلوس دمدمہ صاحب پہنچا۔ امریکی سکھنیوں نے کیرتن کر کے سنگتوں کو باغ باغ کیا۔ گورچرن سنگھ ٹوہرہ نے گیانی ذیل سنگھ کو سروپا دیا۔ یہ بڑی عزت اور احترام کی بات تھی سیاسی اختلاف کو بھلا کر گیانی جی کے کام کی ہر طرف سے تعریف ہو رہی تھی یہ گیانی جی کی زندگی کا ایک عظیم واقعہ ہے۔

ایسے تاریخی واقعے کی مثال دیس کی تاریخ میں تلاش کرنا مشکل ہے۔ ۲۴ لاکھ لوگوں نے گورو جی کو خراج عقیدت پیش کیا۔ ہر مذہب، ذات اور فرقے

کے لوگوں نے اس عظیم یاترا میں حصہ لیا۔ ۲۱ کلومیٹر لمبا جلوس کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ اس میں ۵۰۰ کاروں، ۵۰۰۰ بسوں اور ٹرکوں، ان گنت ٹریکٹروں موٹر سائیکلوں اور سکوٹروں نے حصہ لیا۔

گیانی ذیل سنگھ نے گوروجی کے آدرشوں کو عملی جامہ پہنایا۔ لوگوں کو ان کے آدرشوں پر چلنے کی ترغیب دی۔ آج انسانیت کی بہبود تبھی ممکن ہے۔ جب ہم گوروجی کے آدرشوں پر چلیں۔ یہ مہان یاترا دیش کے اتہاس میں سُنہری حرفوں میں لکھی جائے گی۔

اس مہان یاترا کی خاص اہمیت ہے اس کے ساتھ فرقہ وارانہ اتحاد کے دروازے کھل گئے۔ یہی کارن ہے جب گیانی ذیل سنگھ چیف منسٹر تھے پنجاب میں کوئی فرقہ وارانہ جھگڑا، دنگا یا فساد نہیں ہوا۔ سیکولرازم کی جڑیں مضبوط ہوئیں پنجاب، وہ پنجاب بن گیا جس میں ذات پات کے تفرقے کا نام و نشان نہیں تھا۔ اس کا سہرا گیانی ذیل سنگھ کے سر تھا۔ یہ ایک ایسی شاندار کامیابی ہے جس کے متعلق دو رائیں نہیں ہوسکتیں۔ اگر وہ آج پٹنہ صاحب آنندپور صاحب، دمدمہ صاحب اور حضور صاحب، گورو گوبند سنگھ مارگ بنانا چاہتے ہیں تو وہ گورو گوبند سنگھ کا پیغام گھر گھر، دیش کے کونے کونے میں پہنچانا چاہتے ہیں۔

مختصر طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ یاترا اور گورو گوبند سنگھ مارگ کی تعمیر گیانی ذیل سنگھ کی شاندار کامیابی ہے۔ جو کچھ انہوں نے کر دکھایا شاید ہی کوئی دوسرا شخص کر سکتا یہ ان کے عزم اور اعتقاد کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ آنے والی نسلیں اُن کی ممنون رہیں گی۔

گیانی ذیل سنگھ کو بھارت کی سنسکرتی کے عظیم ورثے پر فخر ہے۔ وہ سب مذاہب کا احترام کرتے ہیں۔ مہا بیر جینتی پر گیانی جی نے ۵ لاکھ روپے مہا بیر فاؤنڈیشن کو شتابدی منانے کے لئے دیئے۔ انہوں نے اتنی ہی رقم آریہ سماج شتابدی منانے کے لئے دی۔ شتابدی پنجاب میں بڑی عقیدت اور احترام کے ساتھ منائی گئی۔ کئی جشن منائے گئے۔ رام تیرتھ استھان کے وکاس کے لئے گیانی ذیل سنگھ نے ۲۵ لاکھ روپے دیئے یہ وہ پوتر استھان ہے۔ جہاں بالمیکی رشی نے ماتا سیتا کو شرن دی تھی۔ یہاں ماتا سیتا نے اپنے دونوں بیٹوں۔ لو اور کُش کو جنم دیا۔ بھگوان رام چندر کی ماتا کوشلیا کے جنم

استھان گورم کو نیا روپ دیا گیا۔ وہاں کے زنانہ ہسپتال کا نام ماتا کوشلیا ہسپتال رکھا گیا۔

صرف اتنا ہی نہیں گیانی جی نے پٹیالہ کے سماج سیوک 'پیر جی' کو ۱۱۰۰۰ روپے اور دو شالہ بھینٹ کر کے ان کے کام کی تعریف کی۔

شہید اور سوتنتر تا سینانی لاکھوں لوگوں میں نئی رُوح پھونکتے ہیں۔ شہیدوں نے اپنا خون بہا کر ملک کو آزادی دلائی۔ انہوں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ لیکن اُف تک نہیں کی۔ وہ بھلے مر جائیں لیکن ملک آزاد ہو۔ یہی ان کا مقصد تھا گیانی ذیل سنگھ خود جنگ آزادی کے سپاہی تھے۔ انہوں نے آزادی کے سپاہیوں کی خوب تعریف کی۔ انہیں مالی امداد دی۔ ۸۰۰۰ پنجابی سوتنتر تا سینانیوں کو مدد دی گئی۔

شہیدوں اور جنگ آزادی کے سپاہیوں کی یاد میں سارے راجیہ میں ۱۱۶ پتھر لگائے گئے۔ ہر بلاک میں لگائے گئے ان پتھروں پر ایک طرف آئین کی تمہید اور دوسری طرف جنگ آزادی کے سپاہیوں کے نام کندہ ہیں۔ گیانی جی نے جنگِ آزادی کے سپاہیوں کا نام روشن کیا تاکہ آگے آنے والی نسلیں جان سکیں کہ دیش کی آزادی کے لئے کن لوگوں نے کتنی جدّوجہد کی۔

اسکولوں، کالجوں اور ہسپتالوں کے نام عظیم شخصیتوں کے نام پر رکھے گئے جیسے لدھیانہ اور امرتسر کے سرکاری کالجوں کے نام بتدریج دھون کالج اور سروپ رانی کالج رکھے گئے۔ سروپ رانی پنڈت جواہر لال نہرو کی ماں کا نام ہے۔ اور ستیش دھون گورنمنٹ کالج لدھیانہ کے ودیارتھی اور مشہور سائنسدان ہیں۔

گیانی ذیل سنگھ نے محکمۂ تعلیم کو حکم دیا کہ وہ اسکولی کتابوں میں شہیدوں اور جنگ آزادی کے سپاہیوں کے کارنامے شامل کریں۔ گیانی ذیل سنگھ نے سیکریٹریٹ اور اسکولوں کالجوں میں سگریٹ پینے پر پابندی لگائی۔ اس کے پیچھے کوئی فرقہ وارانہ جذبہ نہیں تھا بلکہ سگریٹ پینے سے آدمی کئی طرح کی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ شہید اعظم بھگت سنگھ کا نام رہتی دنیا تک نہیں مٹ سکتا۔ انہوں نے چھوٹی سی عمر میں وہ کچھ کر دکھایا جو کوئی نہیں کر سکتا۔ دیش کی آزادی کے لئے زندگی قربان کرنا۔ ہنس ہنس کے پھانسی کے پھندے کو چومنا بھگت سنگھ کے حصے میں آیا۔ ان کی شہادت نے دیش کو ایک سرے سے دوسرے سرے

تک ہلا دیا۔ انہوں نے جو آگ جلائی وہ تیز تر ہوتی چلی گئی۔ اور ایک بھگت سنگھ کی شہادت نے کئی بھگت سنگھ پیدا کیے، جنہوں نے دیش کے لئے جانیں قربان کیں۔

بھگت سنگھ نے جس ماہ کی کوکھ سے جنم لیا تھا وہ ماں مہان تھی۔ اس کا احسان کون چکا سکتا ہے۔ گیانی جی نے اُسے پنجاب ماتا بنایا۔ ایک خاص جشن کے ذریعہ یکم جنوری ۱۹۷۵ء کو اس ماں کا سنمان کیا گیا ایک ہزار روپے ماہوار پنشن مقرر کی گئی۔ اور ایک کار بھینٹ کی گئی۔ لیکن اس برس ماتا جی مئی میں پرلوک سدھار گئیں۔ اُن کا داہ سنسکار حسینی والا بھگت سنگھ کے سنسکار کی جگہ سرکاری دھوم دھام کے ساتھ کیا گیا۔ ہزاروں لوگوں نے خاموش اور آنکھوں میں آنسو بھر کر اس مہان دیوی کو شردھانجلی پیش کی۔

آج یہ باتیں چھوٹی لگتی ہیں لیکن ان کے نتیجے بہت بڑے ہیں۔ نئی نسل کا جو ان سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جس آزادی کو خون سے سینچا گیا ہے۔ اس کی حفاظت کیسے کرنی ہے۔

شہید اودھم سنگھ نے انگلینڈ جا کر جلیاں والا باغ کی خونی واردات کے لئے ذمہ دار اور اس وقت کے ظالم گورنر سر مائیکل اوڈائر کو گولی کا نشانہ بنایا۔ یہ کارنامہ سنہری حرفوں میں لکھا ہوا تاریخ کے اوراق کو جگمگاتا ہے۔ گیانی ذیل سنگھ نے شہید اودھم سنگھ کی استھیاں انگلینڈ سے منگوائیں۔ پالم ہوائی اڈے پر اُن کا سواگت کیا۔ اور شردھانجلی دی۔ استھیوں کا جلوس پنجاب کے شہروں میں نکالا گیا۔ تاکہ لوگ درشن کر کے خراج عقیدت پیش کریں۔

لالہ لاجپت رائے مہان نیتا تھے جنہوں نے آزادی کے لئے جدّوجہد کی۔ انہوں نے ملک کے عوام کو نئی راہ دکھائی ان کی بہو اور پوتی کو ایک جشن کر کے عزّت دی گئی۔ پنجاب کے گورنر نے لالہ لاجپت رائے کی بہو شریمتی سرسوتی رائے کو ۵۱۰۰۰ ہزار روپے بھینٹ کئے۔ گیانی ذیل سنگھ نے راشٹر کی طرف سے ان کا قرضہ چکانے کا جتن کیا۔ ۲ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو ویر حقیقت رائے کے بُت کی نقاب کشائی ہوئی۔ تاریخ میں ایک اور سنگ میل لگایا گیا۔ گورو تیغ بہادر کی شہیدی شتابدی قومی سطح پر منائی گئی۔ گورو جی نے دھرم کی رکشا کے لئے قربانی دی تھی۔ تاریخ میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ مقتول خود چل کر قاتل کے پاس پہنچا ہو۔ گورو

تیغ بہادر کی لاثانی قربانی کچلے ہوئے لوگوں کی دھارمک آزادی کے لئے تھی۔ گوروجی نے دقیانوسی نظام کے خلاف آواز اُٹھائی اور جان کی بازی لگا کر ہندو دھرم کی حفاظت کی۔ گیانی ذیل سنگھ اس مہان گورو کی یاد کو تازہ رکھنا چاہتے تھے۔ چنڈی گڑھ کے قریب گورو تیغ بہادر عجائب گھر قائم کیا تاکہ لوگوں کو اس عظیم شہادت کے بارے میں جانکاری حاصل ہو۔ گوروجی کے عقیدت مند صوفی سنت سیف الدین" بھائی متی داس، بھائی ستی داس، بھائی دیالا، بھائی جیتا شاہ، اور لکھی شاہ کی یادگاریں قائم کیں۔

گوروجی کی زندگی سے متعلق کتابیں شائع کی گئیں۔ آنندپور سے دلی تک پانچ سو کلومیٹر شہیدی یاترا کا بندوبست کیا گیا۔

وزیراعظم اندرا گاندھی نے کہا۔ "گورو تیغ بہادر جیسے مہان شہید بھارتیوں کو طاقت بخشتے ہیں۔ بھارت کی تواریخ میں سکھوں نے ایک مرتبہ سے زیادہ بار تکلیفیں جھیلی ہیں۔ اور وہ ہر مشکل میں سے زیادہ طاقتور ہو کر اُبھرے ہیں۔ میں پنجابیوں اور خاص کر سکھوں کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ انہوں نے بھارت کو بنایا ہے۔ وہ کہیں بھی ہوں۔ خواہ بھارت میں اور خواہ دُنیا کے کسی بھی کونے میں ملک کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔ سکھوں نے دُنیا کے ہر ملک پر اپنی چھاپ لگائی ہے۔ انہوں نے زندگی کو ہر میدان میں نیا موڑ دیا ہے۔"

وزیراعظم اندرا گاندھی نے وگیان بھون میں گورو تیغ بہادر کی تصویر کی نقاب کشائی کی۔ اور گوروجی کے ۵۷ اشلوکوں اور ۴ اشبدوں کے ریکارڈ بھی ریلیز کئے۔ گیانی جی نے گوروجی کو بھرپور شردھانجلی دیتے ہوئے کہا کہ گوروجی نے قربانی دے کر ملک کو بچا لیا تھا۔ وہ ساری انسانیت کے گورو تھے۔ ان کے نقش قدم پر چل کر ہی نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔ انہوں نے مذہب کی حفاظت کے لئے عظیم قربانی کی جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

اس وقت کے صدر جمہوریہ فخرالدین علی احمد نے گوروجی کی یاد میں ایک ڈاک ٹکٹ بھی جاری کیا۔

گیانی ذیل سنگھ پھولوں کے رسیا ہیں۔ روحانی اور تمدنی بیداری کے ساتھ ساتھ انہوں نے پنجاب کے ہر کونے کو خوبصورت بنانے کی حتی الوسع کوشش کی۔ سارے راجیہ میں پیڑ لگوائے، باغ باغیچوں کو سنوارا اور شہروں کو

خوبصورت بنایا۔ پنجاب کا چہرہ ہی بدل گیا۔ لدھیانہ کے قریب پھولوں کا باغ لگوایا کئی اور شہروں میں پارک بنائے گئے۔

مختصراً یہ کہ گیانی جی نے روحانی اور تمدنی بیداری کے سلسلے میں جو قدم اٹھائے ان سے فرقہ وارانہ اتحاد کو تقویت ملی۔ سب مذاہب کے لوگ ہندو، سکھ اور عیسائی بھائی بھائی کی طرح رہنے لگے۔ جب گیانی ذیل سنگھ وزیر اعلیٰ تھے پنجاب فرقہ وارانہ جھگڑے جھمیلوں سے دور رہا۔ کسی آندولن نے سر نہیں اٹھایا اور پنجابی اپنی شاندار روایتوں پر چلتے ہوئے ترقی اور وکاس کے کاموں میں مصروف رہے۔ فرقہ وارانہ ایکتا کے لئے کئے گئے گیانی جی کے کارنامے قابلِ تعریف ہیں۔

فراخ دلی

گیانی ذیل سنگھ نے حیرت انگیز تیزی سے آگے قدم بڑھائے ہیں۔ ایک غریب کسان گھرانے میں جنم لے کر وہ کٹھن تپسیا اور کڑی محنت سے زندگی کے بامِ عروج پر پہنچے ہیں۔ ایک دور دراز گاؤں کی ایک کچی کوٹھری میں جنم لے کر انہوں نے زندگی کی جن بلندیوں کو چھوا ہے وہ آنے والی نسلوں کے لئے مثال ہے۔ وہ زندگی بھر جدوجہد کرتے رہے۔ آج انہوں نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ الہ دین کے چراغ سے نہیں ہو گیا۔ اس کے پیچھے قربانی کی طویل داستان ہے۔

امریکہ کے صدر ابراہیم لنکن بھی لاگ کیبن سے اُٹھ کر وہائٹ ہاؤس تک پہنچے تھے ان میں کچھ ایسی خصوصیات تھیں جن کی بدولت وہ عظیم بنے۔ اس طرح گیانی ذیل سنگھ میں بھی لنکن کی طرح محنت کرنے کی طاقت، لگن، بے لوث خدمت کا جذبہ، دیانتداری، مضبوط عقیدہ، اور زندگی کو بھرپور جینے کی تمنا ایسے سارے اچھے گن ہیں۔ لیکن ان سب کے علاوہ گیانی جی کا جو سب سے بڑا گن ہے وہ ہے ان کی فراخدلی۔ وہ کسی کا بھی دُکھ درد سہہ نہیں سکتے۔ غریبوں اور محتاجوں کی مدد وہ اپنی بساط سے زیادہ کرتے ہیں۔

وہ زندگی کے ہر پڑاؤ میں سے گذرے ہیں۔ آج اگر کوئی بڑا سرکاری افسر یا وزیر ہوائی جہاز، ریل گاڑی یا بس سے اُتر کر اپنا بریف کیس کار تک لے جائے تو وہ قلی تو نہیں بن جاتا۔ مگر آج کتنے لوگ ہیں جو ایسا کر سکتے ہیں۔ لوگ کسی میٹنگ میں جاتے وقت اپنی فائیلیں بھی نہیں اٹھاتے گیانی جی چھوٹے سے چھوٹا کام کر سکتے ہیں۔ کرسی اُن کے پاؤں چومتی رہی اور اُن

سے دور ہٹتی رہی۔ کرسی ان کے لیئے کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ کئی بار حاصل ہوئی اور کئی بار گئی۔ لیکن گیانی ذیل سنگھ گیانی ذیل سنگھ بنے رہے۔ وہ سب سے پہلے گیانی ذیل سنگھ ہیں اور بعد میں اور کچھ۔

گیانی جی نے شروع زندگی میں جوتے گانٹھے، سڑکوں پر روڑی کوٹی، لکڑی کا کام کیا لیکن کیا کسی کے پاس اتنا فراخ دل ہے کہ وہ اپنی زندگی کے اس پہلو پر روشنی ڈالے۔ لوگ زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات کو چھپا کر رکھتے ہیں۔ یہ گیانی جی کے ہی حصے میں آیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کی کتاب کھول کر سامنے رکھ دیں۔

"میں اپنا کام خود کرنا کوئی برائی نہیں سمجھتا۔ میں اپنی ضرورتیں خود پوری کر سکتا ہوں۔ میں نے ہل چلایا ہے، اور کنوئیں بھی کھودے ہیں۔ ایک مرتبہ میں نے گورو گرنتھ صاحب کے پرکاش کے لیئے لکڑی کی ایک پالکی بنائی تھی۔ لوگوں نے خوب تعریف کی اور اُسے کلا کا نمونہ قرار دیا۔ میں کتابوں کی جلدیں باندھ سکتا ہوں میں کتابوں کو شیلف میں سنبھال کر رکھ سکتا ہوں تاکہ مجھے جس کتاب کی ضرورت پڑے اُسے فوراً نکال سکوں۔ میں کسی بھی کام کے لئے کسی پر منحصر نہیں رہنا چاہتا۔" گیانی جی بتاتے ہیں۔

کرسی نے گیانی جی کے من میں کبھی غرور پیدا نہیں کیا جب اُنہیں ایک قدم پیچھے ہٹنا پڑا ہے تو پھر وہ دو قدم آگے ہی بڑھے ہیں۔ ہر مشکل، ہر مصیبت سے نکل کر فتح حاصل کی ہے۔

وہ پیپسو میں وزیر تھے۔ وزارت سے استعفیٰ دے دیا اور اگلے ہی دن وہ پٹیالے کی سڑکوں پر پیدل یا سائیکل پر چلتے دکھائی دیئے۔ وہ ڈھابوں پر کھانا کھانے اور چائے پینے کے بڑے شوقین تھے۔ آج بھی اگر وہ پروٹوکول کے پابند نہ ہوں تو اپنے عوام، کسانوں، مزدوروں کے ساتھ مل کر چائے پیئیں کھانا کھائیں ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوں وہ عوام سے الگ نہیں ہو سکتے۔

وہ پانچ سال سے زیادہ پنجاب کے چیف منسٹر رہے اکالی جنتا سرکار آئی تو انہیں خوب تنگ کیا گیا۔ ستایا گیا اور انتقام کا شکار بنایا گیا لیکن گیانی جی نے ہمت نہیں ہاری۔ زندگی کی مشکلوں کو مسکراتے ہوئے برداشت کیا۔

وہ اس بات کے قائل تھے کہ زندگی میں آئی تکلیفوں کو زندگی ہی کا جزو سمجھو۔
ایک مرتبہ گیانی جی جالندھر میں ایک دوست کے گھر ٹھہرے ہوئے تھے۔ دل میں احساس تھا کہ وہ کسی پر بوجھ بن کر نہ رہیں۔ صبح سویرے اُٹھ کر اپنے ہاتھ سے چائے بناتے، خود پیتے اور اپنے دوست کو بھی پلاتے۔ کتنی بڑی بات ہے۔ بھول جاتے کہ کل وہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے۔ دوست پوچھتا۔ گیانی جی کیا کر رہے ہیں؟" جواب تھا۔ پھر کیا ہوا، آج میں ذیل سنگھ ہوں اور کل بھی ذیل سنگھ رہوں گا۔ اقتدار آتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ میں اپنی عادت کیوں چھوڑ دوں؟"
پنجاب کے لوگ گیانی جی کو ہر دلعزیز، سنہری دل والا اور دکھیوں کا ساتھی اور ہمدرد سمجھ کر یاد کرتے ہیں۔ ان کے لوگوں کے ساتھ اٹوٹ پیار اور خدمت کے جذبے نے انہیں دُنیا کی عظیم ہستیوں میں ہیرا بنا دیا ہے۔
راشٹرپتی کے چناؤ کے وقت کچھ تلخی پیدا ہوئی۔ بعض لوگوں نے ڈٹ کے مخالفت کی مگر راشٹرپتی بننے کے بعد وہ سب بھول گئے۔ میں سبھی ریاستوں کے، تمام علاقوں کے ہندوستانیوں کے ساتھ ایک ساتھ سلوک کروں گا۔ جن لوگوں نے میری مخالفت کی ہے اُن کے لئے بھی میرے دروازے کھلے ہیں۔ کوئی کسی ذات، دھرم یا فرقے کا ہو میرے لئے سب برابر ہیں۔" گیانی جی نے کہا۔
گیانی جی کو ہر کوئی مل سکتا ہے۔ نجی سیکریٹری نے پوچھا کہ فلاں شخص ملنا چاہتا ہے۔ جواب تھا "مل لینے دو"
وہ تو آپ کا کٹر مخالف تھا"
"پھر کیا ہوا۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اُسے پہلے ہی کافی سزا مل چکی ہے"
وہ شخص آیا۔ گیانی جی بڑے تپاک سے ملے اور باعزت وداع کیا یہ گُن ہر کسی میں نہیں ہو سکتے۔ دشمن کی گستاخی کو بھول کر اُسے معاف کر دینا۔
کیا یہ ایک عام آدمی کا طرز زندگی ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتیں چھوٹے چھوٹے واقعات انسان کو عظیم بنا دیتے ہیں۔ کرسی انسان کو عظیم نہیں بناتی۔ انسان کرسی کو عظیم بناتا ہے۔

ایک دن گیانی جی آرام کر رہے تھے۔ بتایا گیا کہ ایک دوست کے جوان بیٹے کی موت ہو گئی ہے۔ "کب انتقال ہوا ہے اُس کا؟" گیانی جی نے دریافت کیا۔
"آج سویرے۔"
"ہیں! مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟"
"آپ آرام کر رہے تھے۔"
"پھر کیا ہوا۔ اس کا جوان بیٹا چل بسا اور میں آرام کرتا رہوں؟" "کر تو کوئی کچھ بھی نہیں سکتا۔ قدرت کا کھیل ہے لیکن آدمی آدمی کی ڈھارس تو بندھاتا ہے۔"
دیکھتے ہی دیکھتے گیانی جی تیار ہو گئے اور منٹوں میں دوست کے گھر پہنچ گئے۔
ایسی بے شمار، ان گنت مثالیں ہیں یہ باتیں ختم ہونے والی نہیں۔ "ایسا کرنے سے میرے من کو شانتی ملتی ہے مجھے لگتا ہے جیسے میں کسی کا قرض چکا رہا ہوں جب میں کسی غریب کی سیوا کرتا ہوں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ کام مجھ سے کوئی غیبی طاقت کروا رہی ہے۔" گیانی جی کہتے ہیں
"کئی بار برے لوگ بھی آپ سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔" ان سے کہا گیا۔
"یہ اُن کا اپنا ضمیر ہے۔ میرا دل ہر ایک کے لئے صاف ہے۔" گیانی جی جواب دیتے ہیں۔
جب وزیرِ داخلہ تھے تو انہیں بتایا گیا کہ شہید پرتاپ سنگھ کی دھرم پتنی بی بی ہرنام کور سخت بیمار ہے۔ گوردواروں کی آزادی کے لئے لگائے گئے مورچے کے قیدیوں کو جب لایا جا رہا تھا تو شہید پرتاپ سنگھ انہیں پرشاد کھلانا چاہتے تھے۔ پولیس نہیں مانی۔ وہ گاڑی کے آگے لیٹ گئے۔ ٹکڑے ٹکڑے ہوئے، اور شہادت کا جام پی لیا۔ گیانی جی کے لئے شہید کو بھلا دینا ممکن نہیں تھا۔
وہ ہرنام کور کے گھر پہنچے۔ مجاہدینِ آزادی کے فنڈ میں سے مالی امداد دی صحت کے متعلق جانکاری حاصل کی اور تسلی دی کہ سرکار ان کے علاج کا بندوبست کرے گی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ سرکار شہید پرتاپ سنگھ کی یادگار قائم کرے گی۔
ہرنام کور نے گیانی جی کو بتایا "میں بھی سردار جی کے ساتھ گاندھی جی سے ملی تھی۔ ہم دونوں ان کی سودیشی تحریک سے بہت متاثر ہوئے تھے ہم نے گھر آکر سارے بدیشی کپڑے جلا دیئے اور کھدر پہننا شروع کر دیا۔ گیانی جی بہت خوش ہوئے۔
جب پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ تھے تو ہرنام کور کا ۳۰۰ روپے ماہوار وظیفہ مقرر کیا۔

تھا۔ فتح گڑھ میں جشن مناکر ان کی عزت افزائی کی تھی۔

جب وہ وزیر اعلیٰ تھے تو ایک مرتبہ بنگہ ضلع جالندھر کا دورہ کر رہے تھے ایک غریب کانگرسی ورکر نے التجا کی میرے بیٹے کے بیاہ میں ضرور آئیے" گیانی جی نے دعوت قبول کی اور کار اس کے گاؤں کی طرف موڑنے کا حکم دیا۔ اس کی بہو کو ۵۰۰ روپے کا شگن ڈالا اور مسکراتے ہوئے کار میں آ بیٹھے۔ بولے "کانگرسی ورکر بڑی اہمیت کے مالک ہیں ان کی خوشی میں شریک ہو کر میں نے کوئی احسان نہیں کیا۔ یہ تو میرا فرض تھا۔"

اکالی لیڈر گیانی کرتار سنگھ، گیانی ذیل سنگھ کے سیاسی مخالف تھے۔ جب ان کی بیماری کا پتہ چلا تو ان کی مالی امداد کی۔ علاج کا بندوبست کیا۔ وہ پرانے ساتھی جنہوں نے ان کے ساتھ کندھے سے کندھا ملاکر جدوجہد کی اور سکھ دکھ میں شریک رہے وہ انہیں کبھی نہیں بھولتے۔ اُن کے لئے گیانی جی کے دروازے ہمیشہ کھلے ہیں۔

جالندھر سازش کیس کے سزا یافتہ ایک اخبار نویس کو کسی تکنیکی نقص کی وجہ سے پنشن نہیں مل رہی تھی۔ اس نے کئی بار دروازوں پر دستک دی لیکن بیکار آخر گیانی جی سے مل کر انہیں اپنی دردبھری داستان سنائی۔ گیانی جی کا دل پسیجا۔ تین دن کے اندر اس کی پنشن جاری کرا دی۔

گیانی جی جب وزیر داخلہ تھے تو اُن کا چپڑاسی سڑک حادثے میں سخت زخمی ہو گیا۔ سر کھجلانے کی فرصت نہیں تھی۔ ان پر سارے ملک کی ذمہ داری تھی ہسپتال پہنچے، مالی امداد کی اور ڈاکٹروں کو اچھی طرح دیکھ بھال کرنے کا حکم دیا۔ بات چھوٹی ہے لیکن فراموش نہیں کی جا سکتی۔

گیانی جی عوام میں سے آئے ہیں۔ وہ انسانی دل کے اُتار چڑھاؤ سے واقف ہیں۔ راشٹرپتی بن گئے ہیں۔ کوئی شخص ملک کے کسی بھی کونے سے آیا ہو انہیں بغیر جھجک اور تذبذب کے مل سکتا ہے۔ انہوں نے عوام سے تعلق منقطع نہیں کیا۔ عوام ان کی طاقت ہیں۔ پراٹوکول کی پابندیاں توڑ کر اپنے ساتھیوں کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے ہیں۔ وہ کسی امیر آدمی کے لڑکے لڑکی کے بیاہ میں

چاہے نہ جائیں لیکن غریب آدمی کے دعوت نامے کو کبھی نظر انداز نہیں کرتے۔
سیاسی لیڈر اقتدار حاصل کرکے عوام سے ناتا توڑ لیتے ہیں گیانی جی کو اقتدار ۱۹۴۸ء ہی میں حاصل ہو گیا تھا لیکن ان کے رویے میں فرق نہیں آیا۔ سیاسی اقتدار سورج کی طرح ہے طلوع ہوتا ہے اور ڈوب جاتا ہے لیکن انسانی اوصاف اس ستارے کی طرح ہے جو سدا چمکتا رہتا ہے۔ خواہ اقتدار کا اُجالا ہو خواہ گمنامی کا اندھیرا۔

گمنامی میں تو گیانی جی لوگوں کے اور بھی نزدیک ہو گئے۔ لوگوں کی زندگی کو انہوں نے بڑے غور سے دیکھا۔ اصلی رنگ میں کیسے گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہیں۔ وزیر اعلیٰ تھے تو لوگ چیونٹیوں کی طرح چپکے رہتے تھے جب وزیر اعلیٰ نہیں رہے تو چائے کے پیالے کو بھی نہیں پوچھا۔ یہی زندگی کے رنگ ہیں۔

انسانی اوصاف کے مالک گیانی ذیل سنگھ اپنے دل میں کوئی بات نہیں رکھتے۔ دو گھڑی جس پر غصہ آیا بعد میں اُسے پیار بھی کیا۔ ہر کوئی ایسا نہیں کر سکتا۔

گیانی جی پھولوں کے اور خاص طور پر گلاب کے بہت شوقین ہیں۔ گلاب کا ایک تازہ پھول اپنی اچکن میں لگاتے ہیں۔ مغل باغ کی سیر کرتے ہیں تو پھول اُگانے والے مالیوں کا حال چال دریافت کرتے ہیں۔ اُن کے پریوار کا دکھ سُکھ دریافت کرتے ہیں اور ضرورت ہو تو دُکھ بٹاتے بھی ہیں۔

گیانی جی صفائی پسند ہیں۔ بنا کسی داغ دھبے کے صاف سُتھرے کپڑے پہنتے ہیں۔ بڑھیا کھانا کھانے کے شوقین ہیں۔ لیکن اب ذرا پرہیز برتتے ہیں ڈاکٹروں کی رائے بھی ماننی پڑتی ہے۔

یہ ہیں گیانی ذیل سنگھ کے انسانی اوصاف، جن کی بدولت وہ دنیا کی عظیم ہستیوں کی صف میں کھڑے ہو سکتے ہیں۔

حیرانی کی ایک اور بات ہے۔ ان کا اپنا کوئی گھر نہیں۔ جسے گھر کہا جاسکے۔ دو کمروں کا ایک چھوٹا سا گھر آنندپور میں بنایا تھا جو صدر جمہوریہ ہند کا عہدہ چھوڑنے کے بعد ان کی ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکتا۔ لوگوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے بعض کو تو رات بھی ان کے پاس گذارنی ہوتی ہے۔ لوگ گیانی جی کو ملنے آتے ہیں راشٹرپتی کو نہیں۔ پھر بھی آتے رہیں گے، شاید آج سے زیادہ آئیں لیکن دیکھیں وقت کے ساتھ کیا بنتا ہے۔

ذمہ داری بغیر کسی ڈر خوف کے غیر جانبدار رہ کر نبھاؤں گا۔ میں لوگوں کو تنبیہ کرنا چاہتا ہوں کہ ملک کو فرقہ پرستی، ذات پات کے تفرقے، سیاسی جمود تخریبی رجحانات، تشدد اور انتہاپسندی کی طاقتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ یہ طاقتیں ہماری عظیم وراثت کو کھوکھلا بنا رہی ہیں۔ وقت کا تقاضا ہے ان سے چوکنا رہنا۔"

گیانی جی نے ایشور کے نام کی سوگندھ انگریزی میں اٹھائی۔ دودھ کی طرح سفید شیروانی میں گلاب کا پھول مہک رہا تھا۔ گیانی جی وہاں موجود لوگوں سے بڑے تپاک اور محبت سے ملے۔

اخبار نویس اور ادیب

گیانی ذیل سنگھ نے اخبار نویسی کے میدان میں بھی اپنے جوہر دکھائے ہیں۔ اخبار نویسی ایک مشکل کام ہے۔ اخبار نویس کو کامیابی حاصل کرنے کے لئے بڑی محنت کرنی ہوتی ہے۔ اسے پہلے سے دھندے میں جمے ہوئے اخبار نویس سے آگے نکلنے یا ان کا مقابلہ کرنے کے لئے کڑی محنت اور جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ پھر اپنا اخبار نکالنا، اس کا ایڈیٹر بننا، مینیجر ہونا، اشتہار اکٹھے کرنا اور پھر خود ہی اخبار پوسٹ کرنا اخبار نویس ہونے سے بھی مشکل ہے گیانی ذیل سنگھ نے یہ تجربہ کیا ہے۔ کوئی بھی اخبار کامیابی کی منزل تب تک طے نہیں کر سکتا جب تک اس کے پیچھے کسی بڑے کارخانہ دار یا سیاسی پارٹی کا ہاتھ نہ ہو۔

گیانی جی نے ۱۹۵۲ء میں ایک پہلے سے چل رہے اخبار کے ایڈیٹر بنے۔ گورچرن سنگھ فیروزپوری اس کے پرنٹر و پبلشر تھے۔ جب گیان سنگھ راڑے والا کے منتری منڈل نے ''استعفیٰ'' دیا تب گیانی جی کو اخبار نویس بننے کی سوجھی

گیانی جی نے تھوڑے سے پیسے دے کر اخبار کا جس کا نام سیوک تھا بندوبست سنبھال لیا ایسا انہوں نے یہ سوچ کر کیا تھا کہ ڈکلیریشن لینے پر وقت ضائع نہیں کرنا پڑے گا۔ اور ہو سکتا ہے کہ پرچے کے پہلے سے کچھ گاہک ہوں اور اشتہار بھی ملتے ہوں۔

گیانی جی نے بڑے مشکل کام میں ہاتھ ڈالا۔ پنجابی کا اخبار پڑھنے والے اس وقت

برائے نام تھے۔ گیانی جی کے پاس کچھ زیادہ سرمایہ بھی نہیں تھا۔ انہوں نے اس پرچے کو پھر کیوں اپنے ہاتھوں میں لیا؟ پیسہ کمانا ان کا مقصد نہیں ہو سکتا تھا نہ وہ کسی کی پگڑی اچھال سکتے تھے۔ اس لئے کہ وہ اپنے وچار لوگوں تک پہنچانا چاہتے تھے۔ وہ اپنے سیاسی خیالات کا پرچار کرنا چاہتے تھے۔ وہ اپنے اصول جن کا اب تک پرچار کر نہیں پائے تھے عوام کے سامنے رکھنا چاہتے تھے۔ پیسے اُن کے پاس تھے نہیں۔ وہ دوبار پیپسو کے وزیر رہ چکے تھے لیکن پیسہ پھر بھی نہیں جوڑا۔ گیانی جی کے پیچھے کسی کارخانہ دار کا بھی ہاتھ نہیں تھا۔ کیونکہ وہ تو بڑی تعداد میں چھپنے والے اخباروں کا ساتھ دیتے ہیں۔ گیانی جی کی اپنی سیاسی پارٹی ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ اس میں نہ صرف بری طرح پھوٹ پڑی ہوئی تھی بلکہ اس کی اپنی جھولی خالی تھی۔

خواہ تمام مشکلات سامنے تھیں پھر بھی گیانی جی نے اخبار نویسی کا دھندا اپنایا انہیں اپنے قلم پر بھروسہ تھا۔ خالصہ سیوک نام دھارمک لیکن پالیسی خالص قوم پرست اس پرچے نے ملک کی بہتری و بہبود اور ترقی و بہبود کو مدّ نظر رکھا۔ اس میں قومی اتحاد اور جذباتی میل جول سے متعلق مضامین زیادہ چھپتے تھے۔ گیانی جی نے سیاسی مسائل کے متعلق زوردار مضمون لکھے۔ صرف تنقید اور نکتہ چینی ہی نہیں کی۔ بلکہ ہر مسئلے کا حل بھی پیش کیا۔

ایڈیٹری کے علاوہ پروف پڑھنے اور اشتہار وغیرہ اکٹھے کرنے کا کام بھی گیانی جی خود کیا کرتے تھے۔ مالی حالت پہلے بھی اچھی نہیں تھی وہ اور مشکلوں میں پھنس گئے۔ پرچے سے روٹی کیا کمانی تھی، یار دوستوں سے ملنے والی مالی امداد بھی کم ہوتی چلی گئی۔

کچھ برس تو کھینچ تان کر اخبار چلاتے رہے۔ لیکن کتنے دن کھینچا جا سکتا تھا۔ آخر بند کرنا پڑا۔ گیانی جی اخبار نویسی میں بری طرح ناکام رہے۔ منزل پر نہ پہنچ سکے۔ لیکن مضبوط ارادے اور ہمت والے تھے۔ دل نہیں ہارا حوصلہ نہیں چھوڑا۔ جدّوجہد کرتے رہے غریبوں کا بھلا کرنا پہلا مقصد تھا اسے انجام دیتے رہے۔

لیکن اخبار نویسی سے بہت کچھ سیکھا۔ مالی طور پر نہ سہی دنیاوی طور پر بہت کچھ حاصل کیا۔ ان کے کچھ اداریوں نے لوگوں کے جذبے کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ انہوں نے غریبوں، محتاجوں اور مظلوموں کی طرفداری کی۔ خالصہ سیوک روزنامہ تھا چھ صفحے ہر روز چھپتے تھے۔ قیمت پانچ پیسے تھی تاکہ زیادہ سے زیادہ ہاتھوں میں پہنچ سکے۔

پرچے میں گیانی جی کے اداریے اور مضامین کے علاوہ طنز و مزاح کا کالم بھی ضرور ہوتا تھا۔ دیس بدیس کی خبریں ہوتی تھیں۔ ایک مرتبہ پرچے میں "ٹرک ساہتیہ" عنوان سے ایک دلچسپ مضمون شائع ہوا۔ جو مزاح کے ساتھ ساتھ ٹرک والوں کی دشوار زندگی کی ایک جھلک پیش کرتا تھا۔ عام طور پر جو شعر ٹرکوں پر لکھے رہتے ہیں ان کا گہرا تجزیہ تھا۔ زندگی کی صحیح تصویر، شکلیں، جفاکشی، لمبے سفر کی تکالیف اس ڈھنگ سے بیان کی گئی تھیں کہ ٹرک والوں سے واقعی ہمدردی پیدا ہو جاتی تھی۔

گیانی جی کو پتہ چل گیا کہ کون کون سے دوست مشکل کے وقت کام آتے ہیں اور کون ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ انہیں اخبار نویسوں کی زندگی کے بارے میں جانکاری حاصل ہوئی۔ وہ کس طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کے کیا مسائل ہیں اور وہ انہیں کیسے حل کرتے ہیں۔ بھوکے مرتے ہیں۔ لیکن پیشے کو خیر باد نہیں کہتے۔ دن رات محنت کرتے ہیں تاکہ کسی دن عظیم اخبار نویس بن جائیں، لیکن انہیں یہ دن دیکھنا نصیب نہیں ہوتا۔

اس پیشے میں کام کرتے ہوئے گیانی جی نے اخبار نویسوں کی زندگی کا گہرا مطالعہ کیا اور ان کے دل میں ان سے ہمدردی پیدا ہو گئی۔ ان کے دل میں اخبار نویسوں کے لئے احترام بڑھ گیا۔ وہ پریس کی مکمل آزادی میں وشواس رکھتے ہیں۔ اس آزادی کا مطلب ہے۔ اخبار نویس کی آزادی نہ کہ اخبار کے مالک کی آزادی۔ مالک تو اخبار نویس کی محنت پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ اس کا لہو نچوڑ کر دولت کماتے ہیں۔

گیانی جب پنجاب کے وزیر اعلیٰ اور پھر وزیر داخلہ بنے تو انہوں نے اخبار نویسوں کی توفیق سے زیادہ مدد کی۔ جب بھی کوئی اخبار نویس مصیبت میں پھنس جاتا۔ گیانی جی اس کی مدد کرتے۔ وہ وزیر اعلیٰ کے نجی فنڈ میں سے اخبار نویسوں کو مالی امداد دیتے۔ انہوں نے دیش میں کئی پریس کلب قائم کرنے کے سلسلے میں قدم اٹھائے۔ مالی مدد کی۔ خاص طور پر چنڈی گڑھ کا پریس کلب اُن کی دین ہے۔

گیانی جی پروٹوکول کی پابندیاں توڑ کر اخبار نویسوں سے ہر وقت ملتے ہیں۔ ان کے ساتھ تبادلہ خیالات کرتے ہیں۔ ان کے دروازے اخبار نویسوں کے لئے

ہمیشہ کھلے ہیں کوئی اخبار نویس ان سے ملاقات کرنا چاہتا تو اُسے فوراً وقت مل جاتا ہے۔ ملاقات کرتے اور امداد دیتے وقت یہ بھی نہیں دیکھتے کہ اس کا تعلق کس سے ہے۔ وہ خواہ ان کے خلاف ہی کیوں نہ لکھتا ہو کوئی پرواہ نہیں کرتے انہیں تو ضرورت مند اخبار نویس کی مدد کرنی ہے وہ دکھ سکھ کے وقت اخبار نویسوں کے گھر میں بلا جھجک جاتے ہیں۔ یہ ان کی بڑائی ہے۔

گیانی جی نے اخبار نویسوں کی زندگی کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ ان کی خوبیاں اور خامیاں جانتے ہیں۔ اس لئے وقتاً فوقتاً انہیں صلاح بھی دیتے ہیں۔ ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ۲۳ر اگست ۱۹۸۱ء کو نئی دہلی میں انہوں نے آل انڈیا نیوز پیپرز ایڈیٹرز کانفرنس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "امن کی ذمہ داری سرکار پر ہے لیکن اس سلسلے میں پریس بھی اہم رول ادا کر سکتا ہے۔" انہوں نے ایڈیٹروں سے کہا "جرائم کی خبریں بڑھا چڑھا کر شائع نہ کیا کرو تاکہ سماج میں ڈر نہ پھیلے۔ آپ کا فرض ہے کہ دیش میں ہو رہی وارداتوں کے متعلقہ صحیح واقفیت مہیا کریں۔ افواہیں نہ چھاپی جائیں صرف وہی خبریں شائع کی جائیں۔ جو صداقت پر مبنی ہوں۔ اخبار نویسوں کا فرض ہے کہ وہ سماج کے تمام طبقوں کے علم و آگہی میں اضافہ کریں تاکہ وہ امن قائم کرنے میں سرکار کے ساتھ تعاون کر سکیں۔ اخبار نویس عوام میں بیداری پیدا کر سکتے ہیں۔

پریس سرکار کو تعاون دے تاکہ ملک و قوم کو درپیش مسئلوں کا صحیح حل ڈھونڈا جا سکے۔ ہر مسئلہ آپسی بات چیت سے طے ہونا چاہئے۔ کوئی بات ایسی نہیں ہونا چاہئے جو ملک کی ترقی اور فروغ میں رکاوٹ ہے۔"

گیانی جی نے کہا۔ "میں پریس کی آزادی کا حامی ہوں لیکن اخبار نویسوں کو بھی چاہئے۔ کہ وہ ایسا کچھ نہ لکھیں جس سے ملک کے مفاد کو نقصان پہنچے۔ جمہوریت میں اخبار نویسی کی بڑی اہمیت ہے۔ وہ ملک کے عوام میں پیار اور محبت کا جذبہ پیدا کر سکتے ہیں۔ آج بھارت میں پریس کو پوری آزادی حاصل ہے لیکن اس آزادی کا ناجائز استعمال نہیں ہونا چاہئے۔

آپ لوگ سرکار کی تنقید کریں اور غلطیوں پر انگلی رکھیں تاکہ سرکار اس طرف دھیان دے۔

"آپ لوگ فرقہ پرستی اور علاقہ پرستی کے خلاف ڈٹ کر لکھیں تاکہ اتحاد بنا رہے۔ یوں آپ لوگ ملک کی غیر معمولی خدمت کریں گے۔"

گیانی جی نے ایک مرتبہ ہندوستان کی تمام زبانوں کے اخبار نویسوں سے کہا آپ اخبار نویسوں کے معیار کو اونچا اٹھائیں، اشتعال انگیز خبریں چھاپنے سے احتراز کریں اور سرخیاں صحیح صحیح دیں۔

پریس سے متعلق گیانی جی کے خیالات بہت صاف ہیں۔ وقتاً فوقتاً انہوں نے جن خیالات کا اظہار کیا ان کا خلاصہ یہ ہے۔

"اخباروں کا فرض ہے کہ وہ سرکار کی پالیسیوں کی تعمیری تنقید کریں۔ ان میں سرکاری پالیسیوں کی اچھائیوں برائیوں کو سمجھنے کی صلاحیت ہونی چاہیئے جن پالیسیوں کے بارے میں وہ سمجھتے ہوں کہ وہ آئین کے برعکس ہیں یا ان سے آئین کی کسی مد کی خلاف ورزی ہوتی ہے تو وہ سرکار کا دھیان اس طرف دلائیں۔ اخبار سرکار کی کامیابیوں سے متعلق خاص طور پر ترقی کے میدان میں بڑھ چڑھ کر خبریں شائع کریں اخبار جمہوریت کا اہم جزو ہیں۔ ہمارے آئین میں اخباروں کو آزادی دی گئی ہے۔ لیکن آزادی کا مطلب ہے اخبار نویس کی آزادی نہ کہ اخبار کے مالک کی آزادی۔ اخبار دیش کے جمہوری نظام کو مضبوط بنانے میں بھرپور حصہ لیں۔

بعض مرتبہ اخبار دیش کے کسی حصے میں چل رہے آندولن کو بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر چھاپتے ہیں۔ اگر مٹھی بھر لوگ ملک کے اتحاد کے خلاف آندولن کھڑا کرتے ہیں تو اخبار نویس اپنے اخباروں میں ملک کے غداروں کو کوئی جگہ نہ دیں اخبار کی اشاعت بڑھانے کے لالچ میں وہ جھوٹی اور بے سر پیر کی خبریں نہ چھاپیں۔

مثال کے طور پر خالصتان کی بات لے لیجئے۔ یہ غیر ممالک میں رہنے والے چند لوگوں کا نعرہ ہے۔ اس کی ملک کے اور خاص کر پنجاب کے عوام میں کوئی شنوائی نہیں۔ لیکن اس نعرے کو بہت زیادہ اچھالا گیا ہے۔ کوئی عقلمند انسان اس آندولن کی حمایت نہیں کر سکتا۔ یہ تحریک ملک کے اتحاد اور یک جہتی کو نقصان پہنچاتی ہے۔ یہ سکھوں کے لئے نہایت خطرناک ہے۔ اس آندولن کے بعض نام نہاد رہنماؤں کے بیانات کو اخباروں میں خاص جگہ دی جاتی ہے۔ لیکن جو لوگ اس تحریک کے خلاف ہیں۔ ان کے بیان اخبار کے کونے میں چھاپے جاتے ہیں۔

"اخبار ہمیں ٹھوس تجاویز دیں ہم ان پر غور کرنے کو تیار ہیں۔ قومی اور بین الاقوامی دونوں میدانوں میں اپنی پالیسیاں بنانے میں اخبار نویس ہماری رہنمائی کریں۔ ملک عظیم ہے ملک کے مفاد کی حفاظت کریں اخباروں کو اونچی اخلاقی قدروں کا پرچار کرنا چاہیئے تاکہ

عوام کا کیریکٹر اونچا اُٹھے ۔"
ادیب کی حیثیت سے گیانی جی نے بہت لکھا ہے لیکن اُن کی تحریریں بہت کم شائع ہوئی ہیں۔ جب انہوں نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تھا تو انہوں نے کچھ نظمیں بھی لکھیں۔ ان نظموں میں شروع کی تخلیقات کی طرح کچھ خامیاں ضرور تھیں لیکن خیالات کے اعتبار سے ان نظموں کو اچھا کہا جا سکتا ہے۔ ان نظموں سے جن خیالات کا اظہار ہوا ہے۔ ان میں خاص عظمت تھی۔ اُن نظموں کا ملک کے نوجوانوں پر گہرا اثر پڑا کیونکہ ان میں ملک کا پیار، دیش بھگتی اور وطن کے لئے مر مٹنے کی تمنا بہت زبردست ہے۔ گیانی جی نے خود بتایا " میں نے بہت سے مضمون اور نظمیں کاغذ کے پرزوں پر لکھے تھے۔ لیکن جب میں جیل گیا پولیس نے میرے گھر کی تلاشی لی تو سب چیزیں گم ہو گئیں۔ میرا قیمتی خزانہ ضائع ہو گیا۔ میری پیاری ماں نے میری کچھ تخلیقات بچانے کا جتن کیا اس نے میرے سارے کاغذ سمیٹ کر ایک بکس میں رکھے، اور پڑوسی کے گھر رکھ آئی۔ لیکن بد قسمتی یہ کہ جب میں جیل سے رہا ہو کر باہر آیا تو سب کچھ برباد ہو چکا تھا۔ میری ماں پرلوک سدھار گئی تھی پڑوسی جس کے گھر بکس رکھا تھا وہ بھی مر گیا تھا۔ بکس کا کہیں نام و نشان نہیں ملا۔ میرے جذبات پر گہری چوٹ لگی۔"
اب کچھ بھی باقی نہیں بچا۔ نہ گیانی جی کو کچھ زبانی یاد ہے۔ بعض وقت کچھ اِکّا دُکّے مصرعے یاد آجاتے ہیں۔
گیانی جی نے کچھ مضمون سکھ مذہب سے متعلق بھی لکھے ہیں لیکن یہ اتنے تھوڑے ہیں، کہ لوگوں پر زیادہ اثر نہیں پڑا لیکن سکھ مذہب سے متعلق ان کے سٹیٹسمین میں چھپے مضمون کی بہت تعریف ہوئی۔ انہوں نے سکھ گوروؤں کے نظریے کو واضح طور پر نئے انداز سے پیش کیا اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ گیانی جی نے سکھ دھرم اور اس کے فلسفے کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ بعد میں یہ مضمون کئی زبانوں میں چھپا۔ ایک ادارے نے اسے پمفلٹ کی شکل میں بھی شائع کیا۔
گیانی جی ادیبوں اور فنکاروں سے بے حد پیار کرتے ہیں۔ وہ خود بہت زیادہ پڑھتے ہیں۔ انہوں نے دنیا کی کئی عظیم شخصیتوں کی سوانح حیات پڑھی ہیں سوانح حیات خواہ کسی جمہوری صدر کی ہو یا ڈکٹیٹر کی ہو، وہ ضرور پڑھتے ہیں وہ پنجابی میں ناول بھی بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ دھارمک گرنتھوں کا انہوں نے گہرا

مطالعہ کیا ہے ۔سوانح حیات میں سے گیانی جی اہم نکتے نوٹ کر لیتے ہیں اور اپنی تقریروں میں ان کے حوالے دیتے ہیں۔

سقراط اور افلاطون کے سیاسی نظریے سے وہ بہت متاثر ہوئے ہیں۔ ایک قابل ایڈمنسٹریٹر کے لئے ان نظریوں کی جانکاری ضروری ہے۔

ادیبوں سے متعلق گیانی جی کے خیالات بڑے واضح اور اہم ہیں۔ادیب کے دماغ پر کوئی بوجھ نہیں ہونا چاہیئے۔اس کے اندر تناؤ نہ ہو۔جنتا سے دور ہو تاکہ وہ اپنے خیالات اور جذبات کو غیر جانبداری اور نڈرتا سے پیش کر سکے۔سرکار کا فرض ہے کہ وہ اس بات کا دھیان رکھے کہ ادیب کو کسی طرح کی پریشانی تو نہیں دانشور لوگوں کی زندگی سنوار بھی سکتے ہیں اور بگاڑ بھی سکتے ہیں۔وہ جنتا کو سیدھی راہ پر ڈال بھی سکتے ہیں اور غلط راہ پر بھی۔اس لئے انہیں بھوک اور تنگدستی سے بچائے رکھنا چاہیئے۔لیکن کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے۔کہ جب ادیب کے پاس پیسہ آجاتا ہے۔تو وہ عیش پرستی میں پڑ جاتا ہے۔اور اُسے خراب باتیں سوجھتی ہیں۔

"ہر ایک ادیب کے پاس ایک ٹیپ ریکارڈ ہونا چاہیئے۔تاکہ جب کبھی کوئی بات اس کے ذہن میں آئے تو وہ اسے ریکارڈ کرے اور بعد میں کاغذ پر اتارے سرکار کو اس طرف بھی دھیان دینا چاہیئے۔"

گیانی جی جب پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے تو انہوں نے ادیبوں کی دل کھولکر مدد کی۔ادبی انجمنوں کو گرانٹس دیں تاکہ وہ اپنے کام کو صحیح ڈھنگ سے سرانجام دے سکیں ان کے دور میں ادیبوں کو کتابیں چھاپنے کے لئے مالی امداد دی گئی اور ادیبوں کی عزت افزائی کی گئی۔

گیانی جی نے ادب کی ترقی اور اشاعت میں بھرپور حصہ لیا ہے وہ لوگ جو ادیبوں اور دانشوروں کے دکھ درد میں وقتاً فوقتاً شریک ہوتے ہیں۔گیانی جی ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔اور مدد کرتے ہیں۔ادب زندگی ہے۔اور زندگی ادب ہے۔زندگی کی دھارا کو نیا موڑ دینے والے لوگ بھی عزت،احترام اور حوصلہ افزائی کے حقدار ہیں۔

جولائی ۱۹۷۴ء میں پنجابی یونیورسٹی پٹیالہ نے گیانی جی کو ڈاکٹر آف لا کی ڈگری سے نوازا۔یہ ڈگری انہیں پنجابی زبان،ادب،اخلاق ہر شعبے کو متاثر کرنے کے لئے دی گئی ♣

خار دار راستے

۱۹۷۷ء کا برس ہندوستان کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ایمرجنسی کے دوران لوک سبھا کے چناؤ ہوئے اور سارے دیش میں جنتا پارٹی کے حق میں ہوا چل پڑی۔ کانگرس کو آزادی کے تیس برس بعد پہلی مرتبہ شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ تاریخ کا رخ بدل گیا۔ مارچ میں جنتا پارٹی نے شری مرارجی ڈیسائی کی رہنمائی میں مرکز میں سرکار بنائی۔ جنتا پارٹی میں کئی چھوٹی چھوٹی پارٹیاں شامل تھیں جن کا کوئی مشترکہ پروگرام نہیں تھا۔ ہر ایک پارٹی اپنی اپنی راہ پر چلتی تھی۔

۳۰ اپریل ۱۹۷۷ء کو راشٹرپتی نے متعدد ریاستوں اتر پردیش، مدھیہ پردیش پنجاب، ہریانہ، ہماچل پردیش، راجستھان، مغربی بنگال، بہار، اور اڑیسہ کی اسمبلیاں جہاں کانگرس سرکار تھی، توڑ دی۔ راشٹرپتی کا وشواس تھا کہ ان راجیوں میں سرکاریں آئینی ڈھنگ سے کام نہیں کر رہی ہیں ۱۹۷۷ء کے لوک سبھا چناؤ میں کانگرس کو پنجاب کی تیرہ سیٹوں میں سے ایک بھی سیٹ نہ ملی۔ کانگرس کی ساکھ اپنے ۹۲ برس کی تاریخ میں اتنی کبھی نہیں گری تھی جتنی کہ اب گری۔ کانگرس پارٹی میں بری طرح پھوٹ پڑ گئی۔ ہر کوئی دوسرے کو شکست کا ذمہ دار ٹھہراتا تھا۔ ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچی جا رہی تھی۔ گیانی جی غیر متزلزل رہے اور اپنی نیتا شریمتی اندرا گاندھی کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ انہوں نے کہا کہ سیاسی وجوہ کی بنا پر جنتا پارٹی نے اپنے حقوق کا ناجائز استعمال کیا ہے۔ ۲ مئی ۱۹۷۷ء کو پنجاب میں راشٹرپتی راج لاگو ہو گیا۔

صدر راج لاگو ہوتے ہی بابو برشس بھان پردھان کانگرس فار ڈیموکریسی اور

سریندر سنگھ کیروں نے گورنر پنجاب سے مطالبہ کیا کہ گیانی ذیل سنگھ نے جلد بازی میں جو تقرریاں کی ہیں وہ سب منسوخ کی جائیں۔ گورنر ایم ایم چودھری نے کہا کہ اگر یہ تقرریاں بے قاعدہ ثابت ہوئیں تو انہیں منسوخ کر دیا جائے گا۔ ان تقرریوں پر قانونی، آئینی اور اخلاقی۔ ہر پہلو سے غور کیا جائے گا۔

جون ۱۹۷۷ء میں پنجاب میں چناؤ ہونا تھا۔ گیانی جی کا پہلے یہ خیال تھا کہ وہ خود اسمبلی کا چناؤ لڑنے کے بجائے کانگرسی امیدواروں کے حق میں پرچار کریں۔ لیکن بعد میں ہائی کمان کے فیصلہ کے مطابق انہوں نے آنندپور روپڑ حلقے سے چناؤ لڑنا منظور کر لیا۔ کانگرس اور کمیونسٹ پارٹی نے سیٹوں پر سمجھوتہ کر لیا۔

اس دوران ایک واردات یہ ہوئی کہ گورنر ایم ایم چودھری نے گیانی ذیل سنگھ کے ذریعے کی گئی اکثر تقرریاں منسوخ کر دیں۔ گیانی ذیل سنگھ نے گورنر کے حکم کو ناجائز بتاتے ہوئے کہا کہ تقرریاں منسوخ کر کے اس نے کوئی اچھی روایت قائم نہیں کی۔ راشٹرپتی راج کے تحت سرکار کو غیر جانبدار رہنا چاہئے تھا۔ اور اسے کوئی فیصلہ سیاسی نظریئے کو مدنظر رکھ کر نہیں کرنا چاہئے تھا۔

اس وقت کے وزیر داخلہ چودھری چرن سنگھ نے پنجاب کے گورنر سے ساری کیفیت طلب کی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ گیانی ذیل سنگھ کے خلاف کنبہ پروری اور بھرشٹاچار کے جو الزامات ہیں ان سے متعلق صحیح صحیح جانکاری بھیجو۔

گیانی ذیل سنگھ نے اپنے نامزدگی کے کاغذات آنندپور اور روپڑ حلقے سے داخل کئے۔ ان کی اصلی ٹکر دو امیدواروں۔ راجندر سنگھ (آزاد) اور ہرگوپال سنگھ (جنتا) کے ساتھ تھی۔ سات اور آزاد امیدوار بھی میدان میں تھے۔

بھرشٹاچار کے الزامات کے بارے میں گیانی جی نے کہا کہ وہ کسی بھی غیر جانبدار جانچ سے نہیں ڈرتے کیونکہ اپنی سیاسی زندگی میں انہوں نے کسی بھی معاملے کو دبا دینے میں وشواس نہیں رکھا۔ انہوں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا۔ جس کا ان کا ضمیر اجازت نہ دیتا ہو۔ یا وہ کام محتاجوں، مظلوموں اور غریبوں کے خلاف جاتا ہو۔

"صداقت میرے ساتھ ہے۔ میں ان الزامات کی زوردار الفاظ میں تردید کرتا ہوں۔ میں کسی دباؤ سے نہ خوفزدہ ہوں، نہ ڈروں گا۔ اور نہ اپنی چنی ہوئی راہ سے پیچھے ہٹوں گا۔ جو میرے دشمن اور سیاسی مخالف میری مذمت کرنا چاہتے ہیں، وہ مجھ

پر دباؤ ڈال کر یا دھمکیاں دے کر مجھے سچی راہ سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ میں ان کی چالوں میں نہیں پھنسوں گا۔" گیانی ذیل سنگھ نے مخالفوں کو للکارا کہ یا تو وہ ان کے خلاف لگائے گئے الزامات کو ثابت کریں یا پھر پبلک زندگی سے دستبردار ہو جائیں۔

گیانی جی نے اپنے حلقے کا دورہ کیا۔ پبلک جلسوں میں بھاشن کئے۔ لوگوں نے جگہ جگہ بڑی گرمجوشی سے ان کا سواگت کیا۔ جب وہ وزیر اعلیٰ تھے تو اس حلقے کی ترقی کے لئے بھرپور کوشش کی تھی۔ پچھڑے ہوئے علاقے کو وکاس کے شکھر پر پہنچا دیا تھا۔ اسپتال کھولا تھا، مارکفیڈ کھاد کا کارخانہ لگایا تھا۔ دیہات میں پانی کی سہولتیں مہیا کی تھیں اور پکی سڑکیں بنا کر لوگوں کی زندگی کو آسان بنایا تھا۔" وہ صبح سویرے اٹھتے اور دن بھر گاؤں گاؤں گھوم کر لوگوں کو کانگرس کے آدرشوں سے متعلق بتاتے۔ انہوں نے لوگوں کے ساتھ ذاتی تعلق قائم کیا اور فضا اپنے حق میں کر لی۔

صاف ظاہر ہے کہ جنتا لہر کے باوجود ان کی جیت یقینی ہے علاقے کے لوگ گیانی جی کا احترام کرتے تھے۔ اتنے میں ایک آزاد امیدوار منگل سنگھ کی موت ہو گئی اور چناؤ منسوخ کر دیا گیا۔ گیانی جی خود چناؤ نہیں لڑ سکے مگر انہیں پنجاب کی سیاسی زندگی سے نکالنا مشکل تھا۔ مخالف طاقتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ان میں اب بھی بھرپور طاقت تھی۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ دوسرے کانگرسی امیدواروں کے حق میں چناؤ دورے کریں گے۔ انہوں نے ریاست کے کونے کونے میں جا کر لوگوں کو کانگرسی امیدواروں کو ووٹ دینے کی ترغیب دی۔ لیکن ہوا کا رُخ دوسری طرف تھا۔

نتیجے نکلے تو کانگرس کو ۱۱۷ میں سے صرف ۱۶ سیٹیں ملیں، اکالی دل کو ۵۸، جنتا پارٹی کو ۲۴، کمیونسٹ پارٹی کو ۷، مارکس وادیوں کو ۸، اور آزاد امیدواروں کو ۴ سیٹیں حاصل ہوئیں۔ ۲۰ جون ۱۹۷۷ء کو پرکاش سنگھ بادل نے چیف منسٹر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ اور یوں اکالی جنتا سرکار قائم ہوئی۔

اب گیانی ذیل سنگھ کے لئے ایک بار پھر مصیبتیں سہنے کا وقت آ گیا۔ حکمرانوں نے انتقام کے جذبے سے انہیں تنگ کرنا شروع کیا۔ انہیں سیاسی زندگی سے نکال باہر کرنے کی کوششیں ہوئیں انہیں ذلیل کرنے اور نیچا دکھانے

کی کو سازشیں رچی گئیں۔ انہیں دو مرتبہ گرفتار کیا گیا۔ دوست ان کا ساتھ چھوڑ گئے۔ وقت کا پہر ہے۔ کل کے وزیر اعلیٰ کو آج ذلیل و خوار کیا جا رہا تھا۔ ان پر جھوٹے مقدمے بنائے گئے۔ جن کا مقصد صرف تنگ کرنا اور خوار کرنا تھا۔

مگر گیانی جی کے اندر فولاد کا دل تھا۔ اُن کی گردن کاٹی جا سکتی تھی لیکن جھکائی نہیں جا سکتی تھی۔ ان کے ضمیر کو کچلا نہیں جا سکتا تھا۔ جن آدرشوں کے لئے وہ گذشتہ ۵۰ برس سے جدوجہد کر رہے تھے۔ اُن پر ڈٹے رہے۔ اُن کے وزیر اعلیٰ ہونے کے وقت جو لوگ ان سے فائدہ اٹھاتے تھے وہ آج کہیں ان کے نزدیک بھی نہیں آتے تھے۔

گیانی جی کا وجود خطرے میں تھا۔ ان کے آدرشوں پر چوٹ پڑ رہی تھی۔ اُن کی دیش بھگتی اپنے نیتا کے تئیں وفاداری کو چنوتی دی جا رہی تھی لیکن گیانی جی نے سب کچھ خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ ان کے ماتھے پر شکن نہیں آئی دل ڈانواڈول نہیں ہوا۔ اپنی نیتا شریمتی اندرا گاندھی کا ڈٹ کر ساتھ دیا۔

وقت تیزی سے بدل رہا تھا۔ وجی لینس محکمے کے مقدمے بنا دیئے گئے اور تفتیش شروع ہوئی۔ اُن کی پیشگی ضمانت پنجاب اور ہریانہ ہائی کورٹ سے ہو گئی۔ جج نے حکم دیا کہ اگر انہیں گرفتار کیا جائے تو ضمانت پر رہا کر دیئے جائیں وہ تفتیش میں مدد کریں گے اور بغیر عدالت کی اجازت کے بھارت سے باہر نہیں جائیں گے۔

گیانی جی کا حوصلہ قابل تعریف تھا۔ اب بھی ان کے دل میں کسی کے لئے بغض نہیں تھا۔ اپنے آدرش پر قائم تھے۔ وقت بڑا بلوان ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ لوگوں کا رویہ بدل جاتا ہے۔

گیانی ذیل سنگھ نے کہا کہ پنجاب کا موجودہ وزیر اعلیٰ اور دوسرے نیتا جو برسر اقتدار تھے۔ ان کے خلاف انتقام کے جذبے سے کام کر رہے تھے کیونکہ جب وہ چیف منسٹر تھے تو انہوں نے پرکاش سنگھ بادل کے کاموں کی تفتیش کرانے کے لئے ایک جانچ کمیشن مقرر کیا تھا۔ کمیشن کے چیرمین جسٹس چھگانی کی رپورٹ کی بنا پر بادل اور ان کے ساتھی وزراء کے خلاف مقدمے چلائے گئے تھے کانگرس میں پھوٹ بڑھتی گئی۔ گیانی جی پر کیچڑ اچھالا جاتا رہا۔ اپنی ہی پارٹی کے ممبران مخالفت کر رہے تھے۔ گیانی جی نے اپنا راستہ نہیں چھوڑا اور وہ اپنے

خیالات پر ڈٹے رہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ آزادی کے بعد جتنے بھی نیتا برسراقتدار رہے ہیں۔ سپریم کورٹ کے جج کے ذریعہ اُن سب کے کاموں کی تفتیش کروانی چاہیئے۔ وہ پردھان منتری مرارجی ڈیسائی اور ہوم منسٹر چودھری چرن سنگھ سے ملے اور التماس کی کہ تمام سیاسی لیڈروں کی جائیداد کی جانچ کی جائے۔

اس دوران پنجاب اور ہریانہ ہائی کورٹ نے ضمنی ضمانت بھی کر دی اور بعد میں ہائی کورٹ نے گیانی جی کو پیشگی ضمانت دے دی۔

گیانی ذیل سنگھ نے پردھان منتری سے کہا کہ پنجاب میں کانگرس ورکروں کو جو سیاسی بناء پر انتقام کے جذبے کا شکار بنایا جا رہا ہے۔ اسے روکا جائے۔ اور سیاسی مخالفوں کے خلاف جھوٹے مقدمے نہ چلائے جائیں اور انہیں غیر جمہوری ڈھنگ سے پریشان نہ کیا جائے۔ انہوں نے الزام لگایا۔ کہ پولیس ان کی نگرانی کر رہی ہے۔ اُن کے رشتہ داروں کو پریشان کیا جا رہا ہے اور دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ اور دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ گیانی جی نے یہ بھی بتایا کہ لوگوں سے دباؤ ڈال کر ان کے خلاف بیان دلائے جا رہے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ وہ اپنی جائیداد کی سپریم کورٹ کے جج کے ذریعے تفتیش کرانے کو تیار ہیں اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ انہوں نے اپنے عہدے کا ناجائز استعمال کیا اور دھن جمع کیا ہے تو وہ سیاست سے الگ ہو جانے کو تیار ہیں۔

سپریم کورٹ نے بھی گیانی جی کی ضمنی ضمانت منظور کر لی۔ اور حکم دیا کہ اگر انہیں گرفتار کر لیا جائے تو انہیں ۵۰۰۰۰ روپے کی ضمانت اور ذاتی بانڈ کی بناء پر رہا کر دیا جائے۔

گیانی ذیل سنگھ ان دنوں بہت سرگرم رہے اور دلی آکر لیڈروں سے ملتے رہے۔ انہوں نے کہا کہ جنتا پارٹی کے برسراقتدار آنے سے ملک کی سیاسی زندگی میں بہت بڑا خلاء پیدا ہو گیا ہے اور ملک ایک بڑے انقلاب کی دہلیز پر آ کھڑا ہوا ہے۔ جو پارٹی سوشلزم، سیکولرزم اور جمہوریت کی بنیادیں مضبوط نہیں کرتی جنتا اُسے گدی سے اُتار پھینکے گی۔

۱۲ جنوری ۱۹۷۸ء کو پنجاب کے وزیر اعلیٰ پرکاش سنگھ بادل نے جسٹس گوردیو سنگھ کی صدارت میں ایک جانچ کمیشن مقرر کرنے کا اعلان کیا۔ کمیشن کو حکم دیا کہ پہلے جو منسٹر رہ چکے ہیں اُن کے کاموں کی تفتیش کی جائے۔ یہ کمیشن مرکز کے ذریعے

مقرر کئے گئے۔ شاہ کمیشن کے روبرو پیش کئے گئے۔ الزامات کی بھی بنیادی تفتیش کرے گا۔ بادل نے کہا کہ ۱۲۰ الزامات میں سے ۳۰ الزام جو کمیشن نے جوڑ دیئے ہیں ان کی بھی جانچ ہوگی۔

گیانی ذیل سنگھ کے خلاف کنبہ پروری، بھرشٹاچار اور قانونی بے قاعدگیوں کی تفتیش ہونی تھی۔ گیانی ذیل سنگھ نے کمیشن کے تقرر کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی اور عدالت نے پنجاب سرکار کو وجہ بتانے کا نوٹس دیا۔

۹ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو جب گیانی جی ڈاکٹری جانچ کروانے کے لئے ہسپتال جا رہے تھے۔ تو انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ انہیں جسٹس گرودیو سنگھ کے روبرو پیش کیا گیا لیکن گیانی جی نے کٹہرے میں کھڑے ہونے سے صاف انکار کر دیا۔ کیوں کہ یہ اُن کی پیشی کی تاریخ نہیں تھی۔ اُن سے کہا گیا کہ اگر وہ اگلے دن پیش ہونے کا وعدہ کرتے ہیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ انہوں نے وعدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ جسٹس گورودیو سنگھ نے گیانی جی کو عدالت میں ٹھیک رویہ اختیار کرنے کا انتباہ دیا۔ گیانی جی نے ترکی بہ ترکی جواب دیا کہ یہ عدالت نہیں اور جج محض تفتیشی افسر ہے۔ گیانی جی نے کہا آپ ریٹائرڈ جج ہیں۔ میں وزیر اعلیٰ رہ چکا ہوں مگر آپ میں اتنی بھی شرافت نہیں کہ میری فتح کا جواب دیتے۔"

گیانی جی نے جس دلیری اور جرأت سے کمیشن کا سامنا کیا اس کی خبر اگلے دن تمام قومی اخباروں میں شائع ہوئی، اور گیانی جی ایک بار پھر قومی لیڈر بن کر اُبھرے۔ تھوڑے دنوں بعد جسٹس گورودیو سنگھ نے ایک طرفہ کارروائی کی بنا پر اُنہیں ملزم قرار دیا لیکن اس نے ایمرجنسی کے دَوران کئے گئے نام نہاد ظلموں کا کہیں ذکر نہیں کیا، گیانی جی کے خلاف مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا تھا۔ کیونکہ ان کے خلاف کوئی بھی جرم ثابت نہیں ہو سکا تھا۔ یہاں یہ بات بھی خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ ایک کے علاوہ کسی بھی بڑے یا چھوٹے سرکاری ملازم نے گیانی جی کے خلاف گواہی نہیں دی۔ اس سے ثابت ہے کہ سرکاری ملازموں میں گیانی جی کتنے مقبول تھے۔

چیف منسٹر بادل نے کمیشن کی رپورٹ پر کوئی کارروائی نہیں کی۔ کچھ مدت بعد ملک کی حالت بدل گئی اور مرکز میں پھر کانگرس سرکار قائم ہو گئی۔ رپورٹ پر

سکریٹریٹ کی عمارت کی دھول جمتی رہی۔
.جولائی ۱۹۸۰ء میں پنجاب اسمبلی میں رپورٹ پیش کی گئی۔ پنجاب سرکار کمیشن آف انکوائری ایکٹ کے تحت چھ مہینے کے اندر اندر رپورٹ پیش کرنے کے لئے پابند تھی۔

ہند کے وزیرِ داخلہ

جنوری ۱۹۸۰ء میں ملک میں لوک سبھا کے درمیانی مدت کے چناؤ ہوئے اس وقت دیش بڑے نازک مرحلے میں سے گزر رہا تھا۔ چودھری چرن سنگھ کی سرکار کو اکثریت حاصل نہیں تھی۔ اس سے پہلے جنتا پارٹی کی سرکار کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ گیانی ذیل سنگھ نے ہوشیار پور کے حلقے سے چناؤ لڑا۔ وہ بڑی شان کے ساتھ جنتا پارٹی کے امیدوار چودھری بلبیر سنگھ سے ۱۲۵۱۸۶ سے زیادہ ووٹ حاصل کر کے کامیاب ہوئے انہیں ۲۲۳۹۷۶ ووٹ پڑے جبکہ چودھری بلبیر سنگھ کو صرف ۹۸۷۹۰۔

مرکز میں کانگرس (آئی) کو اکثریت حاصل ہوئی۔ پنجاب میں کانگرس (آئی) نے ۱۳ میں سے ۱۲ سیٹیں حاصل کیں۔ مرکز میں شریمتی اندرا گاندھی کی رہنمائی میں ۱۴ جنوری کو وزارت بنی جس میں گیانی ذیل سنگھ نے وزیرِ داخلہ کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ بعض لوگوں کو حیرانی ہوئی۔ پنجاب میں برسرِ اقتدار پارٹی میں گھبراہٹ پھیل گئی۔ پنجاب کے وزیروں کے دل میں شکوک پیدا ہوئے کہ شاید گیانی جی انتقام کے جذبے سے کام کریں گے۔ پچھلے تیس مہینوں میں گیانی جی کو بے حد تنگ کیا گیا تھا ان پر جھوٹے مقدمے بنائے گئے تھے۔ جانچ پڑتال کے لئے کمیشن بٹھایا گیا تھا مگر ان کے شکوک بے بنیاد تھے۔ گیانی جی کی یہ فطرت ہی نہیں کہ وہ کسی سے بدلہ لینے کی سوچیں، نہ ان کی پارٹی کی پالیسی تھی۔ کہ وہ کوئی کمیشن بٹھا کر سابقہ وزیروں کے خلاف جانچ پڑتال کرائے۔

بعض سیاسی حلقوں میں اس رائے کا بھی اظہار ہوا کہ گیانی ذیل سنگھ وزیرِ داخلہ کی ذمہ داری کو نباہ نہ سکیں گے کیونکہ ملک کی حالت بہت بگڑی ہوئی تھی۔ امن قانون نام کی کوئی شے نہیں تھی۔ اقتصادی حالت بہت خراب تھی۔ شمالی مشرقی ریاستوں

میں گڑبڑ پھیلی ہوئی تھی۔ آسام کا مسئلہ بڑی نازک صورت اختیار کر چکا تھا۔ ملک کے کئی حصوں میں فرقہ پرست، دہشت پسند اور انتہا پسند طاقتیں سر اٹھا چکی تھیں۔ ہریجنوں پر ظلم ڈھائے جا رہے تھے۔ عورتیں بے انصافی کا شکار تھیں۔ پنجاب میں تشدد اور توڑ پھوڑ کی طاقتیں ابھر رہی تھیں۔

ان تمام مسائل کو حل کرنا کوئی آسان بات نہیں تھی۔ گیانی جی وزیرِ داخلہ کی حیثیت سے ان مسئلوں کو حل کرنے میں کتنے کامیاب رہے۔ یہ کوئی حساب کا سوال نہیں کہ دو اور دو چار کہہ دیا جائے۔ اس پر باریکی سے غور کرنا ہوگا۔ گیانی جی نے قانون کی حالت میں سدھار لانے کے جتن کئے۔ کچھ کامیابی ہوئی۔ لیکن حالت اتنی خراب تھی کہ اس پر پوری طرح قابو پانا کٹھن تھا۔

ملک کے کچھ حصوں میں فرقہ وارانہ دنگوں نے بھیانک صورت اختیار کر لی تھی۔ شرارتی عناصر اور ملک دشمن طاقتیں ملک میں بدامنی پھیلانے پر تلی ہوئی تھیں۔ انہوں نے دیس کے اندر ان بدعتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۸۰ء کو انہوں نے تمام راجیوں کے چیف منسٹروں کے نام گشتی چٹھی جاری کی جس میں ملک کے کچھ خاص حصوں میں ہو رہی فرقہ وارانہ وارداتوں کے متعلق تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ حالات کو سدھارنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے ساتھ ہی انہوں نے بھائی چارے اور اتحاد و یگانگت کا ماحول پھر سے بنانے کے لئے قدم اٹھانے کی ضرورت پر زور دیا۔

اگرچہ ریاست میں امن و امان قائم رکھنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ مگر گیانی ذیل سنگھ کا یہ خیال تھا کہ مرکزی سرکار بھی اپنی ذمہ داری سے بری نہیں ہو سکتی۔ جب اگست ۱۹۸۰ء میں مراد آباد اتر پردیش میں فرقہ وارانہ فساد شروع ہوئے تو گیانی جی بلا تاخیر اطلاع ملتے ہی وہاں پہونچے۔ انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ سرکار ہر حالت میں امن اور قانون بنائے رکھے گی۔ اگر زیادہ سختی کرنی پڑی تو اس سے بھی گریز نہیں کیا جائے گا۔ گیانی جی نے کہا کہ پولیس افسروں کی بھی سکریننگ کی جائے گی۔ اور فرقہ وارانہ رجحانات رکھنے والے ملازموں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی۔ مراد آباد کے دنگوں کے پیچھے ملک میں بدامنی پھیلانے کی سازش کام کر رہی ہے۔

۱۸ نومبر ۱۹۸۰ء کو گیانی ذیل سنگھ نے لوک سبھا میں کہا کہ تمام ملک

میں بیک وقت دنگے فساد کروانے کی سازش رچی گئی ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ مرادآباد میں دنگے فساد شروع ہونے کے ساتھ پورے ملک میں دنگے کرانے کی کوشش کی گئی۔

ستمبر ۱۹۸۰ء میں گیانی جی کے ذاتی دلچسپی لینے پر وزارت داخلہ نے ایک پیس فورس قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ گیانی جی نے کہا کہ اس فورس کا استعمال فساد زدہ علاقے میں امن قائم کرنے کے لئے کیا جائے گا۔ فورس کی تین بٹالینیں سی۔ آر۔ پی۔ ایف (سینٹرل ریزرو پولیس فورس) کا حصہ ہوں گی۔ ان تینوں بٹالینوں میں بھرتی اس طرح کی جائے گی جس طرح سی۔ آر۔ پی۔ ایف کی دوسری بٹالینوں میں کی جاتی ہے۔ لیکن اس بات کا خاص خیال رکھا جائے گا کہ اقلیتوں اور درج فہرست قبیلوں کو مناسب نمائندگی مل سکے۔ گیانی جی نے واضح کیا کہ فورس قائم کرنے کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ سرکار کا ریاستوں کی پولیس پر یقین نہیں رہا۔

فورس کے ملازموں کو خاص ٹریننگ دی گئی تاکہ وہ فرقہ وارانہ دنگوں میں گھرے لوگوں کی حفاظت کر سکیں۔ یہ فورس ضرورت پڑنے پر فساد زدہ علاقوں میں ہوائی جہاز کے ذریعے فوراً پہنچائی جا سکتی ہے۔

فورس کے ملازم نہ صرف اسلحہ اور بارود سے لیس ہوں گے بلکہ وہ ڈاکٹری مدد دینے، کیمپوں کا بندوبست کرنے اور ضرورت کی چیزیں مہیا کرنے کے بھی اہل ہوں گے۔

گیانی ذیل سنگھ سیکولرزم کی قدروں کے علمبردار ہیں انہوں نے ذاتی دلچسپی لے کر ملک میں سے فرقہ پرستی، صوبہ پرستی، اور تخریبی طاقتوں کو ختم کرنے کے سلسلے میں قدم اٹھائے۔ ان کا خیال تھا کہ ان طاقتوں کو سر نہیں اٹھانے دینا چاہیئے۔

عورتوں پر ہو رہے ظلم کے خلاف گیانی جی نے خاص قدم اٹھائے۔ وہ عورت ذات کی بے عزتی کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔ وہ دل سے عورت ذات کا احترام کرتے ہیں۔ اور انہوں نے عورتوں کو برابری کے حقوق دلانے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے عورتوں کی بھلائی کو ہمیشہ مدِنظر رکھا اور ریاستی سرکاروں کو ہدایت کی کہ عورتوں کے ساتھ بے انصافی نہیں ہونی چاہیئے۔

"جو قوم اپنی ماتاؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی حفاظت نہیں کرسکتی وہ کسی احترام کے لائق نہیں۔ میں عورت ذات کی عزت و احترام کی خاطر اپنی جان کی بازی لگادوں گا۔" ۰ار جولائی کو لوک سبھا میں بولتے ہوئے گیانی جی نے مزید کہا۔ ہمیں پارٹی اختلافات سے اوپر اٹھ کر عورتوں کی جو بے عزتی ہو رہی ہے اسے روکنے کے لئے ایک ہو جانا چاہیئے۔ جس عورت کی عصمت لوٹی گئی ہو اُسے عدالت میں ثبوت دینے کی کیا ضرورت ہے؟ پولیس کارروائی کرے اور ملزموں کو کڑی سے کڑی سزا دلوائے۔ عورتوں کو پولیس تھانوں میں نہیں لے جانا چاہیئے بلکہ

گیانی ذیل سنگھ خود جنگِ آزادی کے عظیم سپاہی ہیں۔ اس لئے جنگِ آزادی کے سپاہیوں کے ساتھ ان کا پیار اور اُنس ہے۔ وہ ان کا احترام کرتے ہیں۔ اُن کا کہنا ہے کہ اگر جنگ آزادی کے سپاہی قربانیاں نہ کرتے تو دیش کو آزادی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ آج ان کی بدولت ہی ملک آزاد ہے۔ ان کے لئے جتنا بھی کیا جاسکے تھوڑا ہے۔ اس لئے گیانی جی کے حکم کے مطابق جنگِ آزادی کے سپاہیوں کی بہتری و بہبود کے لئے وزارتِ داخلہ نے کئی اقدام کیئے۔

انہوں نے جنگ آزادی کے مجاہدین کی پنشن دو سو روپے ماہانہ سے بڑھاکر تین سو روپے ماہانہ کر دی۔ اس کے ساتھ ہی وفات پاگئے مجاہدین آزادی کی بیواؤں کو ملنے والی ایک سو روپیہ ماہانہ پنشن بڑھاکر دو سو روپیہ اس طرح سے کر دی کہ اُن کی کنواری انحصار رکھنے والی لڑکی کو پچاس روپے ملیں تاہم یہ رقم تین سو روپے تک محدود رکھی تھی۔ اس کے علاوہ پانچ ہزار روپیہ سالانہ آمدنی کی جو شرط تھی وہ بھی ہٹادی۔

عورتوں اور درج فہرست ذاتوں اور قبیلوں کے مجاہدین آزادی کی سزائے قید کی مدت کی حد چھ مہینے سے کم کر کے تین مہینے کر دی۔

جو افراد انڈر گراؤنڈ رہے لیکن اپنے دعووں کے ثبوت میں سرکاری گواہیاں پیش نہیں کر سکتے تھے اب وہ ایسے مجاہدین آزادی سے نجی جانکاری کی بنا پر لیا گیا۔ سرٹیفکیٹ پیش کر سکتے ہیں جنہوں نے پانچ سال سے زائد سزا کاٹی ہو۔

وہ اپنی پنشن تومیائے گئے بنکوں کے ذریعہ لے سکتے ہیں۔

جن مجاہدین آزادی کی پنشن آمدنی کی حد کی بنا پر نا اہل ہونے کی وجہ سے بند کر دی گئی تھی وہ اس شرط پر پہلی اگست ۱۹۸۰ء سے شروع کر دی گئی۔ کہ جیل کی سزا کاٹنے کی بنا پر وہ پنشن لینے کے اہل ہیں۔

درج فہرست ذاتوں اور قبیلوں کی ترقی کے لئے وزیر داخلہ کی حیثیت سے گیانی جی نے خاص توجہ دی پسماندہ طبقوں کی بھلائی کرنا اُن کی زندگی کا نصب العین رہا ہے وزیر داخلہ کا عہدہ سنبھالنے کے فوراً بعد گیانی ذیل سنگھ نے ایک نئی پالیسی کی داغ بیل ڈالی۔ انہوں نے ذاتی دلچسپی لے کر نئی اسکیمیں تیار کروائیں۔

گیانی جی کے حکم سے وزارت داخلہ نے پانچویں پنج سالہ منصوبے میں ۵ء۱ فیصدی اور چھٹے منصوبے میں ۵ء۲ فیصدی قبیلوں کی بھلائی پر خرچ کرنے کا منصوبہ بنایا۔

جب گیانی جی نے وزیر داخلہ کا عہدہ سنبھالا ہی تھا۔ تبھی سے اخباروں نے یہ تبصرہ کیا کہ وہ اس عہدے کی ذمہ داری کو نباہ نہ سکیں گے۔ حالانکہ اس میں شک نہیں کہ گیانی جی نے کانٹوں کا تاج سر پر رکھا تھا۔ لیکن وقت نے ثابت کر دیا کہ انہوں نے اس ذمہ داری کو بڑی قابلیت اور صلاحیت سے نبھایا راہ میں مشکلیں آئیں لیکن گیانی جی نے نڈرتا سے ان کا مقابلہ کیا۔

ہم سردار پٹیل یا گوبند بلبھ پنت سے گیانی ذیل سنگھ کا مقابلہ نہیں کریں گے۔ مقابلہ کرنا مناسب نہیں وہ اپنی تاریخ کی پیداوار تھے۔ لیکن گیانی جی نے خود تاریخ بنائی تھی۔ انہوں نے نہ صرف دیش کی آزادی کے لئے جدوجہد کی بلکہ ایک شخصی راج کے خلاف بھی لڑے۔ انہوں نے مظلوموں محتاجوں اور غریبوں کو اُوپر اٹھانے کے لئے کام کئے۔

کیا ہوم منسٹر کی حیثیت سے گیانی جی پوری طرح کامیاب نہیں رہے یہ کوئی حساب کا سوال تو ہے نہیں جس کے مطابق دو جمع دو چار ہوتے ہیں کسی ایک سلسلہ میں ناکام ہو کر دوسرے سلسلے میں کامیابی انسان کا منہ چوم سکتی ہے۔ اس وقت حالت ایسی تھی کہ گیانی جی سے بڑھ کر کام کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ ان کی راہ میں کئی مشکلیں تھیں، مجبوریاں تھیں۔ دیش کی حالت پہلے ہی بگڑ چکی تھی۔ گیانی جی نے اسے سُدھارنے کی زبردست کوشش کی۔

گیانی جی کی سب سے بڑی کامیابی ملک کے عوام کے درمیان قومی اور جذباتی ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے بھرپور جتن کرنا تھا۔ اُن کا سارے ہندوستانیوں کے اتحاد، سب دھرموں میں ایکتا اور انسان اور انسان کی برابری میں پکا وشواس

تھا۔ وہ سکھ دھرم کو مانتے تھے۔ لیکن سیکولرزم میں ان کے وشواس میں کبھی لغزش نہیں آئی۔

جب انہوں نے وزیر داخلہ کا عہدہ سنبھالا تو دیش میں انتہا پسند اور تخریبی طاقتیں ابھر رہی تھیں۔ یہ طاقتیں دیش کے پورے ڈھانچے کو نیست و نابود کرنا چاہتی تھیں۔ جلد قدم اٹھانے کی ضرورت تھی۔ گیانی جی نے قومی یکجہتی کونسل کی تشکیل نو کی۔ کونسل کا مقصد تھا۔ ایکتا میں ایکتا قائم کرنا۔ مذہبی اور خیالات کی آزادی اور سیکولرزم کی جڑیں مضبوط کرنا اور تمام ہندوستانیوں کو سماجی، اقتصادی اور سیاسی انصاف دلانا۔

کونسل کی پہلی میٹنگ گیانی ذیل سنگھ کی صدارت میں ۱۲ نومبر ۱۹۸۰ء کو ہوئی۔ کونسل کی میٹنگ میں گیانی جی نے کہا کہ قومی ایکتا صرف سرکار کی کوشش سے قائم نہیں کی جا سکتی۔ تمام دیش باسیوں کے سر پر بھاری ذمہ داری ہے ایسا ماحول بنانا چاہئے جس میں سماج کے سبھی طبقے سکھ شانتی سے زندگی بسر کر سکیں۔ اور سارے مل کر ان طاقتوں کا مقابلہ کر سکیں جو ملک کے امن کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔

دوسرا اہم قدم جو گیانی جی نے اٹھایا وہ پارلیمنٹ میں قومی تحفظ کا بل پیش کرنا تھا۔ گیانی جی نے بل پیش کرتے ہوئے کہا کہ سماجی تناؤ، انتہا پسندوں کی کارروائیاں، درج فہرست ذاتوں اقلیتوں، عورتوں اور سماج کے پسماندہ طبقوں پر ڈھائے جا رہے مظالم کا مقابلہ کرنے کے لئے اور ملک دشمن طاقتوں کو کچلنے کے لئے سرکار کو یہ قدم اٹھانا پڑا۔ یہ بل ان کے خلاف ہے جو اشتعال پیدا کرتے ہیں۔ لوگوں کو توڑ پھوڑ کے لئے اکساتے ہیں۔ سماج دشمن عناصر اور دیش دشمن طاقتوں کو کچلنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ سرکار کے ہاتھ میں زیادہ سے زیادہ اختیار ہو۔

راجیہ سبھا میں بولتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بل صحیح کاموں کو روکنے کے لئے ہرگز استعمال نہیں کیا جائے گا۔ نہ ہی یہ سیاسی مخالفوں کی آواز کو دبانے کے لئے بنایا گیا ہے یہ بل تو ان کے خلاف ہے جو اشتعال پیدا کرتے ہیں۔ لوگوں کو توڑ پھوڑ کے لئے اکساتے ہیں۔ مذہب، زبان اور ذات کے نام پر ایک دوسرے کا گلا کاٹتے ہیں۔ اگر ان تخریبی عناصر پر قابو نہ پایا گیا تو دیش میں افراتفری مچ جائیگی اور

دیش میں ترقی کے کاموں کی رفتار سست پڑ جائے گی۔
گیانی ذیل سنگھ نے انتہا پسندی، تخریب پسندی اور افراتفری پھیلانے والی طاقتوں کے خلاف جہاد جاری کیا۔ وہ ہر حالت میں ملک کے اندر امن قائم کرنا چاہتے تھے۔ خواہ اس کے لئے کچھ بھی قیمت چکانی پڑے۔ نام نہاد خالصتان آندولن سے متعلق گیانی جی کے خیالات شروع ہی سے واضح تھے۔ ۲۶ نومبر ۱۹۸۰ء کو راجیہ سبھا میں بولتے ہوئے انہوں نے کہا: "سرکار کو اس بات کا علم ہے۔ کہ کچھ مٹھی بھر سکھوں نے۔ جن میں سے زیادہ تر غیر ممالک میں رہتے ہیں۔ خالصتان کا نعرہ ۱۹۸۰ء کے شروع میں لگایا۔
خالصتان کا مدعی دیش سے باہر رہتا ہے۔ اور وہ ولایت یا دوسرے ملکوں میں رہنے والے سکھوں کی حمایت حاصل کر کے اس مطالبے کو ہوا دے رہا ہے اس نے کچھ پاسپورٹ، نوٹ اور ٹکٹ بھی غیر ملکوں میں چھپوا لئے ہیں۔ یہ آندولن کچھ مایوس سیاستدانوں اور انتہا پسندوں کی طرف سے چلایا جا رہا ہے۔ عام سکھ جنتا اس آندولن کی سخت مخالف ہے۔
گیانی جی نے پارلیمنٹ میں بولتے ہوئے سیاسی پارٹیوں سے اپیل کی کہ وہ کسی آندولن سے سیاسی فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کریں۔ خاص طور پر چناؤ کے وقت بعض سیاسی پارٹیاں ملک کی یک جہتی کو تباہ کرنے والے عناصر سے مل جاتی ہیں تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ ووٹ حاصل کر سکیں۔ اس طرح کی غلطیاں پہلے ہوتی رہی ہیں۔ اب ان سے بچنا چاہیئے۔
گیانی جی کے خیالات اور انتباہ کی خوب تعریف کی گئی۔ اخباروں اور سیاسی لیڈروں نے ان کی تعریف کی۔ نام نہاد خالصتانی آندولن کا مقابلہ کرنے کے لئے انہوں نے جو قدم اٹھائے وہ قابل تعریف تھے۔
گیانی جی سمجھتے تھے کہ خالصتان آندولن سے خود سکھوں کو جتنا نقصان پہنچے گا اتنا کسی دوسرے کو نہیں۔ صرف مٹھی بھر سکھ خالصتان آندولن کی حمایت کرتے ہیں۔ اُنہیں تمام سکھوں کے مفاد کو نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ سرکار انتہا پسند طاقتوں کو سختی سے دبائے گی۔ گیانی جی کا سیکولرزم میں پکا وشواس ہے۔ وہ کسی ایسے آندولن کو سر نہیں اُٹھانے دیں گے جو سیکولرزم کی بنیادوں کو کھوکھلا کرے۔ اور تخریبی عناصر کو تقویت پہنچائے۔

اب آسام کو لیجئے۔ آسام کا مسئلہ بڑی پیچیدہ صورت اختیار کر گیا تھا۔ جب گیانی جی وزیر داخلہ بنے تو یہ مسئلہ بھیانک روپ دھارن کر چکا تھا۔ پہلی سرکار نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے کوئی اقدام نہیں کیا۔ ۱۵ جولائی ۱۹۸۰ء کو لوک سبھا میں بولتے ہوئے گیانی جی نے یہ بات صاف کر دی کہ آسام اور اُتر پوربی دوسری ریاستوں میں کسی بھی تحریک کو دبانے میں کوتاہی نہیں برتی جائے گی۔ بنیادی طور پر یہ آندولن دیش میں بد امنی پھیلانے کے لئے چلائے جاتے ہیں۔

آسام کے مسئلے کو حل کرنے میں گیانی جی کتنے کامیاب ہوئے حساب کے ساتھ ناپا تولا نہیں جا سکتا۔ لیکن انہوں نے جو کامیابی حاصل کی اس کی تعبیر ہمارے سامنے ہے۔ تحریک کے رہنما آسام سے تیل نہیں آنے دیتے تھے۔ پائپ لائنوں پر پکٹنگ لگا دیا تھا۔ دیش کو سخت نقصان پہنچ رہا تھا۔ گیانی جی نے پکٹیں اٹھائیں اور پائپ لائن کھول دی۔ دیش ۱۰۰ کروڑ روپے کے نقصان سے بچ گیا۔ بذاتِ خود یہ ایک شاندار کامیابی ہے۔ اس کے بارے میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں۔ ان کے مخالف بھی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکے۔

ایک اور بات: ایک مرتبہ یہ حالت پیدا ہو گئی کہ تمام سرکاری ملازم تحریک میں حصہ لے رہے تھے۔ اور تحریک کے نیتا حکومت چلا رہے تھے۔ اس حالت کو برداشت نہیں کیا جا سکتا تھا۔ گیانی جی نے تنبیہ کی کہ سرکاری ملازم ڈسپلن میں رہیں جو لوگ اندولن میں حصہ لیتے ہیں ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے اس کا اثر ہوا اور تمام دفتر کھل گئے اور حالات معمول آ گئے۔

اب میزورم کی سمسیا لیجئے۔ گیانی جی نے واضح کیا کہ میزورم بھارت کا اٹوٹ حصہ ہے۔ میزو لیڈر شری لال ڈینگا جنوری ۱۹۷۶ء میں سرکار سے بات چیت کرنے آئے۔ مسئلے کا ایک ہی حل تھا۔ آپس میں بات چیت کرنا اور کسی سمجھوتے پر پہنچنا۔ ۱۹۷۷ء میں سرکار بدل گئی اور معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔ ۱۹۷۸ء میں جنتا سرکار نے لال ڈینگا سے بات چیت کرنا بند کر دیا

اس کے بعد حالت تیزی سے بدلتی چلی گئی۔ تشدد کی وارداتیں بڑھ گئیں۔ میزو نیشنل فرنٹ کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا۔

جنوری ۱۹۸۰ء میں جب شریمتی اندرا گاندھی برسر اقتدار آئیں اور گیانی ذیل سنگھ وزیر داخلہ بنے۔ میزورم مسئلہ کا حل ڈھونڈنے کی کوشش پھر سے شروع ہوئی۔ شری

لال ڈینگا نے وزیر اعظم اندرا گاندھی سے ملاقات کی اور حالت سدھارنے میں مدد کرنے کی پیش کش کی۔ کئی باتوں پر سمجھوتہ ہو گیا۔ لال ڈینگا نے تمام خفیہ کارروائیاں ۳۱ جولائی سے بند کر دینے کا وعدہ کیا اور سرکار نے سکیورٹی فورس کا استعمال ملتوی کر دیا۔

سرکار اور لال ڈینگا کی بات چیت چلتی رہی۔ سرکار کو امید تھی کہ بات چیت سرے چڑھ جائے گی۔ اور مسئلے کا کوئی حل نکل آئے گا تا کہ میزورم کی ترقی کی رفتار کو تیز کیا جا سکے۔ میزورم کے وزیر اعلیٰ نے بھی سمجھوتہ کا سواگت کیا۔

سرکار نے اس بات کی تعریف کی کہ میزو رہنما نے میزورم کو ہندوستان کا اٹوٹ حصہ مان لیا ہے۔ اور جو بھی سمجھوتہ کیا جائے گا۔ وہ ہندوستان کے دستور کی حدود کے اندر ہوگا۔

گیانی ذیل سنگھ نے پوری قابلیت اور دانشمندی سے لال ڈینگا کے ساتھ بات چیت کی لیکن سمجھوتہ لٹکتا گیا۔ میزورم میں توڑ پھوڑ کی کارروائیاں بڑھ رہی تھیں گیانی جی نے اپنی سیاسی سوجھ بوجھ سے بھانپ لیا کہ میزو رہنما کے مطالبے جائز نہیں، ملک کے مفاد کے خلاف ہیں۔ انہیں مانا نہیں جا سکتا۔ گیانی جی نے وزیر اعظم کو بتایا کہ اگر میزو رہنما کی مانگیں مان لیتے ہیں تو ملک کی یک جہتی کو خطرہ ہے۔ میزورم کے لئے میزو رہنما خاص درجہ مانگتا ہے۔ جس کا اصل مطلب ملک سے علیحدگی ہے۔

گیانی جی نے وزیر اعظم سے کہا کہ لال ڈینگا سے بات چیت ختم کر دی جائے کیونکہ اسے جاری رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ گیانی جی کا اندازہ ٹھیک نکلا اور لال ڈینگا کے ساتھ بات چیت ختم کر دی گئی۔ حکومت ہند کا وقار اور عزت بچ گئی۔

گیانی ذیل سنگھ اور پولیس میں گہرا رشتہ ہے۔ وہ پولیس کے تمام داؤں پیچ بخوبی سمجھتے ہیں۔ وہ پولیس کی ہر چال سے واقف تھے۔ ۵۰ برس پہلے جب گیانی جی نے راج نیتی میں قدم رکھا تب ان کا واسطہ پولیس سے پڑا۔ پولیس اُن کا [illegible] کرتی تھی۔ پولیس ان کے گھر پر چھاپے مارتی تھی۔ گیانی جی کو پولیس نے اذیتیں پہنچائی تھیں۔ کئی بار جب گیانی جی اپنے ساتھیوں کے ساتھ خفیہ میٹنگیں کرتے تھے تو پولیس شمشان میں بھی ان کا پیچھا کرتی تھی۔ پولیس اُن کی کڑی نگرانی کرتی تھی۔

گیانی ذیل سنگھ کا پولیس کے ساتھ پہلا بڑا واسطہ ۱۹۳۸ء میں پڑا جب پولیس نے انہیں گرفتار کر کے فرید کوٹ جیل میں ڈال دیا۔ گیانی جی کے گھر کی تلاشی لی گئی۔ ان کے رشتے داروں کو تنگ کیا گیا۔ جرمانہ وصول کرنے کے لئے اُن کے گھر کا سامان نیلام کیا گیا۔

جیل میں گیانی جی کا کئی پولیس والوں سے واسطہ پڑا۔ پولیس میں کچھ ایسے بھی تھے جو گیانی جی کے دوست بن گئے۔ رہائی کے بعد بھی پولیس نے ان کا پیچھا نہیں چھوڑا اور ان کی روح کو ذبح کرنے کی کوششیں جاری رہیں۔ لیکن پولیس کو کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ گیانی جی اپنے ارادے میں مضبوط رہے اور تکلیفیں سہہ کر بھی ان کے قدم نہیں ڈگمگائے۔

گیانی جی فرید کوٹ جیل سے رہا ہو کر جب پنجاب میں رہنے لگے۔ پولیس نے تب بھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ ان کی سخت نگرانی کی جاتی تھی۔ ۱۹۴۶ء میں گیانی جی پھر فرید کوٹ آئے تو بھی پولیس ان کی نگرانی کرتی رہی۔ ۱۹۴۷ء میں ملک آزاد ہوا اور پیپسو کی تشکیل ہوئی اور پانسہ پلٹ گیا۔ اب پولیس گیانی جی کو گارڈ آف آنر پیش کرتی تھی۔ ان کی حفاظت کا بندوبست کرتی تھی۔ یہی کچھ کبھی ادھر اور کبھی اُدھر ہوتا رہا۔ جب گیانی جی وزیر بن جاتے تو پولیس ان کے تحت ہوتی اور جب وہ عہدے سے ہٹ جاتے، تو ان کی نگرانی کرتی۔

۱۹۷۲ء میں گیانی جی پنجاب کے چیف منسٹر بن گئے۔ اب پنجاب کی تمام پولیس فورس اُن کے ماتحت ہو گئی۔ لیکن گیانی جی نے کسی پولیس افسر سے بدلہ لینے کی بات سوچی تک نہیں۔ انہوں نے پولیس میں کئی سدھار کئے۔ پولیس والوں کو کئی سہولتیں دیں اور انہیں تنبیہ کی کہ وہ امن پسند شہریوں کے جان و مال کی حفاظت کریں۔

۱۹۷۷ء میں اکالی جنتا سرکار بن جانے سے تاریخ نے پھر موڑ لیا۔ گیانی جی پر سخت نگرانی رکھی جانے لگی۔ وہ پولیس افسر جنہوں نے ان کے ماتحت کام کیا تھا ان کے خلاف کارروائی کرنے لگے۔ اُن کے گھر کی تلاشی لی گئی۔ ان کے رشتہ داروں کو تنگ کیا گیا اور انہیں دوبارہ گرفتار بھی کیا گیا۔

پھر ۱۹۸۰ء میں گیانی جی بھارت کے ہوم منسٹر بن گئے۔ تمام مرکزی پولیس براہ راست گیانی جی کے تحت آ گئی۔ وہ اب پولیس کے کام کاج کو بخوبی سمجھتے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ کہاں نقص ہے اور اُسے کیوں کر دور کیا جا سکتا ہے۔

پولیس کے جوانوں کو انہوں نے کئی سہولتیں دیں اور پوری پولیس فورس کو مضبوط بنایا۔ ملک کی بگڑی ہوئی حالت پر قابو پانے کے لئے پولیس کو جدید ڈھنگ سے منظم کیا گیا۔

۸۱-۱۹۸۰ء سے ۱۰ سال کی مدت کے لئے ۱۰ کروڑ روپے ہر سال پولیس کو جدید ڈھنگ سے منظم کرنے کے لئے خرچ کرنے کا فیصلہ گیانی ذیل سنگھ کے حکم سے کیا گیا۔

اس منصوبے کے تحت ریاستوں کو مالی امداد دینے کے علاوہ سرکاروں کو ہدائتیں بھی دی گئیں ریاستی سرکاروں کو کہا گیا کہ ہرایک تھانہ کو وائرلیس سیٹ مہیا کیا جائے اور گشت کے لئے موٹر گاڑیاں اور جیپ ضرور دی جائے۔ سکھلائی مرکزوں کے لئے زیادہ سازو سامان کا بندوبست کیا جائے۔ نیز عدالتی لیبارٹریوں کے لئے زیادہ سازو سامان دیا۔

ریاستی سرکاروں کو یہ بھی حکم دیا گیا کہ وہ ان مسئلوں پر خاص توجہ دیں جیسے فرقہ وارانہ فسادوں کی زد میں آئے علاقوں میں خاص بندوبست کرنا۔ ان علاقوں پر کڑی نظر رکھنا جہاں ہریجنوں پر ظلم ڈھائے جاتے ہیں اور ان علاقوں میں پولیس کا خاص انتظام کیا جائے۔ جن میں طلباء کے مسائل بنے رہتے ہیں۔ اور ایسے علاقے جو سرحد پر واقع ہیں۔

۱۹۷۹ء میں پولیس میں پھیلی ہوئی بے چینی کو مد نظر رکھتے ہوئے پولیس فورس کی جائز شکایات دور کرنے اور ان کی ملازمت کی شرائط میں اصلاح کرنے کے لئے کئی قدم اٹھائے گئے۔ ان کی تنخواہوں میں اضافہ کرنے کے علاوہ نچلے عہدیداروں کو ترقی کے اچھے موقعے فراہم کرنے کے لئے کچھ زیادہ اسامیاں قائم کی گئیں۔ بارڈر سیکورٹی فورس اور سنٹرل ریزرو پولیس فورس جیسی پولیس فورس کی سٹاف کونسلوں کی میٹنگیں کی گئیں جن میں سٹاف کو پیش آنے والی مشکلوں پر غور کیا گیا اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں مناسب کارروائی کی گئی۔

یوں گیانی ذیل سنگھ کی سوجھ بوجھ کی بدولت مرکزی پولیس فورس نہ صرف طاقتور بنی بلکہ نچلی سطح کے ملازموں کو زیادہ آزادی بھی حاصل ہوئی۔ اور وہ دل و جان سے ملک میں امن و امان قائم کرنے میں لگ گئے۔

صدرِ جمہوریہ ہند

گرمی کا موسم تھا اور سخت گرمی تھی ۲۱ر جون ۱۹۸۲ء کا دن تپ رہا تھا۔ گیانی ذیل سنگھ قومی یک جہتی کونسل کی فرقہ وارانہ یک جہتی کمیٹی کی ایک میٹنگ کی صدارت کر رہے تھے۔ اس کے بعد گیانی جی کی طرف سے اراکین کو کھانا دیا جا رہا تھا۔ گیانی جی نہایت اطمینان کے ساتھ اراکین سے بات چیت کر رہے تھے۔ ملک کے مسائل پر تبادلہ خیال ہو رہا تھا۔ کئی ریاستوں کے وزرائے اعلیٰ آئے ہوئے تھے۔ اسی دوران ان کے نجی سکریٹری نے آکر گیانی جی کے کان میں کچھ کہا۔ گیانی جی فوراً اپنے نارتھ بلاک کے دفتر پہنچ گئے۔

کسی کو سان و گمان بھی نہیں تھا کہ کیا ہونے جا رہا ہے۔ ممبر ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ لیکن مجھے لگ رہا تھا۔ کہ کوئی بڑی واردات ہونے والی ہے۔ گیانی جی کے چہرے سے کچھ پڑھا جا سکتا تھا۔ گیانی جی کے تمام ملاقاتیوں کو کہہ دیا گیا کہ آج وہ بہت مصروف ہیں۔ اس لئے کسی سے ملاقات نہیں کریں گے۔ کسی کو نہیں بتایا گیا کہ گیانی جی کے ساتھ کون بات چیت کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد گیانی جی کمرے سے باہر نکلے۔ ان کے چہرے پر رونق تھی۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی لیکن اب بھی کسی کو شائبہ تک نہیں تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔

اس روز سے کچھ دن پہلے گیانی جی کام میں بہت کم دلچسپی لے رہے تھے ہر ایک بات کو مذاق میں ٹال دیتے تھے۔ حالانکہ وزیرِ داخلہ ہونے کے ناتے انہیں ایک

منٹ کی بھی فرصت نہیں تھی۔ ہر وقت کام میں مصروف رہتے تھے۔ آرام کرنا تو گیانی جی کی عادت میں شامل ہی نہیں تھا۔ بڑا عجیب لگ رہا تھا اس لئے ان کے نزدیکی لوگوں کو محسوس ہو رہا تھا۔ کہ کوئی نئی بات ہونے والی ہے۔

اپنی زندگی میں عظیم واقعہ رونما ہونے کی گیانی جی کو پوری امید تھی۔ آج یہ پورے وشواس کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ گیانی جی کو معلوم تھا کہ کانگریس (آئی) انہیں راشٹرپتی کے چناؤ کے لیئے نامزد کرے گی۔ اس بات کے لئے ان کی تعریف کرنا ہو گی کہ انہوں نے کسی بھی شخص کے کان میں اس کی بھنک تک نہیں پڑنے دی کہ ان کا ہندوستان کا صدر جمہوریہ بننا یقینی ہے یہاں تک کہ ان کے نجی سکریٹری کو بھی پتہ نہیں لگا کہ اتنا بڑا راز گیانی جی نے اپنے دل کے کسی کونے میں چھپا رکھا ہے۔

صبح کے وقت جب دھوپ ڈھل رہی تھی تو خبر آئی کہ کانگرس (آئی) پارٹی گیانی جی کو راشٹرپتی چناؤ کے لیئے اپنا امیدوار نامزد کر رہی ہے۔ کانگرس پارلیمنٹری بورڈ نے وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کو اس طرح کا اعلان کرنے کے پورے اختیار دیئے تھے۔ بورڈ کی کارروائی کو پوری طرح پوشیدہ رکھا گیا تھا۔ پارٹی کے سیکریٹری وسنت دادا پاٹل نے صرف اتنا ہی کہا کہ امیدوار کا چناؤ کر لیا گیا ہے۔

اگلے دن سویرے ۲۲ جون کو شریمتی اندرا گاندھی نے گیانی جی کی امیدواری کا اعلان کیا اور اس کے فوراً بعد گیانی جی نے وزیرِ داخلہ کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔

۱۲ جولائی کو پرچیاں پڑنی تھیں۔ پارلیمنٹ ہاؤس میں جا کر گیانی جی نے ریٹرننگ آفیسر شری سدرشن اگروال کے پاس اپنے نامزدگی کاغذات داخل کیئے۔ شریمتی اندرا گاندھی نے گیانی جی کا نام تجویز کیا۔ ملک میں اُن کی نامزدگی سے متعلق کئی قسم کے خیالات کا اظہار ہوا۔ عام طور پر دیش کے اخباروں اور لیڈروں نے شریمتی گاندھی کے اس انتخاب پر اطمینان ظاہر کیا مگر کچھ لوگوں نے مایوس کن خیالات کا اظہار کیا اور اس اونچے عہدے کے لئے گیانی جی کی قابلیت پر سوالیہ نشان لگایا۔ دونوں طرح کے خیالات سامنے آتے رہے۔

اور پھر ۱۲ جولائی ۱۹۸۲ء کو ووٹ پڑے۔ سیدھا مقابلہ گیانی ذیل سنگھ اور شری ہنسراج کھنہ کا تھا۔ لوگوں کی نظریں چناؤ پر لگی ہوئی تھیں۔ دلی پارلیمنٹ ہاؤس

میں ووٹ پڑے۔

۱۳ جولائی کو گیانی ذیل سنگھ نے اخبار کے نمائندے کے سامنے آئین، سماج واد، جمہوریت اور سیکولرزم کے بارے اپنے خیالات رکھے۔ انہوں نے پھر دہرایا کہ وہ آئین کی سپرٹ کے مطابق کام کریں گے۔ آئین کی خلاف ورزی نہیں کی جا سکتی۔

۱۵ جولائی ۱۹۸۲ء کا دن گیانی جی کے لئے خوشیوں سے بھرا دن تھا چناؤ کے نتیجے کا اعلان ہوا۔ گیانی ذیل سنگھ کے دیش کا ساتواں راشٹرپتی ہونے کا اعلان کیا گیا۔ سید ھے مقابلے میں انہوں نے مشترکہ امیدوار شری ہنسراج کھنہ کو ۸۴۸، ۲ ر ۱، ۷ ر ۴ ووٹ سے ہرا دیا۔

ماحول پر رنگینی آ گئی۔ خوشیوں کے شادیانے بجنے لگے۔ ۵ ریس کورس گیانی جی کی قیام گاہ پر لوگ جوق در جوق۔ جمع ہونے لگے۔ عورتیں، مرد اور بچے ہزاروں کی تعداد میں۔ جمع ہو گئے۔ جن میں مرکزی وزیر ریاستوں کے چیف منسٹر اور دوسرے سرکردہ لوگ شامل تھے۔

صدر جمہوریہ منتخب ہونے پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے گیانی جی نے فرمایا۔

"مجھ پر بہت بڑی ذمہ داری آ گئی ہے۔ میں صرف غریبوں کی خدمت کرنے میں جٹ جاؤں گا۔ میں سبکدوش ہونے کے بعد بھی اسی بات کو مدنظر رکھوں گا۔"

گیانی جی نے آگے کہا "اب میرا دائرہ عمل بہت وسیع ہو گیا ہے۔ میں اب بڑے کنبے کا رکن بن گیا ہوں۔ میں اپنے سے پہلے کے راشٹرپتیوں کی سوانح حیات پڑھوں گا۔ لیکن میں کسی کی نقل نہیں کروں گا۔ اور ہر وقت صحیح راہ پر چلنے کی کوشش کروں گا۔ میں نے غریبی کی زندگی گذاری ہے۔ میرے راشٹرپتی بننے سے گاندھی جی کے خواب کی تعبیر ہو گی۔ میں جانتا ہوں کہ اقتدار حاصل کر کے اور بڑے عہدوں پر پہنچ کر آدمی کو نشہ چڑھ جاتا ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ حلیمی کیا ہوتی ہے اور میں حلیمی میں رہ کر ہی ذمہ داری نبھانے کی کوشش کروں گا۔ میں لوگوں کے احسانات کبھی نہیں بھولتا۔ اور میں کوشش کروں گا کہ ان احسانوں کا بدلہ چکایا جائے۔ گورونانک کے آدرشوں کا میرے دل پر گہرا اثر پڑا ہے۔ میں نے پنجاب میں تمام مذاہب کے اتحاد کی ایکتا کے لئے کوشش کی ہے ہم سب کو مل جل کر اپنی شاندار

وراثت کی حفاظت کرنی چاہئے۔ میرا عقیدہ ہے کہ سکھ ہمارے ملک کا حصہ ہیں اور ہم سکھوں کو الگ رہنے کے لئے نہیں کہہ سکتے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ہر کوئی سماج وادی بن سکتا ہے۔ نامدھاری بن سکتا ہے۔ یا اپنے ضمیر کے مطابق کوئی عقیدہ یا نظریہ اپنا سکتا ہے۔

"میں نے تمام مذاہب کا مطالعہ کیا ہے لیکن میں انسانیت میں وشواس کرتا ہوں۔ دھرم صرف ذاتی نجات میں نہیں اس کا مقصد انسانیت کی خدمت ہے۔ مذہب روح کی پاکیزگی کے لئے اچھے کام کرنا سکھاتا ہے۔ میں غریبوں کو روٹی کے دو ٹکڑے کمانے کے لئے محنت کرتے دیکھتا ہوں۔ دنیا کا لٹریچر خواہ میں نے زیادہ نہ پڑھا ہو لیکن مجھے زندگی کا تجربہ ہے۔ انسان تجربے سے بہت کچھ سیکھتا ہے۔ میں ہر حالت میں خوش رہا ہوں۔

"جیسے جیسے واقعات رونما ہوتے رہے ہیں۔ میں اُن کا سامنا کرتا رہا ہوں ہمیشہ میں رجائیت پسند رہا ہوں۔ میں عوام کے درمیان رہنا پسند کرتا ہوں۔ عوام میرا جزو ہیں۔ میں نے عوام سے بہت کچھ سیکھا ہے۔

۱۵ رجولائی ۱۹۸۲ء کا دن۔ دوپہر ڈھل چکی تھی۔ راجدھانی کی تمام سڑکیں گیانی ذیل سنگھ کی کوٹھی ۵۔ ریس کورس کی طرف جاتی تھیں۔ اُس دن گرمی تھی مگر لوگوں کا ہجوم لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہا تھا۔ لان میں ایک بڑا شامیانہ لگایا گیا تھا۔ لوگ گیانی جی کو مبارکباد دینے آرہے تھے۔ عورتیں، مرد اور بچے ہاتھوں میں پھولوں کے ہار اور گلدستے لئے کوٹھی میں داخل ہو رہے تھے۔

ادھر راشٹرپتی سنجیوا ریڈی اور پردھان منتری اندرا گاندھی کے پیغام آئے۔ راشٹرپتی سنجیوا ریڈی نے لکھا: میری طرف سے بہت بہت مبارک! میں نئے عہدے پر آپ کی کامیابی کا خواہش مند ہوں۔" پردھان منتری نے لکھا: "میں آپ کو بھارت کی جنتا کی طرف سے بدھائی دیتی ہوں۔ خوشی کی بات ہے کہ بھارت کا ساتواں صدرِ جمہوریہ بننے کا فخر ایک مجاہدِ آزادی اور عوام میں سے ابھرے ہوئے شخص کو حاصل ہوا ہے۔ وہ زندگی بھر دیش کی آزادی اور ترقی کے لئے جدوجہد کرتا رہا۔ اس نے ملک کی آزادی کے لئے تکلیفیں اٹھائیں۔ اس نے عوام کا من اور وشواس جیتا، پیپسو، پنجاب اور مرکز میں اہم ذمہ داریاں نبھائیں۔"

"گیانی ذیل سنگھ دھرتی کے جائے ہیں۔ وہ پسماندہ طبقوں کے مسائل اور جذبات کو سمجھتے ہیں گیانی جی ایک آدرش وادی، ملنسار، اور سوجھ بوجھ والے شخص ہیں۔ امید

کی جا سکتی ہے اور راشٹرپتی گیانی ذیل سنگھ پر اعتماد کیا جا سکتا ہے کہ وہ آئین کی پابندی تہ دل اور فخر کے ساتھ کر رہا ہے۔ کشمیر کے چیف منسٹر شیخ محمد عبداللہ نے لکھا۔ دیش کے سب سے بڑے عہدے کے لئے چنے جانے پر میری مبارکباد قبول کیجئے۔"

گیانی جی کو پھول کے ہاروں سے لادا جا رہا تھا۔ ان کی دودھ جیسی چٹی بے داغ اچکن کو آج پھولوں کے داغ لگ رہے تھے۔ جتنے ہار اتار دیتے اتنے اور پڑ جاتے۔ ہر ایک آنے جانے والے کو مٹھائی دی جاتی اور کولڈ ڈرنک پلایا جاتا۔

شریمتی پردھان کور گول کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں انہوں نے کہا:۔

"واہگورو کا شکریہ ہے۔ میں پردھان منتری اندرا گاندھی کی ممنون ہوں۔

ڈاکٹر گوردیپ کور گیانی جی کی بیٹی کہہ رہی تھی:" میں اپنی خوشی بیان نہیں کر سکتی۔"

گیانی جی کے راشٹرپتی کے چناؤ سے متعلق اگلی صبح دیش کے اخباروں نے اداریے لکھے۔ انگریزی کے مشہور اخبار ہندوستان ٹائمز نے لکھا: گیانی جی پہلے راشٹرپتی ہیں جو دیش کے کسانوں اور کھیت مزدوروں کی نمایندگی کرتے ہیں۔ ان کا جنم ایک کسان گھر میں ہوا۔ تھوڑی سی زمین تھی۔ وہ اپنی ہمت کے بل پر اوپر اٹھے ہیں۔ ان کے پاس کوئی ڈگری نہیں۔ مگر سکھ دھرم کے سکالر ہیں۔ انہیں تمام دھرموں کے گرنتھوں کا گیان ہے ان کی کامیابی کو امریکہ کے صدر ابراہیم لنکن سے مشابہت دی جا سکتی ہے۔

" آج پورا ماحول بھرشٹاچاری ہے۔ اس میں گیانی جی دیانتداری کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ ان کی طرف کوئی شخص انگلی اٹھا کر نہیں کہہ سکتا کہ انہوں نے اپنی اولاد کو فائدہ پہنچایا ہو۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ان کے پریوار کے متعلق کوئی جانتا تک نہیں۔ فسٹ لیڈی کون سی ہے ان کے کتنے بچے ہیں اور وہ کیا کیا کرتے ہیں؟

" گیانی جی نہ صرف مثالی راشٹرپتی ثابت ہوں گے بلکہ مہان راشٹرپتی بھی بنیں گے۔

۲۵ جولائی ۱۹۸۲ء کو راشٹرپتی بھون کے دربار ہال میں جگمگاتی روشنی کی چکاچوندھ میں گیانی ذیل سنگھ نے صدر جمہوریہ ہند کی حیثیت سے حلف اٹھایا اس کے بعد وہ راشٹرپتی بھون میں منتقل ہو گئے جہاں اپنے عہد صدارت کے پانچ برس مقیم رہے۔

گیانی ذیل سنگھ نے ۱۵ اگست ۱۹۸۲ء کو بحیثیت راشٹرپتی اپنے پہلے یوم آزادی کے پیغام میں

کہا تھا۔فرقہ وارانہ طاقتوں، ذات پات اور صوبہ پرستی کا مقابلہ پوری قوت سے کرو۔ اور ہر شعبے میں پیداوار بڑھانے کے لئے خاص کوشش کرو۔ دیش کے لئے چیلنج کا وقت ہے۔ اگرچہ ملک کی حالت میں سدھار ہو رہے ہیں لیکن ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتے۔ ملک کی بنیادی ضرورت پیداوار بڑھانا ہے اس لئے ہر شہری کو کوشش کرنی چاہئے۔ علاقائی مفاد کو بھول کر ملک کے مفاد کو مدنظر رکھو۔ غریبی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے ابھی بہت کچھ کرنا ہوگا۔ ملک سے بھوک، بیماری اور بے روزگاری دور کرنے اور لوگوں کا معیار زندگی اونچا اٹھانے کے لئے سخت محنت کی ضرورت ہے تاکہ ہر ایک آدمی کو روٹی، کپڑا، مکان تعلیم اور ڈاکٹری سہولت حاصل ہو سکے۔

۱۵ اگست ۱۹۸۳ء کو یوم آزادی پر اپنے پیغام میں گیانی جی نے ان خیالات کا اظہار کیا: ہمارے جمہوری سماج میں متشدد واقعات کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ ہمیں چوکنا رہ کر ملک کے اتحاد کی طاقتوں کو مضبوط بنانا چاہئے۔ ہمیں مسائل کا حل جمہوری ڈھنگ سے تلاش کرنا چاہئے، جو سماج ترقی کر رہا ہے اس میں مسائل کا پیدا ہونا قدرتی بات ہے لیکن کوئی بھی مسئلہ ایسا نہیں جو بات چیت کے ذریعہ سلجھانہ لیا جائے۔ اتحاد اور ڈسپلن پر چوٹ کرنے والی طاقتوں کو سیاسی سوجھ بوجھ اور حکمت عملی سے دبا دینا چاہئے۔" مذہبی لیڈر باہمی رفاقت کا ماحول پیدا کر سکتے ہیں۔ سماجی برائیوں اور جہیز وغیرہ کی رسموں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں مدد کر سکتے ہیں تعلیم نسواں، صحت اور پریوار کی بھلائی پر دھیان دینا چاہئے۔"

گیانی جی پانچ برس تک اس جلیل القدر عہدہ پر فائز رہے اس عرصہ کے دوران انہوں نے راشٹرپتی بھون کے عملے کی بہتری و بہبود کی جانب خصوصی توجہ دی تھی اور وہ مالیوں اور چپراسیوں تک کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے رہے۔ انہوں نے راشٹرپتی بھون کی صفائی کے سلسلے میں بھی خاص ہدایات جاری کیں۔

۲۵ جولائی ۱۹۸۷ء کو ان کی صدارت کی مدت ختم ہوگئی اور ان کی جگہ شری آر وینکٹ رمن کو بھارت کا آٹھواں صدر جمہوریہ منتخب کر لیا گیا۔

اختتامیہ

بھارت کے ساتویں راشٹرپتی گیانی ذیل سنگھ سیکولرزم کے معمار، صاف دل اور روشن دماغ رہنما ہیں۔ ایک تجربہ کار سیاست داں اور اچھا رہنما ہونے کے ناتے انہیں ایک اہم مقام حاصل ہے انہیں آج تک جو بھی عہدہ ملا اس پر انہوں نے نہ صرف کامیاب ہو کر دکھایا بلکہ اپنی قابلیت کے جھنڈے لہرا دیئے اس کے علاوہ۔ گیانی جی جہاں اچھے رہنما ہیں وہاں اچھے ودوان، سیاستدان اور دور اندیش انسان بھی ہیں۔

گیانی جی کے صدر جمہوریہ کے عہدہ سے سبکدوش ہونے سے بہت پہلے ہی عوام اور اخبارات اندازہ لگانے لگے تھے کہ وہ عہدے سے سبکدوش ہونے کے بعد کہاں رہیں گے۔ کوئی بنگلور اور حیدرآباد میں قیام کرنے کی بات کرتا تو کوئی دہرہ دون میں۔ بہرحال اپنے عہدہ سے سبکدوش ہونے کے بعد گیانی جی نے دہلی میں ہی رہنے کا فیصلہ کیا اور اب وہ سرکلر روڈ نئی دہلی میں بڑے آرام و سکون سے اپنے کنبے کے اراکین کے ساتھ ہنسی خوشی اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اور اگرچہ اب وہ ملک کی سرگرم سیاست میں حصہ نہیں لیتے تاہم وہ ملک کی معاشی اور سماجی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں،

اور اُن کا زیادہ تر وقت عوام کی ترقی اور خوشحالی میں کوشاں رہنے میں صرف ہوتا ہے۔ کیونکہ ——— یہی ان کی ساری زندگی کا نصب العین رہا ہے اور یہی منتہائے مقصود۔

تاریخ داں، سوانح نگار، ناول نویس سریندر سنگھ جوہر کی پیدائش ۱۲ جولائی ۱۹۲۷ء کو راولپنڈی میں ہوئی۔ گارڈن کالج راولپنڈی سے بی اے پاس کرنے کے بعد انہوں نے لاء کالج لاہور میں داخلہ لیا لیکن تقسیم ملک کی وجہ سے تعلیم مکمل نہ ہو سکی صحافت کا پیشہ اختیار کیا، کئی مضامین سپرد قلم کئے جو معروف اخبارات میں اشاعت پذیر ہوئے۔ ۱۹۵۳ء میں پنجاب یونیورسٹی چنڈی گڑھ سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ اور ایک مدت تک پنجاب سرکار کے محکمہ زراعت، اطلاعات اور تعلقات عامہ میں بحیثیت مدیر خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۹۵۴ء میں حکومت ہند کے محکمہ اطلاعات و نشریات کی سنٹرل انفارمیشن سروس میں کئی اعلیٰ عہدوں پر فائز رہنے کے بعد اب جولائی ۱۹۸۵ء میں انفارمیشن افسر کے عہدے سے سبکدوش ہوئے ہیں۔

چالیس سے زیادہ انگریزی اور پنجابی کی کتابیں تصنیف کر چکے ہیں۔ اور متعدد مذہبی مضامین اور کہانیاں رسائل و جرائد میں شائع ہو چکی ہیں۔ کئی ناولوں اور کہانیوں کے انگریزی ہندی اور دیگر زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ قارئین اور ناقدین نے اُن کی تخلیقات کی بے حد تعریف و توصیف کی ہے۔